فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 28

# قَدْ سَمِعَ اللّٰہ

قرآنا عجبا

سوال و جواب کی صورت میں
قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

# قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : "قُرْآنًا عَجَبًا"(پارہ 28)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : اپریل 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

# فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

## ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبۡقِیۡ وَ لَا تَذَرُ ۚ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَۃٌ لِّلۡبَشَرِ ۚ﴿۲۹﴾ عَلَیۡہَا تِسۡعَۃَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَۃُ ﴿ؕ۱۲﴾ فَکُّ رَقَبَۃٍ ﴿ۙ۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَۃٍ ﴿ۙ۱۴﴾ یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَۃٍ ﴿ۙ۱۵﴾
اَوۡ مِسۡکِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَۃٍ ﴿ؕ۱۶﴾ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ ﴿ؕ۱۷﴾﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وُہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرۃ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

آیاتھا ۲۲ ۵۸ سُوْرَۃُ الْمُجَادَلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۵ رکوعاتھا ۳

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس کے تین رکوع اور 22 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 58 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 105 ہے۔

## رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال 1: ان آیات کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میرے اور سیدنا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں اللہ عزوجل نے سورہ مجادلہ کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ کہتی ہیں کہ میں ان کی بیوی تھی اور وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ ان کا مزاج خراب ہو گیا تھا اور وہ صدمہ سے دوچار تھے۔ ایک دن وہ میرے پاس آئے، میں نے انہیں کسی بات پر (سخت) جواب دے دیا، تو وہ غضب ناک ہو گئے اور کہا، تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے اور پھر وہ باہر چلے گئے۔ کچھ دیر تو وہ اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھے رہے، پھر میرے پاس آئے اور مجھ سے صحبت کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا، ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے! تم مجھ سے صحبت نہیں کر سکتے، کیونکہ تم نے وہ بات کہہ دی جو تم نے کہی، یہاں تک کہ اللہ اور اس کا رسول ہمارے معاملہ میں فیصلہ فرما دیں۔ پھر وہ مجھ پر جھپٹا۔ میں اس سے (اپنے آپ کو) بچاتی رہی اور اس طرح اس پر غالب رہی جس طرح کوئی عورت بوڑھے مرد پر غالب آتی ہے۔ میں نے اسے اپنے اوپر سے ہٹا دیا۔ پھر میں اپنی ایک پڑوسن کے پاس گئی۔ میں نے اس کے کپڑے عاریتاً لیے اور باہر نکلی، یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی۔ اب میں آپ کے سامنے بیٹھ گئی اور میں نے آپ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ میں آپ سے اس کی بدخلقی کی شکایت کرتی رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ''اے خولہ! تمھارے چچازاد بہت بوڑھے ہیں، لہٰذا ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔'' مگر اللہ کی قسم! میں وہاں سے نہ ٹلی، یہاں تک کہ میرے معاملہ میں قرآن مجید نازل ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز نے ڈھانپ لیا جو (نزول وحی کے موقع پر) آپ کو ڈھانپ لیا کرتی تھی اور جب وہ کیفیت جاتی رہی تو آپ نے فرمایا: ''اے خولہ! تمھارے اور تمھارے شوہر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِھَا وَتَشْتَکِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ق وَاللّٰہُ

﴿يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ (المجادلة:1) ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے سُن لی اُس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے جھگڑا کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔'' إِلیٰ قَوْلِهٖ: وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (المجادلة:1-4) پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''انہیں حکم دو کہ وہ ایک غلام آزاد کریں۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان کے پاس کوئی غلام نہیں ہے کہ جسے وہ آزاد کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو وہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھیں۔'' میں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ بہت بوڑھے ہیں اور روزے بھی نہیں رکھ سکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجور کھلائیں۔'' میں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! (اتنی کھجور بھی) اس کے پاس نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم ایک ٹوکرا کھجور سے ان کی مدد کریں گے۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں بھی اسے ٹوکرا (کھجور) سے ان کی مدد کروں گی۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے ٹھیک کہا اور اچھا کیا، اب تم جاؤ اور ان کی طرف سے (یہ کھجور) صدقہ کردو اور اپنے چچازاد سے اچھا سلوک کرتی رہو۔'' الغرض میں نے ایسا ہی کیا۔ (مسند احمد:411,410/6، ح:27386۔ ابوداود، کتاب الطلاق، باب فی الظھار:2214)

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (1)

سوال 1: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی'' سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کا قول ہے۔
(2) ﴿قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا﴾ ''جو اپنے شوہر کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی تھی'' یعنی جو محمد ﷺ سے جھگڑا کر رہی ہے۔ (3) ﴿وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی'' اور اپنے شوہر کے اور اپنے بڑھاپے میں شکوہ کر رہی ہے۔ اس وقت جب کہ اس کا رحم سوکھ چکا۔ (جامع البیان:6/28)
(4) وہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرا مال کھالیا اور میرا شباب ختم ہوگیا۔ اب جب کہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکی اور میری اولاد کا

سلسلہ ختم ہو گیا تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا، اے اللہ میں تجھ سے شکوہ کرتی ہوں۔ (الاساس فی التفسیر:5781/10)

(5)﴿وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کے سوال جواب سن لیے ہیں۔

(6)﴿إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال سننے والا ہے۔ اس نے ایک بے قرار کا شکوہ سن لیا ہے۔ (7)﴿بَصِيرٌ﴾ ''سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اس کے حال کو دیکھ رہا ہے۔

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی سماعت تمام آوازوں کو محیط ہے۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور وہ اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھی۔ ان کی آواز مجھے نہیں سنائی دے رہی تھی مگر اللہ عزوجل نے (سن لی اورتب) یہ آیت نازل فرمائی۔ ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (بخاری:7386)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے سمیع اور بصیر ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: بے شک اللہ تعالیٰ تمام اوقات میں مخلوق کی مختلف حاجتوں کے باوجود تمام آوازوں کو سننے والا ہے۔ جو اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر رینگتی ہوئی سیاہ چیونٹی کو بھی دیکھتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کامل سمع و بصر کی خبر ہے، نیز تمام چھوٹے بڑے امور پر اس کے سمع و بصر کے احاطہ کی خبر ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کی شکایت اور مصیبت کا ازالہ کرے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر اس عورت اور دیگر عورتوں کے بارے میں حکم بیان فرمایا۔ (تفسیر سعدی:2717,2716/3)

﴿الَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهٰتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهٰتُهُمْ إِلَّا الّٰئِي وَلَدْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ﴾

''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں بلکہ اُن کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے'' (2)

سوال 1:﴿الَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهٰتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهٰتُهُمْ إِلَّا الّٰئِي وَلَدْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ﴾ ''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں بلکہ اُن کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے

ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ﴾''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں''، یعنی بیوی ماں نہیں ہوتی پھر ایسی بات کیوں کہتے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

(2) تمہارے کہنے سے بیوی ماں نہیں بن جائے گی (3)﴿اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ﴾''بلکہ اُن کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے''، یعنی تمہاری ماں تو وہی ہے جس سے تم پیدا ہوئے۔

(4)﴿وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا﴾''اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں''رب العزت نے ظہار کے معاملے کو نہایت برا عمل قرار دیا ہے۔ یعنی وہ ایک سخت بری اور جھوٹی بات کہہ رہے ہیں۔

(5)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾''اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے''، یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی جو مخالفت کی ہے اس کے بعد توبہ کر کے اس کی تلافی کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

سوال 2: ظہار کسے کہتے ہیں؟

جواب: ظہار ''ظہر'' سے لیا گیا ہے۔ دورِ جاہلیت میں جب کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرتا تو کہتا﴿اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ﴾یعنی تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو، جاہلیت میں ظہار کی وجہ سے طلاق پڑ جاتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آسانی کی وجہ سے اس کا کفارہ مقرر کر دیا۔
(سراج المنیر: 2017/2)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے ''عفو'' اور ''غفور'' ہونے کا شعور کیسے دلایا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ظہار کے قول کے جھوٹ ہونے پر عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے سمجھایا ہے کہ بیویاں مائیں نہیں بن جاتیں مائیں تو وہی ہیں جن کے پیٹ سے وہ پیدا ہوئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے ''عفو'' ہونے کا شعور ملتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے کفارے کو اس جھوٹی بات کی معافی کا ذریعہ بتا دیا جس سے اللہ تعالیٰ کے غفور ہونے کا، اس کے گناہوں کو ڈھانپ دینے کا، بخش دینے کا شعور ملتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

''اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انہوں نے کہا تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل ایک غلام آزاد کرنا ہے، یہ وہ کفارہ جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' (3)

سوال1:﴿وَالَّذِیْنَ یُظٰہِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِہِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ بِہٖ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ ''اور جولوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انہوں نے کہا تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل ایک غلام آزاد کرنا ہے، یہ وہ کفارہ جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِیْنَ یُظٰہِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِہِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا﴾ ''اور جولوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انہوں نے کہا تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل ایک غلام آزاد کرنا ہے''، رجوع کرنے کے معنی میں اہل علم اختلاف کرتے ہیں، چنانچہ بعض کہتے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس عورت کے ساتھ ظہار کیا ہے اس کے ساتھ جماع کا عزم کیا جائے، مجرد عزم ہی سے ظہار کرنے والے پر مذکورہ کفارہ واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارے کے بارے میں ذکر فرمایا کہ یہ کفارہ (اس بیوی کو) چھونے سے قبل ہے اور یہ مجرد عزم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی حقیقی جماع کے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (2)﴿ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا﴾ ''پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انہوں نے کہا'': اور جو بات انہوں نے کہی وہ جماع (کو حرام کرنا) ہے۔ اور دونوں اقوال میں سے ہر ایک کے مطابق جب بھی رجوع کیا جائے گا تو بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا کفارہ ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2717،2718)

(3)﴿فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ﴾ ''ایک غلام آزاد کرنا ہے'' لیکن وہ مومن ہو جیسا کہ دوسری آیت میں کہا گیا ہے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ غلام یا لونڈی ان عیوب سے سلامت ہو جو کام کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2717،2718)

(4)﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا﴾ ''ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل'' شوہر پر لازم ہے کہ جب تک کہ وہ غلام آزاد کر کے کفارہ ادا نہ کرے اپنی اس بیوی سے جماع نہ کرے جس سے اس نے ظہار کیا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2717،2718)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر کفارہ ادا کرنے سے قبل ہی اس سے مباشرت کر لی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ چاند کی روشنی میں، میں نے اس کی پازیب کو دیکھ لیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک وہ کفارہ ادا نہ کر دو جس کا تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اس کے قریب نہ جاؤ۔'' (ترمذی:1199، ابوداؤد:2221) (6)﴿ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ بِہٖ﴾ ''یہ وہ کفارہ جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے'' یعنی ان باتوں سے تمہیں نصیحت کی جارہی ہے، تمہارے دل کو پگھلایا جارہا ہے یعنی ڈرایا جارہا ہے۔

(7)﴿وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ تمہارے حالات اور تمہاری مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اس لئے ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔

سوال 2: ظہار کرنے کے بعد اپنی بات سے رجوع کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ظہار کے بعد اپنی بات سے رجوع کرنے کا مطلب ہے کہ اب وہ بیوی سے ہم بستری کرنا چاہتے ہیں۔

سوال 3: ظہار کا کیا حکم ہے؟

جواب: ظہار کا حکم یہ ہے کہ بیوی سے ہم بستری سے پہلے کفارہ ادا کریں۔ اور وہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے تعلق کے لیے ظہار کے بعد کفارے کی شرط عائد کر کے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ تمہارے چھپے ہوئے معاملات انسانوں سے چھپ سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے۔

(2) یوں اپنی خبر کے شعور سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ظاہری اور پوشیدہ معاملات کی اصلاح کی ہے۔

﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

"پھر جو شخص نہ پائے اُسے دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنے ہیں اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جو کوئی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ اس لیے ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے" (4)

سوال 1: ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ "پھر جو شخص نہ پائے اُسے دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنے ہیں اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جو کوئی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ اس لیے ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ﴾ "پھر جو شخص نہ پائے اُسے" یعنی جو غلام نہ پائے یعنی اس کے پاس نہ تو غلام آزاد کرنے کی قیمت ہو اور نہ ہی غلام ہو جس کو وہ آزاد کر سکے۔ (2) ﴿فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا﴾ "دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنے ہیں اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں" تو مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2718/2)

(3) ﴿فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا﴾ "پھر جو کوئی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے" یعنی

جو دو مہینے کے روزے رکھنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(4) تو وہ اپنے شہر میں مروج خوراک میں سے انہیں کھانا کھلائے جو ان کے لئے کافی ہو جیسا کہ یہ بہت سے مفسرین کا قول ہے یا وہ ایک مسکین کو ایک مد گیہوں یا گیہوں کے علاوہ کسی دیگر جنس سے، جو صدقہ فطر میں کفایت کرتی ہو، نصف صاع عطا کرے۔ (تفسیر سعدی:2718/3)

(5)﴿ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ”یہ اس لیے ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ“ رب العزت نے فرمایا ہے کہ یہ احکام اس لئے مقرر کیے ہیں تا کہ تمہارا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان مکمل ہو جائے۔

(6) ایمان اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کا نام ہی ایمان ہے۔یہی مومن سے مطلوب بھی ہے اسی سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

(7)﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ ”اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں“ یعنی اس کے وہ محارم ہیں۔

(8)(i) یعنی ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوتی (ii) اور ظہار ایک گناہ کا کام ہے۔(iii) اس گناہ کا ازالہ کفارہ ادا کرنے سے ہو سکتا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ کی حدود واجب کرتی ہیں کہ ان سے تجاوز نہ کیا جائے، اور نہ ان سے پیچھے رہا جائے۔

(10)﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ”اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے“ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

سوال 2: ظہار کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: (1) ایک غلام آزاد کرنا۔ (2) غلام نہ پانے کی صورت میں لگا تار دو ماہ کے روزے رکھنا۔

(3) جو روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے 60 مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے۔

سوال 3: لگا تار روزے رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اگر بغیر شرعی عذر کے روزہ چھوڑ دیا تو نئے سرے سے پورے دو ماہ کے روزے رکھنے ہوں گے۔

سوال 4: شرعی عذر سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد بیماری یا سفر ہے۔

سوال 5: مسکین کو کتنا کھانا کھلایا جائے؟

جواب: مسکین کو اتنا کھلایا جائے کہ ان کا پیٹ بھر جائے یا اتنی ہی مقدار میں ان کو کھانا دیا جائے۔

سوال 6: کیا سب مسکینوں کو ایک ساتھ کھانا کھلانا ضروری ہے؟

جواب: سب کو ساتھ کھانا کھلانا ضروری نہیں قسطوں میں بھی کھلایا جا سکتا ہے۔لیکن جب تک 60 مسکینوں کو کھانا نہیں کھلا دیا جاتا۔ بیوی

سے تعلق جائز نہیں۔

سوال 7: کفارے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ یہ حکم اس لیے ہے:

(1) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرو۔ (2) یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کفار کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، ذلیل کیے جائیں گے جیسے اُن سے پہلے کے لوگ ذلیل کیے گئے اور بلاشبہ ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں اور کافروں کے لیے رُسوا کن عذاب ہے'' (5)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، ذلیل کیے جائیں گے جیسے اُن سے پہلے کے لوگ ذلیل کیے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں'' حاد سے مراد ایسی دشمنی اور مخالفت ہے جس سے انسان غضبناک ہو کر مقابلہ اور انتقام پر تل آئے۔ مخالفت کی ابتدائی شکل تو یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا حکم تسلیم نہ کرے۔ دوسرا اقدام یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا مذاق اڑانا شروع کر دے۔ اور تیسرا اقدام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون یا سزا یا تعزیر کی بجائے کوئی دوسری سزا یا تعزیر مقرر کر لے، اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو نظر انداز کر دے، یا اس کی مخالفت میں آ کر شرعی احکام کو مصلحت پر مبنی ہونے کی بجائے اسے معاشرے کے لئے نقصان دہ یا غیر مہذب ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ یہ سب صورتیں حاد کے ضمن میں آتی ہیں۔ (تیسیر القرآن: 4/392)

(2) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مخالفت اور نافرمانی ان کے ساتھ دشمنی کے زمرے میں آتی ہے، خاص طور پر امور قبیحہ میں مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کر کے دشمنی کرنا اور اولیاء اللہ سے عداوت رکھنا وغیرہ۔ (تفسیر سعدی: 3/2720)

(3) ﴿كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''ذلیل کیے جائیں گے جیسے اُن سے پہلے کے لوگ ذلیل کیے گئے'' كَبَتَ کے معنی کسی کو غصہ کی حالت میں ذلیل و رسوا کرنا ہے اور دھکے مار کر باہر نکال دینا اور ہلاک کرنا سب معنوں میں آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو قومیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت پر اتر آئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا تھا۔ اور اگر اب تم وہی کام کرو گے تو اب تمہارا بھی ویسا ہی انجام ہوگا۔ دنیا میں تو ذلیل و رسوا ہو گے اور آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا وہ بھی ذلیل و رسوا کرنے والا ہوگا۔ (تیسیر القرآن: 4/392)

(4) پوری پوری جزا کے طور پر ان کو ذلیل ورسوا کیا گیا جیسا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو ذلیل ورسوا کیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ کے خلاف ان کے پاس کوئی حجت نہیں کیونکہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت بالغہ قائم ہو چکی ہے۔(تفسیر سعدی:2720/3)

سوال2: اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں کیا واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کیے جائیں گے۔جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل کیے گئے تھے۔

سوال3: یہاں ذلیل کیے جانے کے لیے کبتوا کا صیغہ استعمال کیا گیا جو کہ ماضی کا صیغہ ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ماضی میں رکھ کر بات کی اور واضح کر دیا کہ گویا وہ ذلیل ہو چکے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے ذلیل کیا؟

جواب: (1) ان کی ذلت بدر والے دن ہوئی جب ان میں سے کچھ مارے گئے اور کچھ قید کیے گئے۔

(2) مسلمان ان پر غالب رہے یہ غلبہ ان کے لیے ذلت کا باعث بنا۔

سوال5: ﴿وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں اور کافروں کے لیے رُسوا کن عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے واضح دلائل عطا فرمائے جس میں حلال وحرام، فرائض اور احکامات ہیں جو حقیقت کو واضح فرماتے ہیں۔جو ان کی پیروی کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے۔

(2) ﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور کافروں کے لیے رُسوا کن عذاب ہے'' یعنی ان آیات اور دلائل کا انکار کرنے والوں کے لئے ایسا عذاب ہے جو انہیں ذلیل ورسوا کرے گا۔

(3) ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ﴾ ''اور جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے اور ان سے فائدہ اُٹھا چکے، چنانچہ آج تمہیں توہین کے عذاب سے بدلہ دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم ناحق زمین میں تکبر کیا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔'' (الاحقاف:20)

﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

”جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا تو اُنہیں بتا دے گا جو جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے محفوظ کر رکھا ہے
اور وہ اُسے بھول گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے“ (6)

سوال 1: ﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ”جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا تو اُنہیں بتا دے گا جو جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اُسے بھول گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا﴾ ”جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا“ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے گا اور سب لوگ حشر کے میدان میں جمع کیے جائیں گے۔

(2) ﴿فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ”تو اُنہیں بتا دے گا جو جو اُنہوں نے عمل کیے“ یعنی انہوں نے جو اچھے برے عمل کیے ایک ایک عمل سے آگاہ کرے گا، کیونکہ اللہ علیم وخبیر کو ان کے سارے اعمال کا علم ہے۔ ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ”اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا ہے“ (القیامۃ:13)

(3) ﴿اَحْصٰىهُ اللّٰهُ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے اُسے محفوظ کر رکھا ہے“ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو گن رکھا ہے۔

(4) ﴿وَنَسُوْهُ﴾ ”اور وہ اُسے بھول گئے“ انسان دنیا میں بے شمار ایسے گناہ کرتا ہے جو اسے یاد نہیں رہتے لیکن اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہر انسان کا مکمل ریکارڈ تیار کر رہے ہیں جس میں چھوٹی بڑی ہر بات کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سارے اندراجات کو لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے۔ (5) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ تمام کھلے اور چھپے حالات کو جانتا ہے۔ اس کو تمام ظاہری باتوں کی بھی خبر ہے اور تمام چھپی ہوئی چیزوں کو بھی وہ دیکھتا ہے، اور وہ ہر چیز پر نگران ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے باز رکھنے کے لیے جی اٹھنے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور یہ جی اٹھنا حساب کتاب کے لیے ہوگا۔ تمہیں اپنے اعمال یاد نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ایک عمل محفوظ کر رکھا ہے وہ ان مخالفتوں کو یونہی نہیں جانے دے گا۔ حساب لے گا۔

## رکوع نمبر 2

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ
رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ
ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تین میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ اُن کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ اُن کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اُس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ اُن کو بتادے گا جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''(7)

سوال 1: ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَا یَکُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ہُوَ رَابِعُہُمۡ وَلَا خَمۡسَۃٍ اِلَّا ہُوَ سَادِسُہُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰی مِنۡ ذٰلِکَ وَلَاۤ اَکۡثَرَ اِلَّا ہُوَ مَعَہُمۡ اَیۡنَ مَا کَانُوۡا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تین میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ اُن کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ اُن کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اُس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ اُن کو بتادے گا جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے لامحدود علم کی خبر دی ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا علم آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ سِرَّہُمۡ وَنَجۡوٰىہُمۡ وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ﴾ ''کیا وہ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے راز اور ان کی سرگوشی تک کو جانتا ہے؟ اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔'' (التوبہ:78)

(3) ﴿اَمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّہُمۡ وَنَجۡوٰىہُمۡ ؕ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیۡہِمۡ یَکۡتُبُوۡنَ﴾ ''کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یقیناً ہم اُن کے راز اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ کیوں نہیں! اور ہمارے فرشتے اُن کے پاس ہی لکھتے رہتے ہیں۔'' (الزخرف:80)

(4) اللہ تعالیٰ ہر ایک کی بات سنتا ہے جہاں کہیں انہیں دیکھتا ہے۔ رات ہو یا دن، مجلس ہو یا گھر ہر جگہ اللہ تعالیٰ کا علم حاوی ہے۔

(5) ﴿مَا یَکُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰی ثَلٰثَۃٍ﴾ ''تین میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی'' یعنی نجویٰ کرنے والوں میں سے کوئی تین ہوں۔

(6) ﴿اِلَّا ہُوَ رَابِعُہُمۡ﴾ ''مگر وہ اُن کا چوتھا ہوتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم اور اپنی قدرت کے ساتھ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔

(7) ﴿وَلَا خَمۡسَۃٍ اِلَّا ہُوَ سَادِسُہُمۡ﴾ ''اور نہ پانچ میں مگر وہ اُن کا چھٹا ہوتا ہے'' یعنی ہر پانچویں کے ساتھ چھٹا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ جو ان سے آگاہ رہتا ہے جو ان کے راز سنتا ہے، پھر اس کے فرشتے بھی ان کے اعمال لکھتے ہیں۔

(8) ﴿وَلَاۤ اَدۡنٰی مِنۡ ذٰلِکَ وَلَاۤ اَکۡثَرَ﴾ ''اور نہ اُس سے کم میں اور نہ زیادہ میں'' یعنی ان کی تعداد کم ہو یا زیادہ وہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور

اپنی قدرت سے ان کے ساتھ ہوتا ہے، خواہ وہ زمین کے نیچے ہوں یا اوپر آسمانوں میں ہوں۔

(9)﴿اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ اَیۡنَ مَا كَانُوۡا﴾ ''مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں'' معیت سے مراد معیت علمی ہے یعنی اللہ تعالیٰ تو عرش پر ہے مگر اس کا علم ہر جگہ پر ہے۔ بلاشبہ یہی بات ہے، اس پر ہر ایک مومن کا ایمان ہے، پھر جس طرح اس کا علم ہر جگہ ہے، اسی طرح اس کا سننا دیکھنا بھی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے خبردار ہے ان کا اس سے کوئی کام بھی چھپا ہوا نہیں۔ (سراج المیر :2018/2)

(10)﴿ثُمَّ یُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ﴾ ''پھر قیامت کے دن وہ اُن کو بتا دے گا جو اُنہوں نے عمل کیے'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں خبر دے گا اور قیامت کے دن ان تمام اعمال کا بدلہ دے گا جو وہ کرتے تھے۔

(11)﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ساری مخلوقات کا پورا علم رکھتا ہے۔

(12) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی گھاٹی پر چڑھتے تو ''لا الہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کہتے تو ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے (تم جس کو پکار رہے ہو) وہ تو تمھارے ساتھ ہی ہے، وہ سننے والا اور نزدیک ہے۔'' (بخاری:2992)

سوال 2: نجویٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) نجویٰ سے مراد سرگوشی اور راز کی باتیں ایک دوسرے کو کنایہ بتانا ہوتا ہے۔ (2) دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کا آپس میں کسی معاملے میں سرگوشی کرنا۔ (3) سرگوشی عموماً برائی کے معاملے میں ہوتی ہے۔

سوال 3: تعداد کا ذکر کرنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اس کا مقصد یہ بتایا ہے کہ تعداد تھوڑی ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔

سوال 4: این ما کانو سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں خواہ وہ جنگلوں میں ہوں یا صحراؤں میں، آبادیوں میں ہوں یا بے آباد پہاڑوں اور غاروں میں، خلوت میں ہوں یا جلوت میں۔ کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں سے باخبر ہونے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ ہونے سے اپنے علم کا شعور دلایا ہے کیونکہ وہ اپنے علم کی وجہ سے ہر ایک کے ساتھ ہے۔

﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ نُهُوۡا عَنِ النَّجۡوٰی ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَیَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

''کیا آپ نے اُنہیں دیکھا نہیں جنہیں سرگوشی کرنے سے روکا گیا تھا؟ وہ پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے اُنہیں روکا گیا ہے اور آپس میں وہ گناہ کی اور ظلم کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے (کلمے) کے ساتھ سلام کرتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں کیا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟ اُن کے لیے جہنم کافی ہے، وہ اُس میں داخل ہوں گے، پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے'' (8)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ﴾ ''کیا آپ نے اُنہیں دیکھا نہیں جنہیں سرگوشی کرنے سے روکا گیا تھا؟ وہ پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے اُنہیں روکا گیا ہے اور آپس میں وہ گناہ کی اور ظلم کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى﴾ ''کیا آپ نے اُنہیں دیکھا نہیں جنہیں سرگوشی کرنے سے روکا گیا تھا؟'' رب العزت نے فرمایا: کیا آپ ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشیوں سے روک دیا گیا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور ان میں صلح صفائی ہو گئی تھی۔

(2) ﴿ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ ''وہ پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے اُنہیں روکا گیا ہے'' منافق اپنے مفادات کی خاطر مسلمان تو ہو گئے تھے مگر ان کی ہمدردیاں کافروں کے ساتھ تھیں۔ جب ان کے پاس سے کوئی صحابی گزرتا تو وہ آپس میں سرگوشی کرتے تاکہ ان کو یہ خدشہ لاحق ہو کہ کہیں وہ قتل یا مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش تو نہیں کر رہے۔ رسول ﷺ نے سرگوشی کرنے سے منع کیا تو انہوں نے بات نہیں مانی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

(3) ﴿وَيَتَنٰجَوْنَ﴾ ''وہ سرگوشیاں کرتے ہیں'' یعنی وہ ایسی سرگوشیاں کرتے تھے جس میں نیکی یا تقویٰ کی بات نہ ہوتی تھی۔

(4) ﴿بِالْاِثْمِ﴾ ''گناہ کی'' یعنی منافق گناہ کی بات کرتے ہیں جیسے غیبت وغیرہ۔ اس کے مقابلے میں ''البر'' نیکی اور اطاعت کے ہر کام کے لئے جامع نام ہے۔ مومن جب سرگوشی کرتے ہیں تو وہ نیکی اور اطاعت کے کام کے لئے کرتے ہیں۔

(5) ﴿وَالْعُدْوَانِ﴾ ''اور ظلم کی'' یعنی مومنوں پر ظلم کے لئے سرگوشی کرتے ہیں، یعنی وہ دوسروں پر ظلم کے لئے سرگوشی کرتے ہیں۔ اور مومن اس کے مقابلے میں تقویٰ کے لئے سرگوشی کرتے ہیں۔ تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنا اور اس کے عذاب کے خوف سے گناہوں سے بچنا، مومن اللہ تعالیٰ کے قرب کے کاموں اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لئے سرگوشی کرتے ہیں۔

(6)﴿وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ﴾''اور رسول کی نافرمانی کی''منافق ایک دوسرے کو رسول کی نافرمانی پر اکساتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو حقیر سمجھتے ہیں۔اسی لیے وہ گناہ،ظلم اور رسول ﷺ کی نافرمانی کے لئے سرگوشیاں کرتے ہیں۔

سوال 2:خفیہ سرگوشیاں کرنے سے کیوں روکا گیا؟

جواب:خفیہ سرگوشیوں سے اس لیے روک دیا گیا کہ جب مسلمان ان کے قریب سے گزرتے یہ سرگوشیاں کرتے تو مسلمان یہ سمجھتے کہ شاید وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں یا کسی لشکر نے حملہ کر دیا ہے اور ان کے پاس خبریں پہنچی ہیں۔اس طرح مسلمان خوفزدہ ہو جاتے اس وجہ سے انہیں خفیہ سرگوشیاں کرنے سے روک دیا گیا۔

سوال 3:روکے ہوئے کام کو دوبارہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد دوبارہ سرگوشیاں کرنے کا کام شروع کرنا ہے۔

سوال 4:عام طور پر کس چیز کی سرگوشیاں ہوتی ہیں؟

جواب:(1)عام طور پر گناہ،زیادتی،رسول ﷺ کی نافرمانی کی سرگوشیاں ہوتی ہیں۔

(2)غیبت،الزام تراشی،ایک دوسرے کو نافرمانی کے کاموں پر اکسانے کے لیے سرگوشیاں ہوتی ہیں۔

(3)بے ہودہ باتوں کی سرگوشیاں ہوتی ہیں۔

سوال 5:﴿وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾''اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے(کلمے)کے ساتھ سلام کرتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں کیا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟اُن کے لیے جہنم کافی ہے،وہ اُس میں داخل ہوں گے،پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾''اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے(کلمے)کے ساتھ سلام کرتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں کیا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟اُن کے لیے جہنم کافی ہے،وہ اُس میں داخل ہوں گے،پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''منافق اور یہودی سلام کے الفاظ کو بدل کر سلام کرتے تھے۔اسی لئے رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ نبی ﷺ کو سلام کرنے میں سوءِ ادب کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا:﴿اَلسَّامُ عَلَیْكَ، یَا اَبَا الْقَاسِمِ!﴾ ''اے ابوالقاسم! تمھیں موت آئے'' آپ ﷺ نے جواب دیا:''﴿وَعَلَیْکُمْ﴾ ''بلکہ تمھیں ہی (موت) آئے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا:﴿بَلْ عَلَیْکُمُ السَّامُ وَالذَّامُ﴾ ''بلکہ تمھیں ہی موت آئے اور ذلت (تمھارا مقدر بنے)۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اے عائشہ! تو تو اپنی زبان سے نازیباالفاظ ادا نہ کر۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا آپ نے نہیں سنا جو انھوں نے کہا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا میں نے ان کی (غلط) بات کو انہی پر لوٹا نہیں دیا؟ میں نے انہیں جواب دیا تھا:﴿وَعَلَیْکُمْ﴾ (کہ ذلت والی موت تمھارا ہی مقدر بنے)۔'' (مسلم:5656)

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا، اس نے آپ ﷺ سے کہا،''اَلسَّامُ عَلَیْكَ﴾ ''تمہیں موت آئے'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿وَعَلَیْكَ﴾ ''اور تمہیں بھی'' پھر رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) پوچھا:''تم جانتے ہو کہ وہ کیا کہ رہا تھا؟ وہ کہہ رہا تھا،﴿اَلسَّامُ عَلَیْكَ﴾ ''تمہیں موت آئے'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''نہیں! (ہاں) جب اہل کتاب تمہیں سلام کیا کریں تو تم انہیں (صرف)﴿وَعَلَیْکُمْ﴾ کہہ دیا کرو۔'' (بخاری:6926)

(4)﴿وَیَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں'' وہ اپنے دل میں ایک بات چھپاتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

(5)﴿لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ﴾ ''کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟'' وہ کہتے ہیں اگر وہ واقعی اللہ کا رسول ہوتا تو ہم پر تباہی آجاتی مگر جب ہمارا کچھ نہیں بگڑا تو کیسے مان لیں کہ یہ سچا رسول ہے۔

(6)﴿حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ﴾ ''اُن کے لیے جہنم کافی ہے'' ان کے لیے جہنم کا عذاب کافی ہے۔ جہنم میں اس کی گرمی کی وجہ سے وہ جلیں گے۔

(7)﴿فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ﴾ ''پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے'' جہنم کا کھانا زقوم اس کا مشروب کھولتا ہوا پانی اور کچ لہو ہے۔ جہنم والوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت ہے۔ کیا ہی برا ٹھکانا ہے؟

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے سلام کا کیا طریقہ بتایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا طریقہ بتایا ہے۔

سوال 7: یہودی سلام کر کے جو ہلاکت کی بددعا کرتے تھے اس کو کس چیز کی دلیل کے طور پر ایک دوسرے کے سامنے پیش کرتے تھے؟

جواب: یہودی آپس میں یا اپنے دلوں میں یہ بات کہتے تھے کہ اگر یہ سچا نبی ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں پکڑتا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے من جانب اللہ نہ ہونے کی دلیل کے طور پر یہ بات لے کر آتے تھے۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس حرکت پر کیا وعید سنائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کے لیے جہنم کی سزا کافی ہے جس میں یہ داخل ہوں گے۔

سوال 9: اللہ تعالیٰ دنیا میں فوراً گرفت کیوں نہیں کرتے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور حکمت کے تحت دنیا میں فوراً گرفت نہیں کرتے لیکن آخرت میں نہیں چھوڑتے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں جمع کیا جائے گا'' (9)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں جمع کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔ (2) ﴿اِذَا تَنَاجَيْتُمْ﴾ ''جب تم آپس میں سرگوشی کرو'' یعنی جب تم کسی معاملے میں سرگوشی کرو۔

(3) ﴿فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ''تو گناہ کی اور زیادتی کی سرگوشی نہ کرو'' یعنی سرگوشیاں غیبتوں اور گناہوں کی باتوں پر مبنی نہیں ہونی چاہئیں۔ (4) ﴿وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ﴾ ''اور رسول کی نافرمانی کی'' اور یہودیوں اور منافقوں کی طرح رسول ﷺ کی نافرمانی کی باتیں نہ کریں۔

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کو آپس میں کانا پھوسی (سرگوشی) نہ کیا کرو۔ اس سے لوگوں کو رنج ہوگا البتہ اگر دوسرے آدمی بھی ہوں تو مضائقہ نہیں۔ (صحیح بخاری: 6290)

(6) مومنوں کو اپنے اخلاق درست کرنے کے بارے میں توجہ دلائی ہے کہ گناہ ظلم زیادتی اور سازشوں سے خود کو بچائیں اور حکم دیا۔

(7) ﴿وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ ''اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو'' یعنی اطاعت اور ترک معصیت کے امور میں سرگوشی ہو سکتی ہے۔ ''البر سے مراد نیکی کے کاموں میں اور تقوی سے مراد اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنا اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکنا۔

(8)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں جمع کیا جائے گا''یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جس کی طرف انہیں لوٹ کر جانا ہے۔

سوال 2: سرگوشی کے بارے میں اسلام کے کیا احکامات ہیں؟

جواب: (1) سرگوشی جسے کھسر پھسر بھی کہتے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں۔

(i) ایک وہ سرگوشی ہے جو بدنیتی پر مبنی ہوتی ہے، برا ارادہ کسی کے خلاف سازش اس کے اہداف ہیں ایسی سرگوشی شیطان کی اکساہٹ کی وجہ سے ہوتی ہے۔(ii) دوسرا یہ کہ سرگوشی نیکی کے بارے میں ہو، مثال کے طور پر لوگوں کے درمیان صلح کروانا، ایسی سرگوشی بعض اوقات واجب ہوجاتی ہے (iii) تیسرے ایسی سرگوشی جس کا تعلق صرف دو افراد سے ہو ان کے علاوہ کسی اور سے نہ ہو، جیسے نبی ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی، جس سے وہ ایک بار رونے لگیں اور دوسری بار ہنس دیں۔ (بخاری، کتاب الاستیذان) ایسی سرگوشی جائز ہے۔

(2) سرگوشی کے کچھ آداب ہیں (i) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: جب کہیں تم صرف تین آدمی ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں، اس سے اس کو رنج ہوگا البتہ اگر اور بھی آدمی موجود ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ (بخاری: کتاب الاستیذان) یعنی اگر تین آدمی ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو لوگ سرگوشی نہ کریں ہاں اگر تیسرے سے اجازت لے لیں تو سرگوشی کر سکتے ہیں اس سے بدگمانی کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔(ii) اگر تین سے زیادہ لوگ ہوں تو سرگوشی کر سکتے ہیں، لیکن یہاں بھی خیال رہے کہ ایک کو چھوڑ کر تین آپس میں سرگوشی نہ کریں، اسی طرح 5 لوگ ہوں تو 4 لوگ ایک کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔

(iii) اگر زیادہ لوگ ہوں اور دو لوگ سرگوشی کرنا چاہیں تو کوئی شخص مجلس میں بیٹھے ہوئے کسی خاص شخص کی طرف نہ دیکھے، نہ اشارہ کرے کیونکہ اس کے دل میں بدگمانی پیدا ہو سکتی ہے۔(iv) بدگمانی پیدا کرنے والی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب حرام ہیں۔

(v) مسلمانوں کے اجتماعی معاملات پر کی جانے والی سرگوشیاں، دین کے لئے کیے جانے والے کاموں کے بارے میں یہ کہنا کہ بیل منڈھے چڑھتے نظر نہیں آتی اور بلی کو چھیچھڑوں کے خواب وغیرہ۔(vi) منافقوں کی سرگوشیوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تربیت اور کردار سازی کے لیے سرگوشیوں کے بارے میں کیا حکم دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے ایمانی شعور کو بیدار کیا ہے کہ تمہاری سرگوشیاں منافقوں اور یہودیوں کی طرح گناہ، ظلم و زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی نہیں ہونی چاہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے کیسی سرگوشیاں کرنے کی اجازت دی ہے؟

جواب: (1) ایسی سرگوشیاں جس میں نیکی اور تقویٰ ہو۔(2) جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو۔(3) جن میں بھلائی ہو۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے بری سرگوشیوں سے بچانے اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشیوں کے لیے کیسے آمادہ کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حشر کی پیشی کا خوف دلاتے ہوئے فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے۔

﴿اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

”سرگوشی کرنا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے تا کہ ان لوگوں کو وہ غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ اللہ کے حکم کے بغیر اُنہیں ہرگز کچھ بھی نقصان پہنچانے والا نہیں پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں“ (10)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ”سرگوشی کرنا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے تا کہ ان لوگوں کو وہ غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ اللہ کے حکم کے بغیر اُنہیں ہرگز کچھ بھی نقصان پہنچانے والا نہیں پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ﴾ ”سرگوشی کرنا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے“ یعنی سرگوشیاں شیطان کی تزئین کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ (تفسیر قرطبی) (2) ﴿لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”تا کہ ان لوگوں کو وہ غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے“ مومنوں کے دشمن ان کے بارے میں سازش، دھوکے اور بری خواہشات کی جو سرگوشیاں کرتے ہیں، یہ شیطان کی طرف سے ہیں جس کی چال بہت کمزور اور مکر غیر مفید ہے۔ اور مکر و فریب سے اس کا مقصود بھی یہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ کفایت اور دشمن کے خلاف فتح و نصرت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2723،2722/3)

(3) ﴿وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ”حالانکہ اللہ کے حکم کے بغیر اُنہیں ہرگز کچھ بھی نقصان پہنچانے والا نہیں“ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ کافروں اور منافقوں کی سرگوشیاں اُنہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں، ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ رکھا ہو تو معاملہ مختلف ہو سکتا ہے۔ (4) مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا چاہیے، دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے لئے کافی ہے۔ (5) ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ”پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں“ ہر دور ہر زمانے میں مومنوں کو قادر مطلق پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے خفیہ سرگوشیوں کی حقیقت سے کیسے آگاہ کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ گناہ، زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی پر مبنی سرگوشیاں شیطانی کام ہے۔

(2) شیطان ہی سرگوشیوں پر آمادہ کرتا ہے۔(3) شیطان مومنوں کو غم میں مبتلا کرنے کے لیے سرگوشیوں پر آمادہ کرتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو غم سے بچانے کے لیے ان کے شعور کا رخ کس طرف موڑا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو غم سے بچانے کے لیے یہ واضح کیا ہے۔ کہ سرگوشیاں اور شیطانی تدابیر کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں جب تک اللہ نہ چاہے۔(2) دشمنوں کی حرکتوں سے پریشان نہ ہوں۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں۔ تمہارے دشمنوں کے ہاتھ میں اختیارات نہیں ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے غم کو اللہ پر توکل تک کیسے پہنچا دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات اور دشمنوں کے بے اختیار ہونے سے غم دور کر کے بھروسے تک پہنچا دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا شعور دلا کر غم کو توکل تک پہنچا دیا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہیں کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی پیدا کرے گا اور جب کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو، اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُن سے پوری طرح باخبر ہے“(11)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہیں کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی پیدا کرے گا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو!“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کے لئے ندا ہے کہ اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔(2) ﴿اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا﴾ ”جب تمہیں کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو“ کہ جب آپ لوگ مجلس میں بیٹھیں تو ایک دوسرے کا خیال کرتے ہوئے کشادگی پیدا کر دیں یہ آداب مجلس کا حصہ ہے اور یہ ان آداب میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھائے ہیں۔

(3) مجلس سے مراد ہر وہ Gathering ہے جہاں مسلمان اجر خیر اور علم کے حصول کے لیے جمع ہوں۔ خواہ یہ مجلس وعظ ہو یا جمعہ کی مجلس

ہو۔(تفسیر قرطبی)(4)جب بھی کسی مجلس میں لوگ اکٹھے بیٹھے ہوں اور جگہ بھر جائے تو آنے والوں کے لئے کشادگی پیدا کر دیں، یہ عمل کشادگی پیدا کرنے والوں کو نقصان نہیں دیتا، اسی کی یقین دہانی اور امر کی بشارت رب العزت نے دی ہے۔

(5)یعنی مجلس کا دائرہ تنگ کرو کہ بعد میں آنے والا کھڑا ہو یا کسی کو اٹھا کر بیٹھے دونوں باتیں ہی ناشائستہ اور ناپسندیدہ ہیں۔

(6)﴿يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی پیدا کرے گا'' یعنی تم نے اپنے بھائی کے لئے وسعت پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وسعت پیدا کرے گا۔(7)تمہاری قبروں میں، تمہارے دلوں میں، دنیا اور آخرت میں۔(تفسیر قرطبی:218/9)

(8)امام رازی رحمہ اللہ نے کہا: ہر اس چیز میں اللہ تعالیٰ وسعت دے گا جہاں انسان چاہتا ہے مکان میں، رزق میں، سینے میں، قبر میں، جنت میں۔(تفسیر رازی:269/29)(9)جزا عمل کی جنس سے ملے گی جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست کے ساتھ آسانی کی، تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانی پیدا فرمائے گا۔ اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔(ترمذی:2945)(ابن ماجہ:225)(ابن کثیر)

(10)نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد بنائی بکیر (راوی) نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی ایک مکان جنت میں اس کے لیے بنائے گا۔(بخاری:450)

(11)سیدنا ابو واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں تین اشخاص آئے۔ ان میں سے دو رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے اور ایک چل دیا پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے حلقہ میں گنجائش دیکھی تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا سب کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا جو تھا وہ لوٹ گیا۔ تو جب رسول اللہ ﷺ (وعظ سے) فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تمہیں تین آدمیوں کی حالت نہ بتاؤں کہ ان میں سے ایک نے اللہ تعالیٰ سے جگہ طلب کی اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دے دی۔ اور دوسرے نے شرم کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے شرم کی اور تیسرے نے منہ پھیر لیا تو اللہ نے بھی) اس سے منہ پھیر لیا۔''(بخاری، کتاب العلم:66، مسلم، کتاب السلام:5681)

(12)نبی ﷺ نے فرمایا بلا اجازت دو کے درمیان تفریق کرنا کسی کو حلال نہیں۔(ترمذی)

(13)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے، پھر وہ لوگ اس مجلس میں نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو وہ مجلس قیامت کے دن ان کے لیے باعث حسرت ہو گی۔''(مسند احمد:481/2، ح:10254)

سوال 2: مجلس کشادہ کرنے کے صلے میں خوش خبری دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کشادگی دے گا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کشادگی دے گا سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا جہاں بھی تم وسعت کے طلبگار ہو گے۔ رزق مانگو گے اس میں کشادگی دے گا، قبر میں کشادگی دے گا، گھروں میں کشادگی دے گا، دلوں میں کشادگی عطا کرے گا اور جنت میں وسعت اور فراخی

عطا فرمائے گا۔

سوال3:﴿وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا﴾ ''اور جب کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا﴾ ''اور جب کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ'' یعنی جب کسی سبب سے کسی ضرورت کے لئے، کسی کو مجلس سے اٹھنے کے لئے کہا جائے یا مجلس برخواست کرنے کو کہا جائے مثلاً نماز یا کسی خیر کے کام کے لئے۔

(2)﴿فَانْشُزُوْا﴾ ''تو اُٹھ جایا کرو'' تو فوراً اُٹھ جایا کرو یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ اس طرح کے معاملات کا لحاظ رکھیں۔

(3) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی آدمی (مجلس میں بیٹھے ہوئے) کسی شخص کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے، بلکہ تم پھیل جاؤ اور (دوسروں کو) جگہ دو۔'' (مسلم:5683، بخاری:6270)

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے بلکہ یوں کہے کہ پھیل جاؤ۔ (مسلم، کتاب السلام) (5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص جب کسی ضرورت کے لئے اپنی جگہ سے اٹھے پھر واپس آئے تو اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (مسلم:5689)

سوال4: مسلمانوں کو اٹھ جانے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: مسلمانوں کو یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے اٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس طرح ان لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی جو نبی ﷺ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتے تھے۔

سوال5: مسلمانوں کو مجلس کے آداب سکھائے گئے ہیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مجلس میں پہنچ کر اہل مجلس کو سلام کیا جائے۔

(2) جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہیے۔ دوسروں کو تنگ نہیں کرنا چاہیے۔ نہ اس بات میں اپنی ہتک محسوس کرنی چاہیے۔

(3) اہل مجلس جب دیکھیں کہ جگہ تنگ ہو رہی ہے اور نئے آنے والوں کو جگہ نہیں مل رہی تو انہیں مجلس کا حلقہ وسیع کر لینا چاہیے۔ یا اگر جمعہ وغیرہ کا اجتماع ہو تو سکڑ کر اور سمٹ کر بیٹھ جانا چاہئے تاکہ آنے والوں کے لیے جگہ بن جائے۔

(4) ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو کر بیٹھے یا جیسے خطبہ جمعہ میں اکثر لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ امام کے قریب ہو کر بیٹھیں۔ تو ایسی صورت میں کسی کے لیے، خواہ وہ عزت اور مرتبہ میں بڑا ہو، یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جائے۔ (5) حفظ مراتب کا بھی ایک مقام ہے۔ اگر کوئی چھوٹا کسی بڑے کو آتے دیکھ کر ازراہِ تواضع اور آنے والے کا احترام کرتے ہوئے اپنی جگہ اس کے لیے چھوڑ کر خود پیچھے ہٹ جائے تو یہ چیز چھوٹے کی عزت اور درجات کی بلندی کا سبب بن جائے گا اور رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں اکثر ایسا ہوتا تھا۔ (6) اگر کوئی شخص مثلاً خطبہ جمعہ میں وضو ٹوٹ جانے یا کسی اور وجہ سے اپنی جگہ سے اٹھ جاتا ہے اور وضو کر کے

واپس آتا ہے تو کوئی دوسرا اس کی جگہ پر قبضہ نہ جمالے۔ بلکہ پہلا شخص ہی اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔

(7) اگر امیر مجلس، مجلس کو برخاست کرنے اور چلے جانے کا حکم دے یا کسی ایک شخص کو کسی مصلحت کی بنا پر چلے جانے کو کہے تو اسے اس حکم میں نہ عار محسوس کرنی چاہیے اور نہ اسے اس کی تعمیل میں اپنی توہین یا ہتک محسوس کرنا چاہیے۔

(8) اگر کھانا کھانے کی مجلس ہو تو کھانے سے فراغت کے بعد باتوں میں مشغول ہو کر میزبان کو پریشان اور تنگ نہ کرنا چاہیے بلکہ فراغت کے بعد جلد اجازت لے کر رخصت ہو جانا چاہیے۔ (تیسیر القرآن:397/8)

سوال 6: ﴿يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ‌ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ‌ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا'' رب العزت نے فرمایا ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند کر دیئے جائیں گے۔ یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ مجلسوں میں ہم سے جگہ دلوائی گئی، اور ہمیں اٹھا دیا گیا اس سے ہماری توہین ہوئی، نہیں نہیں، اس سے تمہاری عزت میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا درجہ بلند ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکی رائیگاں نہیں جانے دے گا، بلکہ اس کا دنیا اور آخرت میں اجر عطا فرمائے گا، کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنے کے لئے مسکینی اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توقیر بڑھا دیتا ہے۔ اور اس کی نیک شہرت کر دیتا ہے۔ دنیا میں اس کا نام پھیلا دیتا ہے۔ دنیا عزت و محبت سے اس کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ (سراج المنیر:2021/2)

(2) سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نافع بن عبد الحارث نے مقام ''عسفان'' میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ وادی مکہ میں اپنا قائم مقام کس کو بنا کر آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں ابن ابزیٰ کو قائم مقام بنا کر آیا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، ابن ابزیٰ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایک آزاد کردہ غلام کو اپنا قائم مقام بنا آئے ہو؟ انھوں نے عرض کی، امیر المومنین! اس لیے کہ وہ کتاب اللہ کا قاری ہے، میراث کا عالم ہے اور قاضی ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''اس کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو سربلندی عطا فرما دیتا ہے اور کچھ کو اس سے (اعراض کرنے کی وجہ سے) پست کر دیتا ہے۔'' (مسند احمد:234/1)

(3) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح مجھے تم میں سے کم ترین شخص پر۔'' مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمان و زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں بلوں میں اور مچھلیاں سمندر کے اندر لوگوں کو علم سکھانے والوں کے لیے

رحمت کی دعا کرتی رہتی ہیں۔" (4) اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے درجے ان کے ایمان اور علم کے مطابق بلند کرتا ہے۔

سوال 7: یہاں درجے بلند کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اس سے مراد اہل ایمان اور اہل علم کے درجات کی بلندی ہے۔ علم درجات کی بلندی کا باعث بنتا ہے۔

سوال 8: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ "اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُن سے پوری طرح باخبر ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ "اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُن سے پوری طرح باخبر ہے" پس وہ ہر عمل کرنے والے کو ان کے عمل کی جزا دے گا، اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھی جزا ہوگی اور اگر برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں علم کی فضیلت کا اثبات ہے، نیز یہ کہ علم کی زینت اور اس کا ثمرہ، اس کے آداب کو اختیار اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2724,2723/3)

(2) اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کا علم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ کون بلند درجات کا حق دار ہے اور کون نہیں؟

سوال 9: اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مجلسی معاملات کے حوالے سے بیٹھنے اور اٹھ جانے سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ایمان اور علم والوں کے درجات کی بلندی سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ تمہارے تمام اعمال کی اللہ کو خبر ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے کوئی سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ پیش کیا کرو، یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر اور بہت پاکیزہ ہے پھر اگر نہ پاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (12)

سوال 1: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے کوئی سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ پیش کیا کرو، یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر اور بہت پاکیزہ ہے پھر اگر نہ پاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے کوئی سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ پیش کیا کرو" اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لئے یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دیں۔

(2) مسلمان نبی ﷺ سے بہت زیادہ سوالات کرتے تھے جو بعض اوقات آپ ﷺ کے لئے گراں ہو جاتے۔رب العزت نے آپ ﷺ کا بوجھ ہلکا کردیا۔جب یہ حکم نازل ہوا تو بہت سے لوگ غیر ضروری سوالات کرنے سے رک گئے۔

(3)﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ﴾ ''یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر اور بہت پاکیزہ ہے'' رب العزت نے سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کا یہ عمل اہل ایمان کے لئے زیادہ بہتر اور پاکیزہ ہے یعنی ایسا کرنے سے آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر اور بھلائی میں اضافہ ہوگا اور ہر قسم کی گندگی سے طہارت نصیب ہوگی۔

(4) رسول اللہ ﷺ کا ادب واحترام ترک کر کے ہی بے فائدہ سرگوشی ممکن ہوتی تھی۔ یہ ایسی گندگی ہے جس سے صدقہ کرنے سے طہارت مل سکتی ہے۔(5) جب سرگوشی سے پہلے صدقے کا حکم دیا گیا تو یہ علم اور خیر و بھلائی کی جانچ پرکھ کے لئے کسوٹی بن گئی۔جس کا مقصد محض رسول اللہ ﷺ سے باتیں کرنا ہو وہ نبی ﷺ کی تکلیف کا احساس نہیں کر سکتا۔سرگوشی سے پہلے صدقے کے حکم نے ایسے لوگوں کو کثرت کلام سے روک دیا۔

(6)﴿فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''پھر اگر نہ پاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' جس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو اللہ تعالیٰ نے اسے تنگی میں مبتلا نہیں کیا۔اس کو معاف کردیا کیونکہ وہ رحیم اور شفیق ہے۔ایسے شخص کے لئے صدقے کے بغیر سرگوشی کو مباح ٹھہرایا ہے۔

سوال 2: سرگوشی سے پہلے صدقہ دینے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ ہر مسلمان رسول اللہ ﷺ سے تنہائی میں بات چیت کرنے کی خواہش رکھتا تھا جس سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی۔منافقین رسول اللہ ﷺ سے ویسے ہی بات چیت کرنے میں مصروف رہتے تھے جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی۔اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کردیا تاکہ رسول اللہ ﷺ سے عام بات چیت کے رجحان کو ختم کیا جائے۔

سوال 3: سرگوشی سے پہلے صدقہ دینا بہتر اور پاکیزہ تر ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: صدقہ دینا اس اعتبار سے بہتر اور پاکیزہ تر ہے کہ اس سے غریب مسلمانوں کو فائدہ ہوتا ہے اور نیک عمل سے انسان کا نفس پاک ہوتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کے لیے صدقہ کا حکم دے کر اپنی رحمت کی کیونکہ اس سے غریب مسلمانوں کا فائدہ ہوتا ہے اور دینے والے کا نفس پاک ہوتا ہے۔اس حکم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) صدقے کا مال نہ پانے پر اللہ نے اپنے غفور ہونے یعنی اپنی بخشش کا شعور دلایا ہے۔

﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''کیا تم ڈر گئے ہو کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات پیش کرو سو جب تم نے ایسا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف کر دیا ہے تو تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' (13)

سوال 1: ﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈر گئے ہو کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات پیش کرو سو جب تم نے ایسا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف کر دیا ہے تو تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ﴾ ''کیا تم ڈر گئے ہو کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات پیش کرو'' یعنی کیا تم فقر و فاقہ سے ڈر گئے کہ ہر بار سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنا ہوگا۔ (2) یعنی کیا تمہیں لگا کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے۔

(3) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً﴾ ''اے ایمان والو! جب رسول اللہ (ﷺ) سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو'' (المجادلہ:12)، نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''تمہاری کیا رائے ہے، ایک دینار صدقہ مقرر کر دوں؟'' میں نے کہا: لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے، آپ نے فرمایا: ''تو کیا آدھا دینار مقرر کر دوں؟ میں نے کہا: اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر کتنا کر دوں؟'' میں نے کہا: ایک جو کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم تو بالکل ہی گھٹا دینے والے نکلے''، اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ﴾ ''کیا تم اس حکم سے ڈر گئے کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقے دے دیا کرو'' (المجادلہ:13) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ نے میری وجہ سے فضل فرما کر اس امت کے معاملے میں تخفیف فرما دی (یعنی اس حکم کو منسوخ کر دیا)۔ (جامع ترمذی:3300)

(4) ﴿فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا﴾ ''سو جب تم نے ایسا نہیں کیا'' خیر ہے اگر تم سے اس حکم پر عمل نہیں ہو سکا تو۔

(5) ﴿وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف کر دیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے بھی اس کام میں تمہاری مشقت دیکھتے

ہوئے صدقہ کرنا تمہیں معاف کر دیا۔(6)﴿فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''توتم نماز قائم کرو'' رب العزت نے باقی فرائض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے پہلے فرض کا حکم دیا کہ نماز قائم کرو یعنی نماز کو اس کے ارکان، شرائط اور تمام حدود کے ساتھ ادا کرو۔

(7)﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ دیتے رہو'' یعنی مستحق لوگوں کو فرض زکوٰۃ ادا کرو۔

(8)﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کو دل کی سچائی سے مانیں اور ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہو۔

(9)اطاعت میں حکم ماننا، اور نواہی سے اجتناب کرنا، ان کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کرنا سب شامل ہے۔

(10)﴿وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ دل سے ماننے اور احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو خوب جانتا ہے۔ اعمال خواہ کسی طرح سے بھی واقع ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کا خوب علم رکھتا ہے وہ اعمال کی جزا عمل کے مطابق دے گا۔

(11)﴿یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ﴿۶﴾ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾﴾ ''جس دن لوگ الگ الگ پلٹیں گے تا کہ اُن کے اعمال اُن کو دکھائے جائیں۔ تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:7،6)

(12)﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾﴾ ''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی۔ اور بلاشبہ اُس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔'' (النجم:39-41)

سوال 2: مسلمان سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے سے کیوں ڈر گئے تھے؟

جواب: یہ خوف رسول اللہ ﷺ سے تعلق کی وجہ سے بھی تھا کہ اس تعلق میں کمی آجائے گی۔ دوسرے مالی مجبوریوں کی وجہ سے تھا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو معاف کر دیا سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے تخفیف کر کے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے کن کاموں کو صدقے کا بدلہ بنا دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنے کو صدقے کا بدل بتا دیا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور کیسے دلایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کے ڈر سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ تمہارے چھپے ہوئے ڈر کی اللہ کو خبر ہے۔

## رکوع نمبر 3

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے وہ نہ ہی تم میں سے ہیں اور نہ ہی اُن میں سے ہیں اور وہ جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' (14)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے وہ نہ ہی تم میں سے ہیں اور نہ ہی اُن میں سے ہیں اور وہ جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے'' یعنی اے ہمارے رسول آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے یعنی منافقوں کو جو ان لوگوں کو دوست بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئے یعنی یہودی۔

(2) منافقوں کی اصل دوستی یہودیوں سے تھی۔ منافقوں اور یہودیوں میں قدر مشترک رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی دشمنی تھی۔

(3) ﴿مَا هُمْ مِّنْكُمْ﴾ ''وہ نہ ہی تم میں سے ہیں'' یعنی یہ منافق تم میں سے یعنی مومنوں میں سے نہیں۔ ﴿وَلَا مِنْهُمْ﴾ ''اور نہ ہی اُن میں سے ہیں'' اور نہ ہی یہودیوں میں سے ہیں، ان کا باطن یہودیوں کے ساتھ ہے اور ظاہر میں وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا﴾ ''وہ درمیان ہی میں ڈانواڈول ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔'' (النساء: 143) (5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہے کبھی اس ریوڑ میں چرتی ہے کبھی اس ریوڑ میں۔'' (صحیح مسلم: 7043)

(6) ﴿وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور وہ جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' یہودیوں کے ایمان کے زبانی دعوؤں پر سے مسلمانوں کا اعتماد ختم ہو گیا تھا، مسلمانوں سے وہ کئی قسم کے مفادات حاصل کر رہے تھے اس وجہ سے انہیں جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلانا پڑتا تھا۔ یہودیوں کو قسمیں کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم دل سے آپ لوگوں کے ساتھ

ہیں اور مسلمانوں کو کہتے تھے کہ ہم سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور سچے اطاعت گزار ہیں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی؟ وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے، یقیناً اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے۔'' (الحشر:11)

(8) ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بلاشبہ یقیناً آپ اُس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (المنافقون:1)

سوال 2: کس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا؟

جواب: قرآن مجید کے مطابق یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔

سوال 3: یہودیوں سے دوستی کرنے والے کون لوگ تھے؟

جواب: یہودیوں سے دوستی کرنے والے منافق تھے۔

سوال 4: یہ آیات کس دور میں نازل ہوئیں؟

جواب: یہ آیات اس دور میں نازل ہوئیں جب مدینہ میں منافقین کا زور تھا اور یہودیوں کی سازشیں عروج پر تھیں۔ اور ابھی انہیں جلاوطن نہیں کیا گیا تھا۔

سوال 5: منافقین کے دین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ یہ منافق نہ تو مسلمان ہیں اور نہ یہ یہودی ہیں اپنے دین کے لحاظ سے۔

﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے بہت سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بہت بُرا ہے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں'' (15)

سوال: ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے بہت سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بہت بُرا ہے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے بہت سخت عذاب تیار کر رکھا ہے'' رب العزت نے جھوٹے اور خیانت کار منافقوں کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾ ''یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔'' (النساء:145)

(3) ﴿اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''بہت بُرا ہے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں'' ان کے اعمال بہت ہی برے ہیں، جن کی وجہ سے ان پر دردناک عذاب ہوگا۔ ان کے برے اعمال میں کافروں سے دوستانہ تعلقات، مسلمانوں کی مخالفت، کافروں کی خیر خواہی، مسلمانوں کو دھوکہ دینا وغیرہ ایسے اعمال ہیں جو بہت ہی برے ہیں۔

## ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں پس اُن کے لیے رُسوا کن عذاب ہے'' (16)

سوال1: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں پس اُن کے لیے رُسوا کن عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾ ''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے'' منافق اپنی قسموں کے ذریعے مسلمانوں کی گرفت سے اپنے آپ کو، اپنی جان اور مال کو بچاتے ہیں۔

(2) ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۖ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۖ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۙ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (95) يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (96)﴾ ''جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے عنقریب وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو سو تم ان سے اعراض ہی کرلو، یقیناً وہ گندے ہیں اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں۔ وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سو تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہ ہوتا۔'' (التوبۃ:96,95)

(3) اور دوسری طرف ﴿فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں'' منافق اسلام مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف شکوک وشبہات اور وسوسے پیدا کرتے ہیں تاکہ لوگ اسلام قبول کرنے سے رک جائیں۔

(4) ﴿فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''پس اُن کے لیے رُسوا کن عذاب ہے'' انہوں نے کفر کو دل میں چھپایا اور ایمان ظاہر کیا، جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو اپنی وفاؤں کا یقین دلایا اور آہستہ آہستہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیا۔ رب العزت کے نام کی جھوٹی قسمیں کھا کر اس کی توہین کی۔ اس لئے ان پر قیامت کے دن ذلت والا عذاب مسلط ہوگا جو کبھی ان سے علیحدہ نہ ہوگا اور انہیں کبھی مہلت نہیں دی جائے گی۔

سوال 2: منافق لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے کیسے روکتے ہیں؟

جواب: منافقوں کی وجہ سے بہت سے وہ لوگ جو حقیقت کو نہیں جانتے دھوکے میں آجاتے ہیں اوران کی باتوں میں آکر اسلام قبول کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یوں یہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے مجرم بن جاتے ہیں۔

﴿لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

”اُن کے مال اوراُن کی اولاد اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ہرگز اُن کے کچھ کام نہیں آئیں گے یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں“ (17)

سوال: ﴿لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ”اُن کے مال اوراُن کی اولاد اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ہرگز اُن کے کچھ کام نہیں آئیں گے یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا﴾ ”اُن کے مال اوراُن کی اولاد اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ہرگز اُن کے کچھ کام نہیں آئیں گے“ یعنی جب اللہ تعالیٰ انہیں توہین آمیز عذاب دے گا توان کے مال اوران کی اولاد ان کے کسی کام نہیں آئے گی اور نہ وہ ان کی نصرت کرکے ان سے عذاب کو ہٹا سکیں گے۔ نہ ان کی جانب سے ثواب انہیں پہنچے گا۔

(2) ﴿اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ”یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں“ یہ لوگ توہین آمیز آگ کے عذاب میں رہیں گے، وہاں سے کبھی نکل نہیں پائیں گے، نہ وہاں انہیں موت آئے گی نہ وہ جئیں گے۔ اس آگ میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

﴿یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾

”جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا تو وہ اُس کے سامنے بھی قسمیں کھائیں گے جیسے وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور وہ گمان کریں گے کہ یقیناوہ کسی (دلیل پر قائم) ہیں۔ سن لو! بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں“ (18)

سوال 1: ﴿یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ

﴿الْكٰذِبُوْنَ﴾ ”جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا تو وہ اُس کے سامنے بھی قسمیں کھائیں گے جیسے وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور وہ گمان کریں گے کہ یقیناوہ کسی (دلیل پر قائم) ہیں۔سن لو! بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا﴾ ”جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا“ یعنی جب اللہ تعالیٰ ان سب کو اس حالت میں اٹھائے گا جس میں ان کو موت آئی تھی۔

(2)﴿فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ﴾ ”تو وہ اُس کے سامنے بھی قسمیں کھائیں گے جیسے وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں“ منافقوں نے ساری زندگی جھوٹ پر بسر کی، دنیا میں ایمان والوں کو دھوکہ دیا، تو جب اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کر کے اٹھائیں گے تو وہ اسی طرح قسمیں کھائیں جیسے دنیا میں جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو اپنی وفاؤں کا یقین دلاتے تھے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجروں میں سے ایک حجرے کے سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔سائے والی جگہ کم تھی اور لوگ بمشکل اس میں پناہ لیے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: ”دیکھو! ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جو تمہاری طرف شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے، وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔“ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں ایک نیل گوں آنکھوں والا شخص آ گیا۔رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا: ”تو اور فلاں فلاں مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو؟“ آپ نے ان کے نام لیے۔اس نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں، میں انہیں لے کر آتا ہوں، پھر وہ انہیں لے کر آیا اور انہوں نے اللہ کی قسمیں کھائیں (کہ ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی) اور انہوں نے آپ ﷺ سے معذرت کی۔چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مسند احمد:2411)

(4)﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۲۳) اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ”پھر ان کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔آپ دیکھیں کیسے وہ جھوٹ بولیں گے اور وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔“ (الانعام:24,23)

(5)﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ”وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں خوش کریں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ اُنہیں خوش کریں، اگر وہ ایمان لانے والے ہیں۔“ (التوبۃ:62)

(6)﴿وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ﴾ ”اور وہ گمان کریں گے کہ یقیناوہ کسی (دلیل پر قائم) ہیں“ وہ اپنی قسموں کے بارے میں سمجھیں گے کہ وہ کسی چیز پر قائم ہیں کیونکہ ان کا جھوٹ نفاق اور ان کے غلط عقائد ان کے دلوں میں آہستہ آہستہ اتر کر جگہ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی سمجھتے رہے کہ وہ بالکل درست موقف پر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بول کر فائدہ اٹھا لیں گے۔تو رب العزت نے فرمایا:

(7)﴿اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ ”سن لو! بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں“ رب العزت نے ان کے بارے میں واضح فرمایا کہ یہ جھوٹے لوگ

ہیں، نا قابل اعتماد ہیں۔

سوال 2: قیامت کے دن کوئی چیز چھپی نہ رہے گی پھر بھی منافق دل کی خرابی کو چھپا کر جھوٹی قسمیں کھائیں گے اس سے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں کیا واضح کیا ہے؟

جواب: (1) اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ منافق انتہائی بدبخت اور سنگدل لوگ ہیں۔ (2) منافق جھوٹے ہیں۔

﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

''شیطان اُن پر غالب آچکا ہے، سو اُس نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی، یہی لوگ شیطانی گروہ ہیں سن لو! شیطان کا گروہ ہی یقیناً خسارہ پانے والا ہے'' (19)

سوال 1: ﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''شیطان اُن پر غالب آچکا ہے، سو اُس نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی، یہی لوگ شیطانی گروہ ہیں سن لو! شیطان کا گروہ ہی یقیناً خسارہ پانے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ﴾ '' شیطان اُن پر غالب آچکا ہے'' اِسْتَحْوَذَ۔ حَاذَ بمعنی سختی کے ساتھ ہانکنا، اور ﴿حَاذَ الدَّابَّةَ﴾ بمعنی جانور کو تیزی سے چلانا، اور اِسْتَحْوَذَ کے معنی کسی پر مسلط ہو کر اسے سختی سے ہانکنا ہے۔ کہتے ہیں ﴿استحوذ العیر علی الاتان﴾ یعنی گدھے کا گدھی کی پشت پر چڑھ کر اسے دونوں جانب سے دبا لینا ہے (مفردات) یعنی شیطان نے ان منافقوں پر مسلط ہو کر انہیں کچھ اس طرح سے جکڑ رکھا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتا اور وہ اس کے آلہ کار بن کر رہ گئے ہیں۔ (تفسیر تیسیر القرآن)

(2) ﴿فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ﴾ ''سو اُس نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی'' یعنی شیطان نے ان کے دل مٹھی میں لے کر انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی۔ یعنی انہیں اللہ تعالیٰ سے ہی غافل کر دیا۔

(3) ﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ﴾ ''یہی لوگ شیطانی گروہ ہیں'' یعنی یہ شیطان کے پیروکار اور اس کا قبیلہ اور اس کا لشکر ہیں۔ (فتح القدیر: 237/5)

(4) ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنا لو اُسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔'' (فاطر: 6)

(5)﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''سن لو! شیطان کا گروہ ہی یقیناً خسارہ پانے والا ہے'' اس میں کوئی شک نہیں شیطانی لشکرنا کام ونامراد رہتا ہے۔

(6) جولوگ شیطان کے پیروکار بن جاتے ہیں وہ اپنے گھر بار دین اور دنیا کے معاملات میں خسارے میں رہتے ہیں۔

سوال 2: شیطان انسان پر کیسے غالب آتا ہے؟

جواب: (1) ابوالعلاء سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شیطان میرے اور میری نماز وقرأت میں حائل ہوجاتا ہے اور مجھے قرآن بھلادیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شیطان کا نام خنزب ہے جب تجھے اس شیطان کا اثر معلوم ہو تو اللہ کی پناہ مانگ اس سے اور بائیں طرف تین بار تھوک۔'' (نماز کے اندر ہی) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایسا ہی کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو مجھ سے دور کردیا۔ (مسلم:5738)

(2) سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''تین آدمی کسی بستی یا جنگل میں ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان مسلط ہوجاتا ہے، لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو، اس لیے کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہوتی ہے۔'' زائدہ کا بیان ہے: سائب رحمہ اللہ نے کہا: جماعت سے مراد نماز با جماعت ہے۔ (ابوداؤ:547)(نسائی:848)

(3) نسفی رحمہ اللہ نے کہا شاہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، شیطان کے بندے پر غلبے کی علامت ہے کہ وہ کھانے پینے اور لباس میں مشغول ہوجاتا ہے، اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور اس کے شکر کو قائم کرنے سے اور زبان اپنے رب کے ذکر سے محروم ہوجاتی ہے اور اس کے بدلے میں اس کی مشغولیت جھوٹ، غیبت اور بہتان میں ہوجاتی ہے اس طرح اس کا دل تفکر سے محروم ہوجاتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:5804,5803/10)

سوال 4: شیطان نے منافقوں کو کیسے گھیر لیا ہے؟

جواب: (1) شیطان نے ان چیزوں سے غافل کردیا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(2) شیطان نے تمناؤں اور آرزوؤں سے انہیں گھیر لیا ہے۔

(3) شیطان نے مغالطوں سے انہیں گھیر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں برائی خوبصورت نظر آتی ہے۔ (4) شیطان نے اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلادیا ہے۔

سوال 5: شیطانی لشکر یعنی منافقین کا گروہ کیسے خسارے کو پہنچنے والا ہے؟

جواب: شیطانی لشکر یعنی منافقین کا گروہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول کر، دنیا وآخرت میں جھوٹی قسمیں کھا کر، گمراہی کا سودا کرکے مکمل خسارے کو پہنچنے والا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ﴾

’’یقیناجولوگ اللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں‘‘ (20)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ﴾ ’’یقینا جولوگ اللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ’’یقینا جولوگ اللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں‘‘ یعنی جولوگ حق سے دوراور ہدایت سے محروم ہیں وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی مخالفت پراتر آتے ہیں۔اس میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو کفراورنافرمانی کے لیے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرتے ہیں۔

(2) یعنی وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ سے ایسی شدید مخالفت رکھتے ہیں کہ اب اللہ والوں کے ساتھ ان کامل کر رہنا مشکل ہوگیا ہے۔شدید مخالفت نے انہیں دوسرے کنارے پر پہنچادیا۔

(3) وہ اوامرونواہی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں۔انہیں جب دین حق کی طرف بلایا جاتا ہے وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔اس مخالفت کی وجہ سے وہ بے یارومددگار رہ جائیں۔

(4) ﴿اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ﴾ ’’وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں‘‘ وہ لوگ ذلیل اور بے وقعت لوگوں میں شامل ہیں۔اوراللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں یعنی نہ ان کا انجام اچھا ہے اورنہ ان کی مدد کی جائے گی۔رب العزت نے فرمایا: ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ ’’اے ہمارے رب! بے شک جس کوتونے آگ میں ڈالا تو اُس کوتونے واقعی رُسوا کر دیا،اورظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔‘‘ (آل عمران:192)

(5) ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ﴾ ’’کیاانہوں نے نہیں جانا کہ یقیناوہ جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کا مقابلہ کرے توبلاشبہ اُس کے لیے جہنم کی آگ ہے،اس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، یہ بہت بڑی رُسوائی ہے۔‘‘ (التوبہ:63) (6) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ’’یقیناجو لوگ اللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں،ذلیل کیے جائیں گے جیسےاُن سے پہلے کے لوگ ذلیل کیے گئے۔‘‘ (المجادلہ:5)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کا کیاانجام ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے بھی اسی طرح ذلیل ورسواہوں گے جیسے پہلی امتوں کے لوگ ذلیل ہوئے تھے۔(2) مخالفین کے حصے میں دنیاوآخرت میں رسوائی کے سوا کچھ نہ آئے گا۔

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾

''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے'' (21)

سوال1: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے'' اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے جس کی تحریر میں ردوبدل ممکن نہیں کہ میں اور میرا رسول غالب رہیں گے دلیل اور تلوار سے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ سَبَقَتۡ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِيۡنَ (۱۷۱) اِنَّهُمۡ لَهُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَ (۱۷۲) وَاِنَّ جُنۡدَنَا لَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ (۱۷۳)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے ہی صادر ہو چکا۔ یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے۔'' (الصافات: 171-173)

(3) ﴿اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔'' (المومن: 51)

(4) ﴿اِنۡ يَّنۡصُرۡكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَـكُمۡ ۚ وَاِنۡ يَّخۡذُلۡكُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِىۡ يَنۡصُرُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟ اور ایمان والوں پر تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔'' (آل عمران: 160)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے'' یہ ایسی ہستی کا وعدہ ہے جو طاقت ور اور غالب ہے۔ (6) اسی کے لئے امر یعنی حکم ہے وہ اتنا قوی ہے کہ اپنے رسولوں کی مدد کر سکتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيۡـــًٔا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ﴾ ''یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہو جاتی ہے'' (یٰسین: 82) (7) وعدہ اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہے جو کچھ انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں ان کی اتباع کرتا ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ میں شامل ہو گیا جو فلاح یاب لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان کے لئے فتح و نصرت اور دنیا و آخرت میں غلبہ ہے۔ یہ ایسا وعدہ ہے جس کی خلاف ورزی کی جائے گی نہ اس میں تغیر و تبدل کیا جائے گا کیونکہ یہ ایسی ہستی کا وعدہ ہے جو سچی، نہایت طاقت ور اور غالب ہستی ہے، وہ ہستی جو چاہتی ہے وہ چیز اسے عاجز اور بے بس نہیں کر سکتی۔ (تفسیر سعدی: 3/2727،2728)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے قوی اور عزیز ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے تقدیری فیصلے سے اپنے عزیز ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ سب پر غالب ہے جو چاہے فیصلے کر سکتا ہے، اور وہ قوی ہے اپنے فیصلوں کو بزور نافذ کروا سکتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے قوی اور عزیز ہونے سے اس کے فیصلوں کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے قوی اور عزیز ہونے سے اس کے فیصلوں کے محکم، اٹل اور ان کے ناقابل تغیر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

”آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے اور اُنہیں وہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کے گروہ کے لوگ ہی یقیناً فلاح پانے والے ہیں“ (22)

سوال1: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ ”آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ ”آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو“ یعنی آپ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان والوں کو کبھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھنے والے نہیں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے مخالفت کرنے

والوں سے محبت دو متضاد باتیں ہیں جو ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

(2) ایمان اور کفار سے دوستی یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جن لوگوں نے اسلام اور مخالفین اسلام سے بیک وقت رشتے جوڑ رکھے ہیں، تو وہ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے نہیں ہیں۔ اور جو سچے مومن ہیں انہوں نے یہ رشتے محض اسلام کی محبت کے لیے قطع کر ڈالے ہیں۔ (تفسیر ترجمان القرآن: 462,461/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (آل عمران: 28)

(4) اے نبی! آپ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔ یعنی یہ دونوں رویے ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ایمان کے تقاضوں اور اس کے لوازم پر عمل نہیں کرتا۔ ایمان کو قائم کرنے والے کے ساتھ محبت اور موالات رکھنا یہ ہے کہ اس شخص کے ساتھ بغض اور عداوت رکھی جائے جو ایمان کو قائم نہیں کرتا، خواہ وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 2729,2728/3)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ ''تمہارے لئے ابراہیم میں اور جو لوگ اُس کے ساتھ تھے اُن میں یقیناً اچھا نمونہ ہے، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو، ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (نمونہ نہیں) کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا اور نہیں میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی جانب ہم نے رجوع کیا ہے اور تیری ہی جناب میں ہماری واپسی ہے۔'' (الممتحنۃ: 4)

سوال 2: انسان اپنے والدین، بھائیوں اور بیٹوں کی محبت کو اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے ہوں کیوں ترجیح نہیں دے سکتا؟

جواب:(1)مومنوں کوایمان کی صحبت اہل خاندان کی محبت سے روکتی ہے۔(2)سچاایمان ترجیحات بدل دیتا ہے۔

(3)ایمان کی محبت اورایمان کی رعایت خاندان کی محبت اوررعایت سے زیادہ ضروری ہے۔

(4)﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگرتمہارے باپ اورتمہارے بیٹے اورتمہارے بھائی اورتمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اوروہ اموال جوتم نے کمائے ہیں اوروہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہواوروہ گھرجنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول اوراُس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (التوبہ:24)

سوال3:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت کومخالف رشتے داروں کی محبت کے مقابلے میں کیسے ترجیح دی؟

جواب:(1)مسلمانوں نے اپنے باپ، بیٹے، بھائی، چچا، ماموں اوردیگر رشتہ داروں کوقتل کرنے سے گریز نہیں کیا۔جب ان کے رشتہ داروں نے کافروں کے ساتھ شامل ہوکراہل اسلام سے جنگ کی۔

2۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کے بارے میں مشورہ دیا تھا کہ ہرکوئی اپنے رشتہ دار کوخود قتل کرے۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب قیدی گرفتار ہوکر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا:''تمہاری ان قیدیوں کے بارے میں کیارائے ہے؟'' توسیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا،اے اللہ کے نبی!وہ ہمارے چچازاد اورہماری برادری کے لوگ ہیں،لہٰذا میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں،اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اس مال سے کافروں کے مقابلے میں ہماری دفاعی قوت مضبوط ہوگی۔دوسرا فائدہ یہ کہ ممکن ہے اللہ ان قیدیوں کواسلام کی طرف لاکر ہدایت سے نوازدے۔اب رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے) پوچھا:''اے ابن خطاب!تمہاری کیارائے ہے؟''عمر رضی اللہ عنہ نے (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے کی نفی کرتے ہوئے کہا) کہا نہیں، اللہ کی قسم!اے اللہ کے رسول!میری رائے وہ نہیں ہے جوابوبکر کی ہے،میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان قیدیوں کو ہمارے سپرد کردیں تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑادیں۔ علی کا بھائی عقیل اس کے سپرد کیا جائے،وہ اس کی گردن اڑائے اورمیرے فلاں عزیز کومیرے سپرد کیجیے میں ان کی گردن اڑاتا ہوں،کیونکہ یہ لوگ کفر کے سرداراورکفار کے رؤسا ہیں۔(مسلم:4588)

سوال4:﴿اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اوراُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے اوراُنہیں وہ ایسی

جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کے گروہ کے لوگ ہی یقیناً فلاح پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق سے ان کے دلوں میں ایمان کو جما دیا ہے۔ (اضواء البیان: 557/7) (2) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایمان پر ثبات عطا کیا ہے۔ اور ان کے دلوں میں ان کو جما دیا ہے۔ وہ مومن یقین میں پختہ اور مخلص ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر: 325/3)

(3) یہ ہے وہ حقیقی ایمان، جس کا پھل ملتا ہے اور جس سے مقصود حاصل ہوتا ہے۔ اس وصف کے حامل وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے، یعنی اس کو راسخ اور ثابت کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں شجر ایمان کو اگا دیا ہے جو کبھی متزلزل ہو سکتا ہے نہ شکوک وشبہات اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2729,2728/3)

(4) ﴿وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ﴾ ''اور اُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے'' یہ وہ لوگ ہیں یعنی اپنی نصرت اور تائید سے ان کو قوت دی۔ (تفسیر کبیر: 29/ 277)

(5) حسن رحمہ اللہ نے کہا اپنی نصرت سے۔ سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے کہا قرآن اور اس کے دلائل سے۔ ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا: نور، ایمان، برہان اور ہدایت سے اور یہ بھی کہا گیا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور کچھ لوگوں نے کہا جبریل سے ان کو تقویت دی۔ (تفسیر قرطبی: 226/9)

(6) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے روح کے ذریعے سے طاقت ور بنایا ہے یعنی اپنی وحی، اپنی معرفت، مدد الٰہی اور اپنے احسان ربانی کے ذریعے سے تائید کی۔ (تفسیر سعدی: 2728/3)

(7) ﴿وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ''اور اُنہیں وہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں سدا بہار باغوں میں بسائیں گے، جہاں نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں انہیں ابدی زندگی ملے گی، جہاں انہیں ایسی نعمتیں عطا کی جائیں گی جن سے آنکھیں لطف اندوز ہوں گی اور وہ انہیں پسند کریں گے، جہاں سے وہ جو چاہیں گے پائیں گے۔ جہاں سے وہ کبھی نکالے نہیں جائیں گے۔

(8) ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے'' ان کے لئے ایک سب سے بڑی اور افضل ترین نعمت ہو گی اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رضا نازل فرمائے گا اور ان سے کبھی ناراض نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جو اکرام وتکریم کی مختلف انواع سے نوازے گا، ان کو جو وافر ثواب عطا کرے گا، جو بے پایاں عنایات سے بہرہ مند اور ان کے درجات بلند کرے گا، وہ اس پر اپنے رب سے راضی ہوں گے، وہ اس طرح کہ ان کے مولا نے جو کچھ ان کو عطا کیا ہو گا، اس کی کوئی انتہا ان کو نظر نہیں

آئے گی۔(تفسیر سعدی:2729,2728/3) یہ صحابہ کی شان ہے جن سے ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(9)﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ﴾''یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں'' یہی تو اللہ کا لشکر ہے جن کے لئے کامیابی ہے۔

(10)اللہ تعالیٰ کا لشکر سے مراد اس کے نیک بندے ہیں جو سعادت منداور صاحب نصیب ہیں۔

(11)اس سے مراد مومن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

(12)﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾''سن لو!اللہ تعالیٰ کے گروہ کے لوگ ہی یقیناً فلاح پانے والے ہیں'' یعنی قیامت کے دن آگ سے نجات یہی لوگ پائیں گے۔یہی لوگ ہوں گے جو جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

(13)حزب الشیطان کے مقابلے میں یہی حزب اللہ ہے۔ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔جو فتنوں سے اپنا دامن بچا کر رکھتے ہیں۔

(14)نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! کسی فاجر وفاسق کا مجھ پر کوئی احسان نہ رکھ کیونکہ میں نے تیری اتاری ہوئی وحی میں یہ پڑھا ہے کہ ناممکن ہے ایمان والے دشمنان اسلام سے دوستانہ تعلقات رکھیں۔(سراج المنیر :2026/2)

(15)رہا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے کا زعم رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ مودت وموالات بھی رکھتا ہے اور ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جنہوں نے ایمان کو پس پشت ڈال رکھا ہے،تو یہ ایمان کا محض خالی خولی دعویٰ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ ہر دعوے کے لئے کسی دلیل کا ہونا لازمی ہے جو اس کی تصدیق کرے،پس مجرد دعویٰ کسی کام نہیں آتا اور ایسا دعویٰ کرنے والے کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔(تفسیر سعدی:2729/3)

سوال5: اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کے دلوں میں ایمان لکھ دیا تھا؟

جواب: جن لوگوں نے ایمان کو کفر پر، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو مخالف رشتہ داروں پر ترجیح دی۔

سوال6: یہاں روح سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں روح سے مراد ایمان کا نور ہے یا اللہ تعالیٰ کی خاص مدد۔

سوال7: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ترجیح دینے والوں کو اللہ تعالیٰ کیا بدلہ دے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ترجیح دینے والوں کو اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے بہہ رہی ہوں گی۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

سوال8: اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیسے راضی ہو گیا؟

جواب: جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان کی بنیاد پر اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی ناراض ہو گئے حتیٰ کہ ان کی جان تک لینے سے گریز نہیں کیا تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رضا سے نواز دیا۔اس طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ کے گروہ والے ہی کامیاب ہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ کامیابی مومنوں کے لیے ہے اور مومنوں کے سوا کوئی کامیاب نہ ہوگا۔

ایاتھا ۲۴ | ۵۹ سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۱ | رکوعاتھا ۳

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس کے تین رکوع اور 24 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 59 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 101 ہے۔

سوال3: یہ سورت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟

جواب: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سورت التوبہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ سورت التوبہ کی ہے یا فضیحت کرنے والی ہے اس سورت میں برابر یہی اترتا رہا بعض لوگ ایسے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کو گمان ہوا یہ سورت کسی کا کچھ بھی نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کے بھید کھول دے گی۔ بیان کیا کہ میں نے سورۃ الانفال کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ یہ جنگ بدر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ بیان کیا کہ میں نے سورۃ الحشر کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ قبیلہ بنو نضیر کے یہود کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (بخاری:4882)

## رکوع نمبر 4

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

”اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے“(1)

سوال1: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے“ دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح خواں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ﴾ ”اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا“ یعنی کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ اس کی عظمت اس کی تقدیس

کے سامنے دل یا زبان یا حال سے سرنگوں ہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی عبادت کر رہی ہے۔ وہ اس کو ہر اس وصف سے پاک قرار دے رہی ہے جو اس کی ذات کے لائق نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ کوئی اس کی نافرمانی کر سکتا ہے نہ اس سے بچ سکتا ہے۔ وہ اپنے احکامات اور تخلیق میں حکمت رکھنے والا ہے۔ اس کو کوئی کام عبث نہیں ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:44)

(3) ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ''پاک ہے وہ (اللہ) جو اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ ہم اُسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:1)

(4) ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ (۱۷) وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے، جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو۔ اور آسمانوں اور زمین میں سب تعریف اُسی کے لئے ہے اور تیسرے پہر کو اور جب تم ظہر کرو۔'' (الروم:18,17)

(5) ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (الانبیاء:22)

(6) ﴿وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الزمر:75)

(7) ﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ ''وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور وہ وقفہ نہیں کرتے۔'' (الانبیاء:20)

(8) ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاۗءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ ''اور بادل کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے انہیں گرا دیتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے۔'' (الرعد:13)

(9) ﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ ''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح و شام تسبیح کرتے تھے۔'' (ص:18)

(10)﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے۔'' (الانبیاء:79)

(11)﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔'' (الحجر:98) (12)﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح کریں۔'' (الواقعہ:74)

(13)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ '' اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' وہ اپنے انتقام میں کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ (تفسیر طبری:30/27) (14) وہ الحکیم کمال حکمت والا ہے وہ خلق اور امر میں حکمت رکھتا ہے۔ وہ کوئی ایسا کام شروع نہیں کرتا جس میں کوئی حکمت نہ ہو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ﴿الْعَزِيْزُ﴾ اور ﴿الْحَكِيْمُ﴾ کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے اسباب سے جو وہ مومنوں کے لئے فراہم کرتا ہے اپنے غلبے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ اسلام کے دشمنوں کو تباہ کرتا ہے یقیناً وہ ﴿العزیز﴾ ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ ﴿الحکیم﴾ ہے۔ وہ اپنی حکمت کے تحت ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے کام اپنے انجام تک پہنچتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ ہر طرح کی تدبیر اختیار کرنے میں حکیم ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ﴾

''وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کے کافروں کو پہلے اکٹھ میں اُن کے گھروں سے نکال دیا تم نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور اُنہوں نے بھی یہ سمجھا تھا کہ اُن کے قلعے یقیناً اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کے پاس آیا جہاں سے انہوں نے خیال بھی نہیں کیا تھا اور اُس نے اُن کے دلوں پر رعب ڈال دیا، وہ اپنے ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کر رہے تھے، چنانچہ آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو'' (2)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ﴾ ''وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کے کافروں کو پہلے اکٹھ میں اُن کے گھروں سے نکال دیا'' بنونضیر کو پہلے ہی حملے میں جلاوطن کر دیا گیا وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ﴾ ''وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کے کافروں کو پہلے اکٹھ میں اُن کے گھروں سے نکال دیا'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہود بنونضیر کو نکال دیا تھا جو محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے والے تھے۔

(2) مدینہ آنے کے بعد نبی ﷺ نے ان سے عہد لیا تھا کہ آپ سے جنگ نہیں کریں گے لیکن انہوں نے صلح کی شرائط کی خلاف ورزی کر کے معاہدہ توڑ ڈالا۔ انہوں نے نبی ﷺ کے قتل کی سازش کی اور چکی کو چھت سے گرا کر آپ ﷺ کو قتل کی سازش تیار کر لی۔ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں آپ ﷺ کو سازش سے آگاہ کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو پیغام بھجوایا کہ دس دن تک مہلت ہے مدینہ خالی کر دو۔ اس کے بعد جس کو مدینہ میں دیکھا جائے گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(3) بنونضیر مدینہ سے نکلنے کی تیاری کرتے رہے۔ اسی دوران عبداللہ بن ابی نے انہیں پیغام بھیجا: اپنے گھروں سے مت نکلو میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں جو تمہاری خاطر اپنی جان دیں گے۔ قبیلے کے سردار نے عبداللہ ابی کی بات مان کر رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھجوا دیا کہ ہم اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گے جو چاہے کر لو۔ (4) نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح عطا کی۔ آپ ﷺ نے انہیں مضبوط قلعوں سے باہر نکال کر جلا وطن کر دیا۔ (5) ان میں کچھ شام اور کچھ خیبر کی طرف چلے گئے۔ (جامع البیان: 30/27)

سوال 2: ''وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کے کافروں کو پہلے اکٹھ میں اُن کے گھروں سے نکال دیا'' یہاں پہلے اکٹھ سے کیا مراد ہے؟

جواب: پہلے اکٹھ سے مراد پہلی جلا وطنی ہے۔

سوال 3: بنی نضیر مدینہ سے جا کر کہاں آباد ہوئے؟

جواب: بنی نضیر خیبر جا کر آباد ہوئے۔

سوال 4: بنی نضیر کی دوسری بار جلا وطنی کب ہوئی؟

جواب: بنی نضیر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں دوسری بار جلا وطن ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کی طرف دھکیل دیا۔

سوال 5: ﴿مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ تم نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور اُنہوں نے بھی یہ سمجھا تھا کہ اُن کے قلعے یقیناً اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا﴾ ''تم نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے'' یعنی مسلمانوں کو یہ خیال تک نہ تھا کہ وہ لوگ اپنے گھروں سے نکل جائیں گے۔

(2)﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اُنہوں نے بھی یہ سمجھا تھا کہ اُن کے قلعے یقیناً اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والے ہیں'' بنی نضیر کے لوگ بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ اتنے مضبوط قلعوں کے ہوتے ہوئے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ انہیں اپنے

قلعوں پر غرور تھا جس کی وجہ سے انہوں نے گمان کیا کہ کوئی ان پر قابو نہیں پا سکے گا۔

سوال 6: بنونضیر اپنی جلا وطنی کا گمان کیوں نہ رکھتے تھے؟

جواب: (1) بنونضیر کو یہ گمان تھا کہ انہوں نے جو مضبوط قلعے تعمیر کر رکھے ہیں انہیں آسانی سے فتح نہیں کیا جا سکتا۔

(2) انہیں یہ گمان تھا کہ یہ قلعے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیں گے۔

سوال 7: ﴿فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۖ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ اُن کے پاس آیا جہاں سے انہوں نے خیال بھی نہیں کیا تھا اور اُس نے اُن کے دلوں پر رعب ڈال دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا﴾ ''تو اللہ تعالیٰ اُن کے پاس آیا جہاں سے انہوں نے خیال بھی نہیں کیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا جس کے بارے میں انہیں گمان بھی نہیں تھا کہ انہیں یہاں سے آلیا جائے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جس سے انہیں ان کی محفوظ پناہ گاہیں اور قلعے بھی نہ بچا سکے، نہ ان کی قوت اور مدافعت ان کے کام آسکی۔

(3) ﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ ''اور اُس نے اُن کے دلوں پر رعب ڈال دیا'' اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں شدید خوف یعنی رعب ڈال دیا جس کے سامنے تعداد اور ساز و سامان کوئی فائدہ نہیں تھا۔ نہ ہی قوت کام آتی ہے۔ نہ بہادری اس کے آگے ٹھہرتی ہے۔

(4) جو کوئی غیر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ بے یار و مددگار چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو کوئی غیر اللہ کا سہارا لیتا ہے تو یہ اس کے لیے وبال بن جاتا ہے چنانچہ ان کے پاس ایک آسمانی معاملہ آیا اور ان کے دلوں میں نازل ہوا جو صبر و ثبات اور بزدلی و کمزوری کا محل و مقام ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ان کی قوت اور بہادری کو زائل کر دیا اور اس کی جگہ کمزوری اور بزدلی دے دی جس کو دور کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی حیلہ نہ تھا اور یہ چیز ان کے خلاف (مسلمانوں کی) مددگار بن گئی۔ (تفسیر سعدی: 2733،2732/3)

سوال 8: بنونضیر نے جلا وطنی پر آمادگی کا اظہار کب کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے دل میں رُعب ڈال دیا جس کی وجہ سے انہوں نے جلا وطنی پر آمادگی کا اظہار کیا۔

(2) بنونضیر کو عبداللہ بن اُبی نے پیغامات بھیجے تھے کہ تم نے مسلمانوں کے سامنے نہیں جھکنا، ہم تمہارے ساتھ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمت کو ہی توڑ ڈالا تھا۔ اسی وجہ سے ان پر سخت دہشت اور گھبراہٹ طاری ہوگئی اور انہوں نے تمام اسباب و وسائل ہونے کے باوجود ہتھیار ڈال دیئے صرف اس شرط پر کہ وہ جتنا سامان لاد کر لے جا سکتے ہیں انہیں لے جانے کی اجازت ہو۔ اس طرح جلا وطنی کا سلسلہ ممکن ہوا۔

سوال 9: ﴿يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۖ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ ''وہ اپنے ہاتھوں سے اور

مومنوں کے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کرر ہے تھے، چنانچہ آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ’’وہ اپنے ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کرر ہے تھے‘‘ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر مصالحت کی تھی کہ ہمارا خون نہ بہائیں ہمیں ترک وطن منظور ہے۔آپ ہمیں اجازت دے دیں کہ ہمارے اونٹ جتنا سامان لے جاسکیں ہم اسے لے جائیں۔آپ ﷺ نے ترس کھا کر انہیں اجازت دے دی۔

(2)اس بنا پر انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کی چھتوں کو اکھاڑا اور اپنی چھتوں کی کڑیاں اور دروازے اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔(3)انہوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنے گھر برباد کیے اور قلعے منہدم کرنے پر مسلمانوں کو لگا دیا۔وہ اپنے قلعوں اور گھروں کو برباد کرنے میں خود مددگار بن گئے۔

(4)﴿فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ﴾ ’’چنانچہ آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو‘‘پس اہل بصیرت یعنی معاملات کی گہرائی میں اتر جانے والی بصیرت اور کامل عقل والو! عبرت حاصل کرو کیونکہ اس واقعہ میں عبرت ہے،اس سے ان معاندین حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سلوک کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو اپنی خواہشات نفس کے پیچھے چلتے ہیں،جن کی عزت نے انہیں کوئی فائدہ دیا نہ طاقت انہیں بچاسکی، جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا اور ان کے گناہوں کی پاداش میں عذاب آپہنچا،تو ان کے قلعے ان کی حفاظت نہ کرسکے،لہٰذا اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ اسباب کے خصوص کا، چنانچہ یہ آیت کریمہ عبرت حاصل کرنے کے حکم پر دلالت کرتی ہے اور وہ ہے نظیر کے ذریعے سے اس کے نظیر سے عبرت حاصل کرنا اور کسی چیز کو اس چیز پر قیاس کرنا جو اس سے مشابہت رکھتی ہے،اسی عبرت سے عقل کی تکمیل اور بصیرت روشن ہوتی ہے،ایمان میں اضافہ اور حقیقی فہم حاصل ہوتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ ان یہودیوں کو وہ پوری سزا نہیں ملی جس کے وہ مستحق تھے۔(تفسیر سعدی:2733/3)

سوال10: بنونضیر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے گھر کیسے برباد کروار ہے تھے؟

جواب:(1)مسلمان محاصرے کے دوران اُن کے گھروں کو برباد کرتے رہے تھے تا کہ ان پر قابو پانا آسان ہوجائے۔

(2)ان کے گھروں سے باقی ماندہ سامان نکالنے کے لئے مسلمانوں کو مزید تخریب سے کام لینا پڑا۔

سوال11: آنکھوں والوں کے لئے اس واقعے میں کیا عبرت ہے؟

جواب:(1)عبرت کا پہلا سبق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں پر اختیار رکھتا ہے۔اس نے دلوں کو مغلوب کر دیا۔یوں مسلمانوں کا رُعب کھائے ہوئے دل طاقت اور وسائل رکھتے تھے لیکن طاقت اور وسائل ان کے کام نہ آئے،نہ مددگاروں نے ان کی مدد کی۔

(2)عبرت کا دوسرا سبق یہ ہے کہ جب کسی کی مہلتِ عمل ختم ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے شکنجے میں کس لیتا ہے۔پھر کوئی مدد نہیں

کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

﴿وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ نے اُن پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں اُنہیں لازماً عذاب دیتا اور آخرت میں اُن کے لیے آگ کا عذاب ہے'' (3)

سوال: ﴿وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ نے اُن پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں اُنہیں لازماً عذاب دیتا اور آخرت میں اُن کے لیے آگ کا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ نے اُن پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں اُنہیں لازماً عذاب دیتا اور آخرت میں اُن کے لیے آگ کا عذاب ہے'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان کے لیے جلاوطنی نہ لکھی ہوتی تو دنیا میں ان کی سزا اور عذاب ضرور آتا مثلاً ان کے بچے قتل کروائے جاتے اور ان کی عورتیں لونڈیاں بنا دی جاتیں۔

(2) ﴿وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ﴾ ''اور آخرت میں اُن کے لیے آگ کا عذاب ہے'' ان کے لیے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے جس میں وہ جھونک دیئے جائیں گے اور ہمیشہ اس میں جلتے رہیں گے۔ جس کے عذاب کی سختی کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب زیادہ بڑا اور سخت ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اُسے سخت سزا دینے والا ہے'' (4)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اُسے سخت سزا دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے دنیا میں جلاوطنی اور آخرت میں آگ کا عذاب اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی۔ ان سے دشمنی رکھی، ان کے خلاف سازشیں کیں، ان کے خلاف جنگ کی، ان کی نافرمانی میں بھاگ دوڑ کی۔

(2)﴿وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اُسے سخت سزا دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی یہ سنت اور عادت ہے کہ جو اس کی مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سخت سزا دیتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ ''اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرے تو ہم اُس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔'' (النساء:115)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کیسے ہوتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی مخالفت سے۔

(2) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کی مخالفت سے۔

(3) رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت سے۔

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

''کھجور کا جو درخت تم نے کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا اللہ تعالیٰ کی اجازت ہی سے تھا اور تا کہ وہ نافرمانوں کو رُسوا کردے'' (5)

سوال: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''کھجور کا جو درخت تم نے کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا اللہ تعالیٰ کی اجازت ہی سے تھا اور تا کہ وہ نافرمانوں کو رُسوا کردے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا﴾ ''کھجور کا جو درخت تم نے کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا'' جب رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کا محاصرہ کرلیا تو انہیں خوف زدہ کرنے کے لیے آس پاس کے کھجوروں کے درخت جلانے کا حکم دیا بنونضیر نے اپنا نمائندہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا کہ آپ ﷺ تو فساد سے روکتے ہیں اب یہ کیا ہوا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کی کھجوروں کے باغات کٹوا دیے تھے اور ان کے درختوں کو کٹوا دیا تھا، یہ باغات مقام بویرہ میں تھے۔ (بخاری:4031، مسلم:4552)

(3) اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا اگر مسلمانوں نے کھجور کے درخت کاٹے ہیں یا انہیں باقی رکھا ہے۔

(4) ﴿فَبِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی اجازت ہی سے تھا'' یعنی وہ کاٹنا یا باقی رکھنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ (بخاری:4884)

(5) ﴿وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ﴾ ''اور تا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کر دے'' تا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی مخالفت کرنے والے بنو نضیر کی رسوائی ہو۔

(6) تا کہ دنیا میں ان کی بے بسی پوری طرح سے ظاہر ہو کہ وہ کھجوروں کے باغات بھی نہ بچا سکے۔

﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے اُن (کے مال) میں سے جو اپنے رسول کی طرف لوٹایا ہے تم نے اُس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (6)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُن (کے مال) میں سے جو اپنے رسول کی طرف لوٹایا ہے تم نے اُس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُن (کے مال) میں سے جو اپنے رسول کی طرف لوٹایا ہے'' یعنی بنو نضیر سے جو مال اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے۔

(2) ﴿فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ﴾ ''تم نے اُس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ'' یہ مال تمہیں مشقت اٹھائے بغیر ملا ہے نہ تم نے لشکر اکٹھے کیے، نہ گھوڑے دوڑائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

(3) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر کے مال بطور مالِ فے کے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس کے لیے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو بچ رہتا اسے اللہ کے راستے میں آلاتِ جنگ اور سامانِ حرب میں خرچ کرتے۔ (بخاری:4885، مسلم:4575)

(4) فے ہر وہ مال ہے جو کافروں سے حق کے ساتھ بغیر جنگ کے ہاتھ آئے جیسے بنو نضیر کا مال تھا جنہوں نے خوف زدہ ہو کر جلا وطنی کی شرط پر قلعہ کھول دیا۔ (5) ﴿وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کر دیتا ہے''

اللہ تعالیٰ نے یہ مال یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال کر دلوائے۔

(6) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہے نہ اس سے کوئی بچ سکتا ہے نہ کوئی قوت رکھنے والا اس کے مقابلے میں کبھی غالب آسکتا ہے۔

(7) کوئی قوت والا اسے روک نہیں سکتا۔ یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر اپنی قدرت کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کی ہمت توڑ دینے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دلوں کے حالات پر قدرت رکھنے والا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے بنونضیر سے جو اپنی گڑھیوں اور اپنے مال سے بے حد محبت رکھتے تھے ان کے اپنے ہاتھوں سے وہی مال مسلمانوں کو دلوایا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی قدرت رکھتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھوں یہودیوں کو ذلیل و رسوا کروایا۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾

''جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان بستیوں والوں (کے مال) سے لوٹا دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان وہ گردش کرنے والا نہ رہے اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اُس سے رُک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے'' (7)

سوال 1: ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ﴾ ''جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان بستیوں والوں (کے مال) سے لوٹا دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان وہ گردش کرنے والا نہ رہے'' مالِ فے کے حکم اور مصارف کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ ''جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان بستیوں والوں (کے مال) سے لوٹا دیا ہے'' یعنی وہ تمام ملک جو بغیر کسی جنگ کے فتح کیے جائیں ان کا مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ یا امام کو ہی ملے گا۔

(مختصر ابن کثیر:2031/3)(2)یعنی رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہو یا آپ ﷺ کے بعد کا جو بھی امارت کے منصب پر فائز ہو۔

(3)﴿فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ ''تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے''یعنی فے کے مال کو جن پانچ حصوں میں تقسیم کرنا ہے ان میں سے پہلا حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے جو مسلمانوں کے مصالحہ عامہ میں خرچ ہوگا۔

(4)﴿وَلِذِي الْقُرْبٰى﴾ ''اور رشتہ داروں کے لیے'' دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے لیے ہے۔اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔(بخاری:2409) بنو عبد المناف اس میں شامل نہیں ہوں گے۔

(5)﴿وَالْيَتٰمٰى﴾ ''اور یتیموں کے لیے'' تیسرا حصہ محتاج یتیموں کے لیے ہے۔

(6)﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ ''اور مسکینوں کے لیے'' اور چوتھا حصہ مساکین کے لیے جو اپنی حاجات اور ضروریات پوری نہ کر پاتے ہوں۔

(7)﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافروں کے لیے ہے'' پانچواں حصہ مسافروں کے لیے ہے یعنی وہ لوگ جو اپنے وطن سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔(8)﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾ ''تاکہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان وہ گردش کرنے والا نہ رہے'' یعنی فے کے مال کے یہ حصے اس لیے مقرر کیے ہیں تاکہ مال صرف دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے اور بے بس مصیبت زدہ لوگوں کو کچھ نہ ملے۔

(9)معاشرے میں دولت گردش کرتی رہے تو وہ ترقی کرتا ہے۔

سوال2: مالِ فَے کا حکم دوبارہ کیوں لایا گیا؟

جواب:(1) تاکید کے لیے یہ حکم لایا گیا۔(2)اس میں فَے کے مصارف بیان کردیئے گئے۔

سوال3: مالِ فَے کا حکم کیا ہے؟

جواب: یہ مال مجاہدین میں تقسیم نہیں ہوتا، سارے کا سارا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہوتا ہے۔یعنی یہ مسلمانوں کے بیت المال کے لیے ہے۔

سوال4: کیا مالِ فَے کا حکم صرف بنونضیر کے اموال کے لیے تھا؟

جواب: مالِ فَے کا یہ حکم عام ہے۔ابتداء میں﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ﴾ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم صرف بنونضیر کے اموال کے لیے تھا۔اس کو﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ سے بدل دیا گیا یعنی بستیوں والوں میں سے ہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ یہ حکم فقط بنونضیر کے لیے نہیں ہے بلکہ عام ہے۔جب بھی اور جہاں بھی ایسی صورتحال ہوگی اس کا یہی حکم ہوگا۔

سوال5: مالِ فَے میں سے رسول اللہ ﷺ کا جو حصہ تھا، وہ کس کے لیے مختص تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے سال بھر کا خرچ اسی حصے سے وصول کرتے اور باقی مال جہاد کی تیاری کے لیے اور جنگی ہتھیار خریدنے کے لیے خرچ ہوتا تھا۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الحشر)

سوال 6: یہاں مال داروں سے مراد کون لوگ تھے؟

جواب: اس سے مراد مجاہدین تھے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مالِ غنیمت پا رہے تھے اور اس کی وجہ سے کثیر مال ان تک پہنچ چکا تھا۔

سوال 7: ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اُس سے رُک جاؤ'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول کا حکم دیا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ ''اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو'' یہ آیت کریمہ دین کے اصول و فروع اور اس کے ظاہر و باطن سب کو شامل ہے، یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس سے تمسک کرنا اور اس کی اتباع کرنا بندوں پر فرض ہے اور اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، نیز اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی چیز کے حکم پر رسول اللہ ﷺ کی نص، اللہ تعالیٰ کی نص کی مانند ہے اور اس کے ترک کرنے میں کسی کے لیے رخصت اور عذر نہیں ہے اور کسی کے قول کو آپ ﷺ کے قول پر مقدم رکھنا جائز نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2736/3)

(2) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں جس کام سے تم کو منع کر دوں اس سے باز رہو، اور جس کام کا حکم کروں اس کو بجا لاؤ جہاں تک تم سے ہو سکے، کیوں کہ تم سے پہلے لوگ تباہ ہو گئے بہت پوچھنے سے اور اختلاف کرنے سے اپنے پیغمبروں پر۔'' (مسلم: 6113)

(3) سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔" وہ بولا: مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کرے تجھ سے نہ ہو سکے۔" اور اس نے غرور کی راہ سے ایسا کیا تھا، وہ اس ہاتھ کو منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (مسلم: 5268)

(4) صحیح حدیث میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت بھیجتا ہے جو گدوائے اور جو گود کر دے، جو اپنی پیشانی کے بال نوچے اور خوبصورتی کے لیے اپنے سامنے کے دانتوں میں کشادگی کرے۔ ایک عورت کو جب یہ بات پہنچی تو اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فلاں فلاں عورت پر لعنت بھیجی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں صحیح ہے۔ جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہے وہ اللہ کی کتاب میں بھی ہے۔ میں ان پر کیوں نہ لعنت بھیجوں! اس عورت نے کہا: مجھے تو پورے قرآن میں یہ لعنت نظر نہیں آئی۔ انہوں نے فرمایا: اگر تم سمجھ کر پڑھتیں تو اسے پا لیتیں۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی: ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''عورت نے کہا: یہ آیت تو ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس اللہ کے رسول ﷺ

نے ان چیزوں سے منع فرمادیا ہے جو عورتیں کرتی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو اللہ کا حکم قرار دیا اور انہوں نے اسی آیت پر استدلال کیا۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الحشر)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ ''اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔'' (النساء:80)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تک میں تم سے یکسو رہوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (اور سوالات وغیرہ نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے (غیر ضروری) سوال اور انبیاء کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہو گئیں پس جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے پرہیز کرو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بجالاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو۔ (بخاری:7288)

سوال 8: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف رکھو اور اس کے عذاب سے ڈر جاؤ۔

(2) اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کرو اور اس کے عذاب سے ڈر جاؤ۔

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے'' جو کوئی تقویٰ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دینے والا ہے۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾

''یہ مال ان ہجرت کرنے والے محتاجوں کے لئے ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال دیا گیا، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں'' (8)

سوال: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ یہ مال ان ہجرت کرنے والے محتاجوں کے لئے ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال دیا گیا، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں'' اللہ تعالیٰ نے فے کے مال کے حقداروں میں سے مہاجرین کی جو فضیلت بیان فرمائی ہے آیت کی روشنی میں اس کی

وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فے کے مال کو جن لوگوں کے لیے مقرر فرمایا ان کی فضیلت اور اس کی حکمت کا ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ کہ وہ اس بات کے مستحق ہیں۔ کہ ان کے لیے مال فے میں سے حصہ مقرر کیا جائے۔ ان میں سب سے پہلا حق مہاجرین کا ہے فرمایا: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ﴾ ''یہ مال ان ہجرت کرنے والے محتاجوں کے لئے ہے'' فے کا مال ان مہاجرین کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب کے لیے گھروں سے نکلے اور اب ان کا رزق ان کے لیے کافی نہیں ہے۔

(2) ﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ﴾ ''جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال دیا گیا'' یہ وہ فقراء ہیں جن کو ان کے گھروں اور مالوں سے نکال دیا گیا۔

(3) ﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ ''وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو تلاش کرنے کے لیے گھروں سے نکلے، انہوں نے اپنے گھر بار، مال، جائیداد، عیش و آرام، دوست رشتہ دار اس لیے چھوڑے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے۔

(4) ﴿وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں'' یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کے پاسبان اور محافظ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم دینے، اس کو پھیلانے کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔

(5) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ ''یہی سچے لوگ ہیں'' یہی لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کے تقاضے کے مطابق اعمال صالح کیے، عبادات سے ایمان کی تصدیق کی۔

(6) وہ بڑے سچے لوگ ہیں جنہوں نے وعدہ پورا کیا۔ قیامت تک مہاجر ہونے والوں کے سردار اور سب کے لیے نمونہ ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے ان سے پہلے دارِ ہجرت میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے وہ اُن سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی مہاجرین کو دیا جاتا ہے وہ اُس بارے میں اپنے سینوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے۔ اور وہ اُنہیں اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اُن کو سخت ضرورت ہوتی ہے اور جسے اس کے دل کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' (9)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے ان سے پہلے دارِ ہجرت میں اور ایمان

میں جگہ بنالی ہے وہ اُن سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی مہاجرین کو دیا جاتا ہے وہ اُس بارے میں اپنے سینوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے۔اور وہ اُنہیں اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ خود اُن کو سخت ضرورت ہوتی ہے اور جسے اس کے دل کے بخل سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' انصار کی فضیلت، ان کی سخاوت اور ایثار کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے ان سے پہلے دارِ ہجرت میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے'' اس آیت میں رب العزت نے انصار کی کمال درجے کی فضیلت بیان کی ہے۔جو مسلمانوں کے ہجرت کر کے مدینہ آنے سے پہلے بیعت عقبہ میں ایمان لا چکے تھے۔

(2)﴿يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ﴾ ''وہ اُن سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں'' انصار کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رب العزت نے ان کی اس محبت کا تذکرہ کیا ہے جو ایمان والوں سے تھی۔انہوں نے مہاجرین کو کیسے گلے سے لگایا۔ان کی آبادکاری کے لیے بے مثال اخوت کی وہ سنہری مثال قائم کی ان اولین انصار نے مہاجروں سے خالص محبت کی ان کی مال سے مدد کی۔انہیں اپنے گھر بار، مال، جائیداد میں شریک کرلیا۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی۔جب عرب کے تمام شہر شرک کا مرکز تھے۔اس وقت انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی یہاں تک کہ مدینہ دار الہجرت ایسا مرکز بن گیا جہاں مسلمان سکونت اختیار کرتے تھے۔یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا۔

(3)﴿وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا﴾ ''اور جو کچھ بھی مہاجرین کو دیا جاتا ہے وہ اُس بارے میں اپنے سینوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے'' انصار مہاجرین کی فضیلت پر حسد نہیں کرتے ﴿حَاجَةً﴾ ''کوئی تنگی'' رب العزت نے مہاجرین کا تذکرہ پہلے فرمایا جس پر انصار رشک نہیں کرتے تھے وہ صاف دل تھے۔

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے انصار کو بلایا تاکہ بحرین کا ملک بطور جاگیر انہیں عطا فرمادیں۔انصار نے کہا جب تک آپ ہمارے بھائی مہاجرین کو بھی اسی جیسی جاگیر نہ عطا فرمائیں ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا ''دیکھو جب آج تم قبول نہیں کرتے ہو تو پھر میرے بعد بھی صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو، کیونکہ میرے بعد قریب ہی تمہاری حق تلفی ہونے والی ہے۔'' (بخاری:3794)(5)﴿مِّمَّآ اُوْتُوْا﴾ ''اسے جو دیا جاتا ہے'' یعنی ان کے مہاجر بھائیوں کو جو فضیلت دی گئی ہے۔

(6) یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجروں کو جو فضیلت عطا کی وہ انصار کو نہیں دی۔کیونکہ انہوں نے نصرت دین اور ہجرت کو جمع کر دیا۔(تفسیر سعدی:2737/3)

(7)﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ ''اور وہ اُنہیں اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ خود اُن کو سخت ضرورت ہوتی ہے'' انصار کے اوصاف میں سے ایک صفت ان کا ایثار ہے۔ایثار سخاوت کا کامل درجہ ہے۔جب انسان خود ضرورت مند ہو اس وقت اپنا

مال دوسرے پر خرچ کرنا بہت بڑی صفت ہے۔

(8) ایثار ترجیح دینا، خودغرضی کے متضاد ہے خودغرضی بخل اور حرص کے زمرے میں آتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بچو تم ظلم سے کیونکہ تاریکیاں ہیں قیامت کی تاریکیوں میں سے۔ (ظالم کو راہ نہ ملے گی قیامت کے دن بوجہ تاریکی اور اندھیرے کے) اور بچو تم بخیلی سے کیونکہ بخیلی نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کیا۔ بخیلی کی وجہ سے (مال کی طمع ہوئی) انہوں نے خون کیے اور حرام کو حلال کیا۔" (مسلم 6576)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب خود (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں فاقہ سے ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں ازواج مطہرات کے پاس بھیجا (کہ وہ آپ کی دعوت کریں) لیکن ان کے پاس کوئی چیز کھانے کی نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو آج رات اس مہمان کی میزبانی کرے؟ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا۔ اس پر ایک انصاری صحابی (ابوطلحہ) کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آج میرے مہمان ہیں پھر وہ انہیں اپنے ساتھ گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں، کوئی چیز ان سے بچا کے نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا اللہ کی قسم میرے پاس اس وقت بچوں کے کھانے کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ انصاری صحابی نے کہا اگر بچے کھانا مانگیں تو انہیں سلا دو اور آؤ یہ چراغ بھی بجھا دو، آج رات ہم بھوکے ہی رہ لیں گے۔ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ انصاری صحابی صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں (انصاری صحابی) اور ان کی بیوی (کے عمل) کو پسند فرمایا۔ یا (آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ مسکرایا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿وَيُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ وَلَوۡ كَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ﴾ یعنی اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی ہوں۔ (بخاری:4889)

(10) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (زخمی ہونے کے بعد) فرمایا کہ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کا حق ادا کرتا رہے (ان کی خاطر مدارت میں کمی نہ کرے) اور میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے کہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی، ان کے بھلے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کے خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی کرے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب "والذین تبوء الدار والایمان": 4888)

(11) ایثار ایسا اخلاقی وصف ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو نفس کی خواہشات سے مقدم رکھنے اور نفس کا تزکیہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال 2: الدّار سے کیا مراد ہے؟

جواب: الدّار سے مراد دار الهجرة یعنی مدینہ ہے۔

سوال 3: اس گھر میں پہلے جگہ بنا لینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں رہائش اختیار کی تھی۔

سوال4:ایمان میں پہلے جگہ بنا لینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہے کہ ایمان ان کے دلوں میں جڑ پکڑ چکا تھا۔

(2)اس سے مراد ہے کہ مہاجرین کے مدینہ آنے سے پہلے یہ لوگ ایمان لے آئے تھے۔

(3)اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ مہاجرین سے پہلے ایمان لائے تھے۔مہاجرین کی اکثریت مدینہ کے باشندوں سے پہلے اسلام لائی تھی۔

سوال5:﴿وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾''اور جسے اس کے دل کے بخل سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''نفس کی حرص سے بچالیے جانے والوں کے اندر کیا اوصاف پیدا ہوتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ﴾''اور جسے اس کے دل کے بخل سے بچالیا گیا''شح میں دو باتیں پائی جاتی ہیں ایک مال و دولت جمع کرنے میں حریص ہونا، دوسرے مال و دولت خرچ کرنے میں انتہائی بخیل ہونا اور جس شخص میں یہ دونوں قباحتیں جمع ہو جائیں اسے شح اور شحاح کہتے ہیں۔اب ایسے شخص میں تنگ نظری، تنگ ظرفی، سنگ دلی، بے مروتی وغیرہ جیسی صفات پیدا ہو سکتی ہیں۔اور ان کا ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے۔اگرچہ مال و دولت سے محبت ہر انسان کی فطرت میں داخل ہے۔لیکن اس طرح دولت کے پیچھے اندھے ہو جانا اور دولت کے پجاری بن جانا انتہائی قبیح خصلت ہے۔جس سے اللہ ہی بچا سکتا ہے اسلام اس بد خصلت کے علاج کے لیے انفاق فی سبیل اللہ، صدقات اور ایثار کی راہ دکھاتا ہے۔گویا شح سے نجات پا جانا ہی بہت بڑی کامیابی ہے اور جنت میں لے جانے کا سبب بنتی ہے۔(تیسیر القرآن:4/413)

(2)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''(آدمی کی حرص کا تو یہ حال ہے کہ)اگر اس کے پاس مال و دولت کی دو وادیاں ہوں تو یہ تیسری وادی کا خواہش مند ہوگا۔آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی سوائے مٹی کے اور اللہ تعالیٰ تو اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔''(بخاری:6436،مسلم:2415)

(3)سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''یہ دنیا کا مال بڑا خوش نما اور شیریں ہے،سو جو شخص اسے نیک نیتی سے لے تو اس میں اس کے لیے برکت دی جاتی ہے اور جو شخص حرص اور طمع کے ساتھ اسے لیتا ہے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''(بخاری:6441)

(4)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن (دلوں پر چھانے والی) تاریکیاں ہوں گی۔بخل سے بچو، اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے تباہ کر دیا۔بخل و حرص نے ان کو اکسایا کہ اپنوں کا خون بہاؤ اور حرام کو حلال کر لو۔''(مسلم:6576)

(5)کوئی انسان اپنے نفس کی حرص سے نہیں بچ سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسے توفیق نہ دے۔یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے، کامیاب

لوگوں کی خصوصیات میں سے بہت بڑی خصوصیت ہے۔

(6) جسے ایثار عطا کیا گیا ہے اسے نفس کے بخل اور حرص سے بچا لیا گیا۔ نفس کی حرص سے بچنے میں ایسے تمام امور میں حرص سے بچنا شامل جن کا حکم دیا گیا ہے جب بندہ نفس کی حرص سے بچ گیا، تو اس کے نفس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام آسان لگتے ہیں وہ خوشی سے سر تسلیم خم کرتے ہوئے انشراح صدر کے ساتھ ان کی تعمیل کرتا ہے اور نفس کے لیے ان تمام امور کو ترک کرنا سہل ہو جاتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے خواہ یہ نفس کے محبوب امور ہی کیوں نہ ہوں اور نفس اس کی طرف بلاتا ہے اور ان کی طرف رغبت دلاتا ہے اس شخص کے نفس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اسی سے فوز و فلاح حاصل ہوتا ہے برعکس اس شخص کے جو نفس کے بخل و حرص سے بچا ہوا نہیں بلکہ بھلائی کے بارے میں حرص کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اور یہ حرص شر کی جڑ اور اس کی بنیاد ہے۔

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے تو دنیا میں انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے تھوڑے میں سے تھوڑا اور بہت میں سے بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں۔ (ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے) کام کاج خود کرتے ہیں اور کمائی میں ہمیں شریک کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا اجر انھی کو نہ مل جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں نہیں جب تک تم ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہو گے۔'' (مسند احمد:3/201,200، حدیث:13079)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کم مال والے کا محنت مشقت کر کے دینا اور صدقہ دینے کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جو تیرے پاس پرورش پا رہے ہیں۔''

(ابوداؤد:1677، مسند احمد:2/358، ح:8723)

(9) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال (رسول اللہ ﷺ کے پاس) لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا باقی چھوڑا ہے؟'' تو انہوں نے کہا میں نے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔'' (ابوداؤد:1678، ترمذی:3675)

(10) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کے پتھریلے علاقہ میں چل رہا تھا کہ احد پہاڑ ہمارے سامنے آ گیا۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا ابوذر! میں نے عرض کیا حاضر ہوں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا مجھے اس سے بالکل خوشی نہیں ہو گی کہ میرے پاس اس احد کے برابر سونا ہو اور اس پر تین دن اس طرح گزر جائیں کہ اس میں سے ایک دینار بھی باقی رہ جائے سوا اس تھوڑی سی رقم کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے چھوڑوں (تو یہ اور بات ہے)۔'' (بخاری:6444)

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا

﴿تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور جولوگ اُن کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھنا اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے''(10)

سوال 1:﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور جولوگ اُن کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھنا اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے استغفار کا جو حکم اس آیت میں دیا گیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ ''اور جولوگ اُن کے بعد آئے'' یعنی جو اہل ایمان اولین مہاجرین اور انصار کے بعد آئے۔ (2)﴿يَقُوْلُوْنَ﴾ ''وہ کہتے ہیں'' وہ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ پہلے ایمان لانے والے مہاجر اور انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یاد رکھتے ہیں اور ان کی خیر خواہی کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(3)﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں'' اس دعا میں تمام اہل ایمان شامل ہیں جو صحابہ سے پہلے گزرے یا ان کے بعد آئے ایمان پہلوں اور بعد میں آنے والوں کی مشترکہ خصوصیت ہے۔

(4)﴿وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھنا'' جولوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خواہ وہ مہاجرین ہوں یا انصار بغض وعداوت، کینہ یا بیر رکھے اسے سب سے پہلے اپنے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنی چاہیے پھر یہ دعا کرنا چاہیے کہ یا اللہ ہمارا یہ گناہ معاف فرما دے اور ہمارے ان بھائیوں کو معاف فرما جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے چکے ہیں اور اگر ہمارے دلوں میں ان کے متعلق کچھ کینہ رہ گیا تو اسے بھی نکال دے۔ سچا مسلمان وہی ہو سکتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس پاکباز جماعت سے محبت رکھے اور انہیں اپنا قائد تسلیم کرے۔ (تیسیر القرآن: 415/4)

(5) سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا: اے میرے بھانجے! لوگوں کو حکم ہوا تھا کہ صحابہ کے لیے بخشش مانگیں، انہوں نے ان کو برا کہا: (وہ بخشش مانگنے کا حکم اس آیت میں ہے ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾

(الحشر:10)مراد اہل مصر ہیں جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے یا اہل شام جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے اور حروریہ خارجی جو دونوں کو برا کہتے تھے )۔(مسلم:7539)

(6) نبی کریم ﷺ نے فرمایا انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا۔ پس جو شخص ان سے محبت کرے اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا (معلوم ہوا کہ انصار کی محبت نشان ایمان ہے اور ان سے دشمنی رکھنا بے ایمان لوگوں کا کام ہے )۔(بخاری:3783)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ”تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹ بات ہے اور نہ ہی تم ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب تلاش کرو اور حرص نہ کرو اور حسد نہ کرو اور بغض نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے رُوگردانی کرو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔(بخاری:6064،مسلم:6536)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سوموار اور جمعرات کے دن جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور ہر اس بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، سوائے اس آدمی کے جو اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو، یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو، یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو، یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں۔“(مسلم:6544)

(9) اہل ایمان کی فضیلت ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں کیونکہ جب دل کے کینے سے بچنے کی دعا ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس کینے کی جگہ محبت لے رہی ہے۔

(10) ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ”اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے“ انہوں نے اپنی دعا کو اللہ تعالیٰ کی دو صفات پر ختم کیا۔ ﴿رَءُوْفٌ﴾ ”بے حد شفقت کرنے والا“ جو شدت رافت اور احسان پر دلالت کرتی ہے رحیم جو کمال رحمت کی دلیل ہے۔ (11) اللہ تعالیٰ رؤف ہے اس نے کمال شفقت سے اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق قائم کیے۔

(12) وہ رحیم ہے اس نے اپنی رحمت سے مال فے کے حصے مقرر کیے۔

سوال 2: فَے کے مستحقین کی تیسری قسم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فَے ان کے لیے ہے جو بعد میں آئیں یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے قیامت تک کے اہلِ ایمان اور اہلِ تقویٰ اس میں شامل ہیں۔

سوال 3: غِل کسے کہتے ہیں؟

جواب: غِل کینہ کو کہتے ہیں۔

## رکوع نمبر 5

﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِیۡنَ نَافَقُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِهِمُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَكُمۡ وَلَا نُطِیۡعُ فِیۡكُمۡ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ لَنَنۡصُرَنَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ یَشۡهَدُ اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾

''کیا آپ نے اُن لوگوں کونہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی؟ وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے، یقیناً اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے'' اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' (11)

سوال1: ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِیۡنَ نَافَقُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِهِمُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَكُمۡ وَلَا نُطِیۡعُ فِیۡكُمۡ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ لَنَنۡصُرَنَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ یَشۡهَدُ اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کونہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی؟ وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے، یقیناً اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' منافقوں کے جھوٹ کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِیۡنَ نَافَقُوۡا﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کونہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی؟'' اللہ رب العزت نے منافقوں کی حقیقت کھول دی ہے اور اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے اے محمد کیا آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھوں سے ان منافقوں کو دیکھا ہے۔

(2) ﴿یَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِهِمُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ﴾ ''وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے'' جنہوں نے اہل کتاب کو اپنی مدد اور اہل ایمان کی مخالفت پر اپنے تعاون کا یقین دلایا ہے۔

(3) عبداللہ ابن ابی اور اس کے منافق ساتھیوں نے بنی نضیر کے پاس پیغام بھیجا تھا۔

(4) ﴿لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَكُمۡ﴾ ''یقیناً اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے'' یعنی اگر تمہیں جلاوطن کیا گیا تو ہم تمہارے ساتھ چلے جائیں گے۔

(5)﴿وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا﴾ ''اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے''یعنی اگر ہمیں کوئی آپ لوگوں کی مدد سے روکنا چاہے گا تو ہم کبھی اس کی بات نہیں مانیں گے۔

(6)﴿وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ﴾ ''اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے''یعنی اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔

(7)﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں''یعنی منافقوں نے جو بنی نضیر سے وعدہ کیا ہے وہ اس میں جھوٹے ہیں۔ وہ اپنے وعدے کے ذریعے ان سے دھوکہ کر رہے ہیں ان کے جھوٹے وعدے کو آپ لوگ اہمیت نہ دیں کیونکہ جھوٹ ان کی پہچان ہے، دھوکہ، فریب اور بزدلی ان کے دوست ہیں۔

(8) وہ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ وعدہ خلافی ان کی سرشت میں ہے اور زبان دے کر مکر جانا ان کا مزاج ہے۔

(9) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کسی میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی گئی اس میں نفاق میں سے ایک خصلت پائی گئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے: جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو وفا نہ کرے اور جب اختلاف ہو تو جھگڑا کرے۔'' (بخاری:34، مسلم:210)

سوال 2: منافقین نے اہلِ کتاب کو کس تعاون کی پیش کش کی تھی؟

جواب: منافقین نے تعاون کے لئے یہ پیشکش کی تھی کہ:

(1) اگر تم جلاوطن کئے گئے تو ہم تمہارے ساتھ ضرور نکلیں گے۔ (2) تمہارے بارے میں ہم کسی کی بات نہ مانیں گے۔

(3) اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔

سوال 3: منافقین کا جھوٹ کیسے سامنے آیا؟

جواب: بنو نضیر کو جب جلاوطن کیا گیا تو منافقین کا جھوٹ سامنے آ گیا۔ نہ یہ ان کی مدد کو پہنچے، نہ ان کی حمایت میں مدینہ چھوڑنے کے لئے تیار ہوئے۔

﴿لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾

''اگر انہیں نکالا گیا تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور یقیناً اگر وہ ان کی مدد

کریں گے تو وہ ضرور پشتیں پھیریں گے پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے'' (12)

سوال 1: ﴿لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا لَا يَخۡرُجُوۡنَ مَعَهُمۡ ۚ وَلَئِنۡ قُوۡتِلُوۡا لَا يَنۡصُرُوۡنَهُمۡ ۚ وَلَئِنۡ نَّصَرُوۡهُمۡ لَيُوَلُّنَّ الۡاَدۡبَارَ ثُمَّ لَا يُنۡصَرُوۡنَ﴾ ''اگر انہیں نکالا گیا تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور یقیناً اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو وہ ضرور پشتیں پھیریں گے پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا﴾ ''اگر انہیں نکالا گیا'' یعنی اگر انہیں جلاوطن کرنے کے لیے ان کے گھروں سے نکالا گیا۔

(2) ﴿لَا يَخۡرُجُوۡنَ مَعَهُمۡ﴾ ''تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے'' تو جھوٹے عہد شکنی، بدنیتی، کم ہمتی، عدم صبر اور وطن سے محبت کی وجہ سے یہ ہرگز ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔

(3) ﴿وَلَئِنۡ قُوۡتِلُوۡا لَا يَنۡصُرُوۡنَهُمۡ﴾ ''اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے'' اگر بنی نضیر سے یعنی یہودیوں سے جنگ کی گئی تو یہ لوگ لڑنے کے لیے ان کے پاس تک نہیں آئیں گے ان پر کم ہمتی اور کمزوری غالب آجائے گی اور یہ انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔

(4) ﴿وَلَئِنۡ نَّصَرُوۡهُمۡ لَيُوَلُّنَّ الۡاَدۡبَارَ﴾ ''اور یقیناً اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو وہ ضرور پشتیں پھیریں گے'' اور اگر یہودی مسلمانوں کے مقابلے پر آگئے تو ٹھہر نہیں سکتے وہ الٹے پاؤں بدحواس ہو کر بھاگیں گے اور ان کی مدد سے پیٹھ پھیر لیں گے۔

(5) ﴿ثُمَّ لَا يُنۡصَرُوۡنَ﴾ ''پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے'' یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد حاصل نہیں ہوگی۔

(6) قرطبی نے کہا یہ محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے اور یہ امر غیبی تھا کیونکہ یہودی جب نکلے تو یہ منافق ان کے ساتھ نہیں نکلے۔ اور جب جنگ کی گئی تو ان کی مدد نہیں کی گئی جیسا کہ قرآن نے خبر دی ہے۔ (تفسیر قرطبی: 34/18، صفوۃ التفاسیر: 334/3)

(7) یہ مسلمانوں کو ایک مستقل بشارت ہے کہ تمہارے مقابلے پر کافروں کی مدد نہیں کی جائے گی۔ (مختصر ابن کثیر: 2037/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں کیا واضح کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ منافقین قطعاً جھوٹے ہیں۔ (2) اگر وہ جلاوطن کئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔

(3) اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی امداد بند کر دیں گے۔ (4) اگر مدد پر آ بھی گئے تو پشت پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

سوال 3: ''پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے'' اس سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: (1) اس سے مراد یہودی ہیں کہ جب منافق شکست کھا کر بھاگ جائیں تو وہ کیسے کامیاب ہوں گے۔

(2) اس سے مراد منافقین بھی ہیں کہ ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور نفاق ان کے لئے نفع مند نہیں ہوگا۔

﴿لَاَ۟اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ﴾

''بلاشبہ تم خوف کے لحاظ سے اُن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سخت ہو، یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے'' (13)

سوال 1: ﴿لَاَ۟اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم خوف کے لحاظ سے اُن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سخت ہو، یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے'' اُن کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَاَ۟اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''بلاشبہ تم خوف کے لحاظ سے اُن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سخت ہو'' یعنی منافقوں کے دلوں میں جتنا تمہارا رعب ہے اتنا اللہ تعالیٰ کا بھی نہیں حالانکہ مخلوق اپنے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتی۔

(2) انہوں نے مخلوق کے خوف کو خالق کے خوف پر مقدم رکھا ہے جیسا رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً﴾ ''پھر جب اُن پر قتال لکھ دیا گیا تب اُن میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا'' (النساء:77)

(3) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے'' یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جو معاملات کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ (4) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں سمجھتے کہ وہ اس سے ایسا ڈریں جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 5825/10)

(5) یعنی وہ امور کے مراتب کو نہیں سمجھتے۔ (تفسیر سعدی: 2741/3)

سوال 2: مسلمانوں کی ہیبت یہود کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے بڑھ کر کیوں ہے؟

جواب: مسلمانوں کی ہیبت اور ان کا خوف یہود کے دل میں ان کی ناسمجھی کی وجہ سے ہے ورنہ سمجھدار ہونے کی صورت میں اُن کو یہ پتہ چل جانا چاہئے تھا کہ مسلمانوں کا یہ غلبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے نہ کہ مسلمانوں سے۔

﴿لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ﴾

''وہ اکٹھے ہو کر تم سے کبھی نہیں لڑیں گے مگر قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کے پیچھے سے، اُن کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہے۔ آپ اُنہیں متحد سمجھتے ہیں حالانکہ اُن کے دل جدا جدا ہیں، یہ اس لیے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے'' (14)

سوال 1: ﴿لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ﴾ ''وہ اکٹھے ہو کر تم سے کبھی نہیں لڑیں گے مگر قلعہ

بند بستیوں میں یا دیواروں کے پیچھے سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا﴾ ''وہ اکٹھے ہو کر تم سے کبھی نہیں لڑیں گے'' یعنی ان کی بزدلی کا یہ عالم ہے کہ میدان میں لڑائی کبھی نہیں لڑ سکتے اگرچہ سب متحد ہو جائیں۔

(2)﴿اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ﴾ ''مگر قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کے پیچھے سے،'' محفوظ بستیوں سے مراد وہ قلعے ہیں جن کے گرد دیوار یا خندق ہوتی ہے۔

(3) یعنی وہ تمھارے خلاف لڑائی میں صرف اس وقت ثابت قدم رہ سکتے ہیں جب کسی قلعے میں ہوں یا دیواروں کے پیچھے سے لڑ رہے ہوں۔

(4) قلعوں اور دیواروں کے پیچھے یہ اپنے آپ کو بہادری کی وجہ سے نہیں قلعوں کی مضبوطی کی وجہ سے محفوظ سمجھتے ہیں مقابلے پر آنے کا ان میں حوصلہ ہی نہیں۔

(5)﴿بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ﴾ ''اُن کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہے'' ان میں آپس میں بڑی پھوٹ ہے ان کا ایمان ضعیف ہے جس کی وجہ سے ان کے درمیان اتحاد نہیں۔

(6)﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا﴾ ''آپ اُنہیں متحد سمجھتے ہیں'' آپ جب انہیں بظاہر اکٹھا اور ایک دوسرے کی مدد کرتے دیکھتے ہیں تو آپ کو لگتا ہے کہ وہ متحد ہیں۔

(7)﴿وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى﴾ ''حالانکہ اُن کے دل جدا جدا ہیں'' ان کے دل ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے خلاف بغض رکھتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہوں میں ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے، آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں۔'' (الانعام:65)

(8)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''یہ اس لیے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے'' ان کی اس کیفیت کا سبب ان کی ناسمجھی ہے اگر وہ عقل والے ہوتے تو ناقص ترین حصے پر راضی نہ ہوتے۔

(9) ان کے دل ایک دوسرے سے جڑے ہوتے اور ایک دوسرے سے معاون بنتے۔

(10) ان سب کے اتحاد کی بنیاد اسلام دشمنی ہے۔ (تیسیر القرآن:416/4)

سوال 2: ''ان کے دل جدا جدا ہیں'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) دلوں کے جدا جدا ہونے سے مراد دلوں کا ایک نہ ہونا ہے، دلوں کا بغض اور دشمنی سے بھرا ہوا ہونا ہے۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ حق کے مقابلے میں ایک نظر آتے ہیں لیکن ان کے دل پھٹے ہوتے ہیں۔

﴿كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

''یہ اُن جیسے ہیں جو ان سے پہلے قریب ہی تھے انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' (15)

سوال: ﴿كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''یہ اُن جیسے ہیں جو ان سے پہلے قریب ہی تھے انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' منافقوں کی مثال کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا﴾ ''یہ اُن جیسے ہیں جو ان سے پہلے قریب ہی تھے'' ان کے قریب کے لوگوں سے مراد قریش ہیں۔ جن کو شیطان نے ان کے اعمال مزین کر کے دکھائے اور انہوں نے کہا: ﴿لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ ''لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور بلاشبہ میں تمہارا حمایتی ہوں۔'' مگر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا اور کہنے لگا: ''بے شک میں تم سے بے زار ہوں، میں واقعی وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے۔'' (الانفال 48) اس طرح وہ دھوکے میں آ کر بڑے فخر سے بدر کے مقام پر پہنچ گئے وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو شکست دیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں نبی ﷺ اور مسلمانوں کی مدد کی اور ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر دیے گئے، 70 افراد کو قیدی بنا لیا گیا۔

(2) اس سے مراد قریب کے کافر بھی ہیں جو اپنے اعمال کی سزا دنیا اور آخرت میں بھگت رہے ہیں۔

(3) اس سے مراد بنو قینقاع کے یہودی بھی ہیں جو شرارت پر آمادہ ہوئے تو نبی ﷺ نے انہیں مدینہ سے باہر نکال دیا تھا۔ ان سارے ہی واقعات میں عبرت ہے۔

(4) ﴿ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ﴾ ''انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا'' دنیا میں انہیں شرک اور بغاوت کے وبال کا مزہ چکھنا پڑا۔

(5) ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' اور دنیا کی سزا کے بعد آخرت میں ان کے لیے دردناک سزا ہے۔

﴿كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾

''جیسے شیطان کی مثال ہے جب اُس نے انسان سے کہا: ''کفر کر!'' پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا: ''میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے'' (16)

سوال1:﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْقَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''جیسے شیطان کی مثال ہے جب اُس نے انسان سے کہا: ''کفر کر!'' پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا: ''میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے'' شیطان کیسے دام فریب بچھاتا ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ ﴾ ''جیسے شیطان کی مثال ہے'' منافقوں کی مثال شیطان کی طرح ہے۔ جیسے منافق اہل کتاب کو دھوکے میں رکھتے ہیں۔ یہودیوں نے ان کے کہنے پر مسلمانوں سے بدعہدی کی اسی طرح شیطان بھی انسانوں کو دھوکہ دیتا ہے۔

(2)﴿ اِذْقَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ﴾ ''جب اُس نے انسان سے کہا: ''کفر کر!'' یعنی شیطان انسان کے سامنے کفر اور شرک کو مزین کرتا ہے۔

(3)﴿ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ ﴾ ''پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا میں تجھ سے لاتعلق ہوں'' جب انسان شیطان کے فریب میں آ کر کفر یا شرک کر بیٹھتا ہے تو شیطان اس کے کام نہیں آتا حالانکہ وہی اس راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(4)﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے'' یعنی شیطان کفر اور شرک کرنے والے کو برا بھلا کہتا ہے اور صاف کہہ دیتا ہے مجھے تم سے عذاب ہٹانے کی کوئی قدرت حاصل نہیں مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔

رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ ''اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے تھے اور اس نے کہا: ''لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور بلاشبہ میں تمہارا حمایتی ہوں مگر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر'' واپس پلٹا اور کہنے لگا، بے شک میں تم سے بے زار ہوں، میں واقعی وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے۔'' (الانفال:48)

(5) بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا ساٹھ سال اسے عبادت میں گزر چکے تھے شیطان نے اسے ورغلانا چاہا لیکن وہ قابو میں نہ آیا اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ڈالا اور یہ ظاہر کیا کہ گویا اسے جنات ستا رہے ہیں ادھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ وسوسہ ڈالا کہ اس کا علاج اسی عابد سے ہو سکتا ہے اور یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا شروع کیا اور یہ عورت یہیں رہنے لگی ایک دن عابد اس کے پاس تھا جو شیطان نے اس کے خیالات خراب کرنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ عورت حاملہ ہو گئی اب رسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتائی کہ اس عورت کو مار ڈال ورنہ راز کھل جائے گا چنانچہ اس نے قتل کر ڈالا ادھر اس عورت نے جا کر بھائیوں کو شک دلوایا وہ دوڑے آئے، شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا وہ لوگ آ رہے ہیں اب عزت بھی جائے گی اور جان بھی جائے گی، اگر مجھے خوش کر لے اور میرا کہا مان لے تو عزت اور جان دونوں بچ سکتی ہیں، اس نے کہا جس طرح تو کہہ میں تیار ہوں، شیطان

نے کہا مجھے سجدہ کر، عابد نے اسے سجدہ کر لیا، یہ کہنے لگا تف ہے تم پر کم بخت میں تو اب تم سے بیزار ہوں، میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ جو رب العالمین ہے۔ (ابن جریر)

(6) ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی ایک راہب کے خانقاہ تلے رات گزارا کرتی تھی اس کے چار بھائی تھے ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا اور اس سے زنا کر بیٹھا اسے حمل رہ گیا شیطان نے راہب کے دل میں ڈالا کہ اب بڑی رسوائی ہوگی اس سے بہتر ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کر دے تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال نہ جائے گا اور اگر پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو جھوٹ موٹ کہہ دینا بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی، ایک روز رات کے وقت موقع پا کر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اجاڑ جگہ زمین میں دبا دیا اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس کے دفن کی جگہ بتا دی، صبح یہ جاگے تو ایک نے کہا آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں دوسرے نے کہا کہو تو سہی چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس سے بدکاری کی پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش کو دبا دیا ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے یہی خواب آیا ہے اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ سچا خواب ہے چنانچہ انہوں نے جا کر اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو اس خانقاہ کے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچ کر اس زمین کو کھود کر اس کی لاش برآمد کی کامل ثبوت کے بعد اسے شاہی دربار میں لے چلے اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے یہ سب میرے کرتوت ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچا دوں گا اس نے کہا جو تو کہے کروں گا مجھے سجدہ کر لے اس نے یہ بھی کر دیا، پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے میں تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب العالمین ہے ڈرتا ہوں، چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا کہ اس پادری کا نام برصیصا تھا۔ (ابن کثیر:320) ﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو، یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔'' (ابراہیم:22)

سوال 2: شیطان کے یہ کہنے کا کیا مقصد ہے کہ مجھے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے؟

جواب: شیطان ڈر کا اظہار کر کے انسان کے کفر اور گمراہی سے خود کو بری الذمہ کر لیتا ہے۔

﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ﴾

''چنانچہ ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ یقیناوہ دونوں ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے'' (17)

سوال: ﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''چنانچہ ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ یقیناوہ دونوں ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا﴾ ''چنانچہ ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ یقینا وہ دونوں ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں'' یعنی کفر اور شرک کرنے والے اور اس پر آمادہ کرنے والے دونوں کا یہی معاملہ ہوتا ہے کہ دونوں ہی جہنم میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ آگ میں جلتے رہیں گے اور طرح طرح کے عذابوں کا مزہ چکھتے رہیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ''یقینا شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اُسے، یقیناوہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں'' (فاطر: 6)

(2) ﴿وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ظالموں کی یہی سزا ہے'' یعنی جن لوگوں نے کفر، ظلم اور شرک میں اشتراک کیا ان کی یہی جزا ہو گی۔ (3) شیطان کا اپنے دوستوں کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے وہ فریب دیتا ہے لوگ چال میں پھنستے ہیں اور ہلاکت کے اسباب انہیں گھیر لیتے ہیں۔

## رکوع نمبر 6

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ یقیناً اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (18)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ یقیناً اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' یہ آیت کریمہ بندے کے لیے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے

کی بنیاد ہے، محاسبہ کیا ہے؟ محاسبہ کے لئے تقویٰ کا التزام کیوں ضروری ہے؟

جواب: (1) یہ آیت کریمہ بندے کے لیے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کی بنیاد ہے۔

(2) محاسبہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے دن اور رات کے اعمال کا شمار کرے، پھر اگر وہ اچھے اعمال ہوں تو ان کی پیروی کرے انہیں جاری رکھے اور اگر مذموم ہوں تو ان کو سمجھے اور مستقبل میں ان سے باز آ جائے۔ (الماوردی، الادب الدنیا:454,453)

(3) محاسبہ نفس کے اعمال کی طرف توجہ کرنا، خطاؤں کا ادراک کرنا اور نیک کاموں میں مصروف رہنا ہے۔

(4) اللہ رب العزت نے نفس کا محاسبہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے سب سے پہلے کھلے چھپے حالات میں تقویٰ کے التزام کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے خطاؤں اور گناہوں کو ترک کر دو۔ جو خطاؤں کا ادراک کرتا ہے وہ خطاؤں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور نیک اعمال میں مصروف رہتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا۔'' (الطلاق:4)

(6) ﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (۲) وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (۳)﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا۔'' (الطلاق:3,2)

(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔'' (النحل:128)

(8) ﴿وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ﴾ ''ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈر کر رہے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''سلام ہو تم پر! پاکیزہ رہے تم، چنانچہ اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے ہو۔'' (الزمر:73)

(9) ﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (۶۷) یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (۶۸) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (۶۹) اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ (۷۰) یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (۷۱) وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۷۲) لَكُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ كَثِیْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۷۳)﴾ ''تمام دوست اُس دن ایک دوسرے کے

دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرماں بردار تھے۔تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ، تم خوش کیے جاؤ گے۔ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے اور اُس میں ہر وہ چیز ہو گی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔تمہارے لیے اُس میں بہت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے ہو۔'' (الزخرف:61-73)

(10)﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ (۵۴) فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۵)﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس۔'' (القمر:55,54)

(11)﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ ''اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فانی دنیا کی سوچ سے انسان کی توجہ باقی جہاں یعنی آخرت کی طرف مبذول کروائی ہے کہ اس ہمیشہ کی زندگی کے لئے آج فکر کرلو۔

(12)سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو رام کر لے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے اور عاجز و بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات پر لگا دے اور رحمت الٰہی کی آرزو رکھے۔'' (ترمذی:2459)

(13)امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں دان نفس سے مراد ہے کہ اس نے قیامت کے دن کے حساب سے پہلے نفس کا محاسبہ کیا۔

(14)یعنی ہر ایک کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے قیامت کے دن کے لئے کیا اعمال کیے ہیں؟ کیا نیکیاں ہیں جو آپ کو نجات دلائیں گی؟ کیا برائیاں ہیں جو بربادی تک پہنچائیں گی؟ (جامع البیان:55/28)

(15)آج میں کل کے لئے زادہ راہ جمع کرلو، جو تم بوؤ گے وہ کاٹو گے۔نیکیوں کی کاشت کرلو،کل کاٹنے کا دن ہو گا۔آج کما لو گے تو کل بیٹھ کر کھاؤ گے۔آج کی کمائی لازوال ہے جو کل ابدالآباد تک ختم نہیں ہو گی۔ (مختصر ابن کثیر:2039/2)

(16)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' جو عمل کرو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر کرو۔اور جو عمل کرو یہ یقین رکھ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔جو عمل کرو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کرو۔

(17)﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' یعنی اس بات پر یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل اور ہر حالت کی خبر رکھتا ہے۔اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

(18)جو شخص تقویٰ کی حفاظت کرتا ہے وہ ان کے ساتھ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہدا اور صالحین کے ساتھ نعمت بھری جنت میں اور تکبر سے پاک زندگی کا مستحق ہوا اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوا۔اس نے اس کے حقوق فراموش کر دیئے پس وہ دنیا میں بدبخت ٹھہرا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہوا کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں! یقیناً نہیں! پہلی قسم کے لوگ کامیاب

ہیں اور دوسری قسم کے لوگ خسارے میں پڑنے والے ہیں۔(تفسیر سعدی:2744/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے انہیں بجالاؤ اور جن سے روکا ہے ان سے رُک جاؤ۔

سوال3: اس آیت میں دو دفعہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم اس لئے دُہرایا گیا کہ اس کا خوف ہی انسان کو نیکی کرنے اور برائی سے اجتناب پر آمادہ کرتا ہے۔

سوال4: ''کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے'' یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اس سے اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ: (1) کل کی بات ہے، زیادہ دور نہیں۔ (2) کل کی فکر کرلو۔ (3) اعمال ہی کام آئیں گے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قیامت کی تیاری کے لئے اعمال کا ذخیرہ بھیجنے کا حکم دے کر اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ قیامت آئے گی تو وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا یعنی نیک کو اس کی نیکی کی اور بُرے انسان کو اس کی بُرائی کا بدلہ دے گا۔

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

''اور تم اُن جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بھلا دیں، یہی لوگ نافرمان ہیں'' (19)

سوال1: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور تم اُن جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بھلا دیں، یہی لوگ نافرمان ہیں'' کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت فاسقوں میں شمار کرواسکتی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''اور تم اُن جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بھلا دیں'' یعنی اے ایمان والو ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو انہوں نے اس کی اطاعت چھوڑ دی۔ (ایسر التفاسیر:1610)

(2) ﴿نَسُوا اللّٰهَ﴾ سے اول مراد ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دینا تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے نفس بھلا دیتا ہے کہ اس کے لئے بھلے کام کریں، دوسرے اللہ تعالیٰ کے حق کو بھول جانا تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے نفس کا حق بھلا دیتا ہے۔ تیسرے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چھوڑ کر اور اس کی تعظیم کرنا چھوڑ کر اسے بھول جانا تو اللہ تعالیٰ سختیوں میں انہیں ان کی جانیں بھلا دیتا ہے۔ (الماوردی:511/5)

(3) یعنی ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا چھوڑ دیا جو ان پر واجب تھا۔ (جامع البیان:35/28)

(4) اللہ تعالیٰ کو بھولنے کا لازمی نتیجہ خود فراموشی ہوتی ہے۔(تیسیر القرآن:418/4)

(5) جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ اس کے حقوق کو بھول کر دنیا میں بدبخت اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہو ورنہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی توفیق نہیں دے گا۔

(7)﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ''یہی لوگ نافرمان ہیں'' یعنی وہ لوگ جو دین قیم سے نکل گئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو بنایا۔ انہوں نے خیانت کی، اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑا اور اسے پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔(تفسیر قاسمی:111/16)

(8) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ ''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (الکہف:28)

(9) طبرانی میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ کا مختصر سا حصہ یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا، کیا تم نہیں جانتے؟ کہ صبح شام تم اپنے مقرر وقت کی طرف بڑھ رہے ہو، پس تم کو چاہئے کہ اپنی زندگی کے اوقات اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں گزارو، اور اس مقصد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے کوئی شخص صرف اپنی طاقت وقوت سے حاصل نہیں کر سکتا، جن لوگوں نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے سوا اور کاموں میں کھپائی ان جیسے تم نہ ہونا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان جیسے بننے سے منع فرمایا:﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ﴾ خیال کرو کہ تمہاری جان پہچان کے تمہارے بھائی آج کہاں ہیں؟ انہوں نے اپنے گزشتہ ایام میں جو اعمال کئے تھے ان کا بدلہ لینے یا ان کی سزا پانے کے لئے وہ دربار الٰہی میں جا پہنچے، یا تو انہوں نے سعادت اور خوش نصیبی پائی یا نامرادی اور شقاوت حاصل کر لی کہاں ہیں؟ وہ سرکش لوگ جنہوں نے بارونق شہر بسائے اور ان کے مضبوط قلعے کھڑے کئے، آج وہ قبروں کے گڑھوں میں پتھروں تلے دبے پڑے ہیں، یہ ہے کتاب اللہ قرآن کریم تم اس نور سے روشنی حاصل کرو جو تمہیں قیامت کے دن اندھیروں میں کام آسکے، اس کی خوبی بیان سے عبرت حاصل کرو اور بن سنور جاؤ، دیکھو اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا اور ان کے اہل بیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا:﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ یعنی وہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اور بڑے لالچ اور سخت خوف کے ساتھ ہم سے دعائیں کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے جھکے جاتے تھے، سنو وہ بات بھلائی سے خالی ہے جس سے اللہ کی رضامندی مقصود نہ ہو وہ مال خیر وبرکت والا نہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاتا ہو وہ شخص نیک بختی سے دور ہے جس کی جہالت بردباری پر غالب ہو اس طرح وہ شخص بھی نیکی سے خالی ہاتھ ہے جو اللہ کے احکامات کی تعمیل کرنے والے کی ملامت سے خوف کھائے۔(تفسیر ابن کثیر:322)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں۔'' (المنافقون:9)

سوال2: خدا فراموشوں کو اللہ تعالیٰ کس انجام تک پہنچا دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ خدا فراموشوں کو اپنی جانوں سے غافل کر دیتے ہیں۔

سوال3: خدا فراموش خود فراموشی تک کیسے پہنچتے ہیں؟

جواب: (1) جو شخص اپنے رب کو بھلا دیتا ہے اس کی عقل اس کی سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی نہیں کرتی۔

(2) خدا فراموش کی آنکھیں اسے حق کا راستہ نہیں دکھاتیں۔ (3) خدا فراموش کے کان حق سُننے سے بہرے ہو جاتے ہیں۔

(4) کان، آنکھیں اور دل جب صحیح راہ نمائی نہیں کرتے تو انسان سے ایسے کام ہوتے ہیں جن میں اس کی اپنی تباہی ہوتی ہے۔ یہ رب کا انتقام ہے۔ جو شخص خدا فراموش بنتا ہے لازماً خود فراموشی تک پہنچ جاتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ خدا فراموشوں کو خود فراموشی تک کیوں پہنچا دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ خدا فراموشی کے عمل کی جزا کے طور پر انسان کو خود فراموش بناتے ہیں۔ پھر وہ ایسے عمل نہیں کرتے جس سے وہ خود کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکیں۔

## ﴿لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔'' (20)

سوال1: ﴿لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں'' جنتی اور جہنمی برابر نہیں ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا اہل جنت اور اہل جہنم کے لئے ایک فیصلہ نہیں ہوگا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے

ہیں۔" (الجاثیہ:21) (3)﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ "اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور نہ برائی کرنے والا اتم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔" (غافر:58) (4)﴿فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ "سو ہم نے اُسے وہ بخش دیا اور بلاشبہ ہمارے پاس اُس کے لیے یقیناً قرب کا مقام اور اچھا ٹھکانہ ہے۔" (ص:25)

(5)﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ "آپ کہہ دیں ناپاک اور پاک برابر نہیں اور اگرچہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی لگے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اے عقل والو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔" (المائدہ:100)

(6)﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ﴾ "تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے۔" (السجدہ:18) (7) اللہ تعالیٰ کو بھولنے والے ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے۔ (تفسیر مراغی:47/10)

(8)﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ "جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں" یعنی جنت والے ہی مقرب اور معزز لوگ ہیں جو آگ سے بچا لیے جائیں گے۔ (9) جنتی ہی بامراد ہیں جو سلامتی سے اللہ تعالیٰ کی جنت میں جائیں گے۔

سوال 2: اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کس اعتبار سے برابر نہیں ہوتے؟

جواب: اہلِ جنت اپنی سوچ، اپنے عمل اور انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہوتے۔

| اہلِ جنت | اہلِ دوزخ |
|---|---|
| 1۔ اہلِ جنت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں۔ | 1۔ اہل دوزخ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ |
| 2۔ اہل جنت اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ | 2۔ اہل دوزخ اپنی خواہش کے مطابق زندگی گزار کر اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔ |
| 3۔ اہل جنت اپنے انجام کو یاد رکھتے ہیں۔ | 3۔ اہلِ دوزخ اپنے اعمال کے انجام کے بارے میں سوچتے بھی نہیں۔ |
| 4۔ اہل جنت اپنے انجام کے لئے تیاری کرتے ہیں۔ | 4۔ اہلِ جہنم غافل رہتے ہیں اور تیاری میں غفلت برتتے ہیں۔ |
| 5۔ اہل جنت کو اللہ تعالیٰ بہترین جزا عطا کریں گے اپنی جنت میں داخل فرمائیں گے۔ | 5۔ اہل دوزخ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ |

سوال 3: جنت والے کیسے کامیاب ہوتے ہیں؟

جواب: جنت والے امتحان کی تیاری کرتے ہیں۔ حقیقت کو سمجھ کر انجام سے بے خبر زندگی نہیں گزارتے اس طرح کامیاب رہتے ہیں۔

سوال 4: دوزخ والے کیسے ناکام ہوتے ہیں؟

جواب: دوزخ والے حقیقت کو نہیں سمجھتے، انجام سے غافل رہتے ہیں، نافرمانی کے بُرے کام کرتے ہیں اور اس طرح خسارے میں رہتے ہیں۔

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾

''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں'' (21)

سوال 1: ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں'' قرآن مجید کی عظمت، شان اور کمال بزرگی جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے'' اللہ رب العزت نے ایک مثال سے قرآن مجید کی عظمت، شان اور اس کی کمال بزرگی کو بیان فرمایا ہے۔ یہ کتاب حق رکھتی ہے کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ دل اس کے سامنے کپکپا اٹھیں اور لرز جائیں۔ یہ کتاب ایسی شان رکھتی ہے کہ اس کے وعدوں اور بشارتوں کو سن کر دل کھل اٹھیں۔ یہ کتاب عظیم ہے اس کا حق ہے کہ انسان اس کے ڈراووں اور دھمکیوں کو پڑھ کر سہم جائے۔ یہ کمال بزرگی والی کتاب ہے جو اس لائق ہے کہ اس کو پڑھ کر بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جائے۔

(2) یعنی اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو آپ اسے اللہ تعالیٰ کی خشیت سے عاجز اور ٹکڑے ٹکڑے ہوا پاتے۔

(3) یہ کتاب دلوں کو متاثر کرنے کے لئے کمال درجے کی تاثیر رکھتی ہے۔

(4) پہاڑ جیسی سنگین مخلوق میں اگر فہم کی صلاحیت ہوتی اور وہ اس میں غور وفکر کر سکتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور اس کی اطاعت کرتے، پھر اے انسان تمہارے دل اس کلام سے نرم کیوں نہیں ہوتے؟ اللہ تعالیٰ کے خوف سے تمہارے دل اور کلیجے کیوں نہیں

پھٹتے؟ قیامت کی ہولنا کیوں سے تمہارے دل کیوں نہیں دھڑکتے؟ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً ‌ؕ وَاِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ‌ؕ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ‌ؕ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ”پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی طرح یا سختی میں اس سے بڑھ کر ہو گئے اور بے شک پتھروں میں سے یقیناً کچھ وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان میں سے یقیناوہ بھی ہے جو پھٹ جاتا ہے تو اس میں سے پانی نکل آتا ہے اور بے شک اُن میں سے ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس سے ہر گز بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو۔“ (البقرہ:74)

(5) اس قرآن میں بڑے بڑے نصیحت کے پہلو ہیں اوامر ونواہی ہیں جو انسان کے نفس کے لئے آسان ہیں۔اس کے احکامات میں کوئی اختلاف نہیں۔ان پر عمل پیرا ہونے میں مشقت نہیں۔

(6) اگر تم قرآن کے احکامات میں غور وفکر کرو تو سمجھ سکتے ہو۔اگر سمجھو تو فائدہ اٹھا سکتے ہو۔

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک لکڑی کا سہارا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے۔پھر جب منبر بن گیا تو آپ ﷺ خطبہ کے لیے اس پر تشریف لے گئے۔اس پر اس لکڑی نے باریک آواز سے رونا شروع کر دیا۔آخر آپ ﷺ اس کے قریب تشریف لائے اور اپنا ہاتھ اس پر پھیرا۔(بخاری:3583)

(8)﴿وَتِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ﴾ ”اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں“ اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔حلال وحرام واضح فرماتا ہے تا کہ لوگ ان آیات میں غور وفکر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر کرنا بندے کے لئے علم کے خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے اور خیر اور شر کے راستوں کو واضح کر دیتا ہے۔برائی سے روکتا ہے اور محاسن اخلاق کی ترغیب دیتا ہے۔

سوال 2: انسان مثالوں پر غور وفکر کر کے کیا کرتا ہے؟

جواب: عام طور پر انسان غور وفکر کر کے نافرمانیوں سے اجتناب کرنے لگتا ہے۔

## ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ۚ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ‌ ۚ هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ﴾

”وہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،غیب اور حاضر کو جاننے والا،وہی وسیع رحمت والا،نہایت رحم والا ہے“(22)

سوال 1:﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ۚ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ‌ ۚ هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ﴾ ”وہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،غیب اور حاضر کو جاننے والا،وہی وسیع رحمت والا،نہایت رحم والا ہے“ اللہ تعالیٰ ہی معبود اور رب ہے

آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا، نہ اس کے سوا کوئی رب ہے۔اس کے سوا ہر ایک کی عبادت باطل ہے۔سچا معبود تو وہی ایک اللہ ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو کیا تم فرماں بردار بنتے ہو؟'' (الانبیاء:108)

(3)﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کے چہرے کے،فیصلہ اُسی کا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' (القصص:88)

(4)﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''غیب اور حاضر کو جاننے والا''یعنی جو مخلوق کی نظروں سے اوجھل ہے اور جس کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں ہر ایک چیز کا علم رکھتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات کا علم ہے، زمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں۔

(6) شہادت سے مراد تمام اشیاء، واقعات اور علوم ہیں جو انسان کے علم میں آ چکے ہیں یا جنہیں وہ مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل کر چکا ہے اور غیب سے مراد وہ تمام اشیاء واقعات اور علوم ہیں جن تک تا حال انسان کی رسائی نہیں ہو سکی خواہ اشیاء عالم اکبر یا کائنات سے متعلق ہوں یا عالم اصغر یا انسان کے جسم کی اندرونی کائنات سے متعلق ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے سرے سے کوئی چیز غائب ہے ہی نہیں اس کے لیے سب کچھ ہی شہادت ہے اور قرآن میں یہ غیب اور شہادت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو صرف انسان کو سمجھانے کی غرض سے استعمال ہوئے ہیں اور اللہ کے لیے کوئی چیز غائب اس لیے نہیں ہوتی کہ ہر چیز کو اور ہر واقعہ اور حادثہ کو وجود میں لانے والا تو وہ خود ہے لہٰذا اس سے کوئی چیز مخفی یا غائب کیسے رہ سکتی ہے۔ (تیسیر القرآن:4/419)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا نہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

(8)﴿هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ ''وہی وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ ہمہ گیر رحمت والا ہے۔اپنی رحمت سے اس نے ساری مخلوقات کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔جیسا کہ فرمایا: ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔''

(الاعراف:156)(9) رب العزت نے فرمایا:﴿كَتَبَ عَلٰى نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ﴾ ''اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے'' (الانعام:12)

(10) وہ دنیا اور آخرت میں رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ (11) رب العزت نے فرمایا:﴿قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (یونس:58)

سوال 2: ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنی کن صفات سے یہ بات ثابت کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے غیب اور حاضر کے علم سے۔ (2) رحم کرنے سے۔ (3) اپنی پاکیزگی سے۔ (4) سب عیبوں سے پاک ہونے سے۔ (5) امن دینے سے۔ (6) نگہبانی سے۔ (7) غلبے سے۔ (8) زور آور ہونے سے۔ (9) بڑائی والا ہونے سے۔ (10) خالق ہونے سے۔ (11) صورت گری کرنے سے۔ (12) اور اپنی حکمت سے یہ شعور دلایا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

سوال 3: ''غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ (2) جو چیز انسان کے لئے غیب ہے اللہ تعالیٰ کے لئے وہ غیب نہیں ہے۔ وہ کائنات کی ہر چیز کو جانتا ہے چاہے ہمارے سامنے ہو یا چھپی ہوئی ہو۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الرحمٰن اور الرحیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ وسیع رحمت والا ہے۔ اُس نے غیب اور حاضر کے علم سے یہ شعور دلایا ہے کہ یہ اس کی رحمت ہے کہ پھر بھی مواقع دیتا ہے۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡمَلِكُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُهَيۡمِنُ الۡعَزِيۡزُ الۡجَـبَّارُ الۡمُتَكَبِّرُ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں'' (23)

سوال:﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡمَلِكُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُهَيۡمِنُ الۡعَزِيۡزُ الۡجَـبَّارُ الۡمُتَكَبِّرُ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں'' اللہ تعالیٰ مختار کل ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں

کیونکہ وہ خالق، رازق، مدبر ہے اور اس کے سوا کوئی اور ایسا نہیں ہے۔ (ایسر التفاسیر:1611)

(2) ﴿اَلْمَلِكُ﴾ ''بادشاہ ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے وہی مختار کل ہے۔ وہ ہر چیز پر اختیار رکھتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے آگے کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اس کے فیصلے کائنات میں چلتے ہیں۔

(3) حدیث ترمذی میں الملک کو اسمائے حسنیٰ میں شمار کیا گیا ہے۔ لغت میں مَلِکْ بادشاہ کو کہتے ہیں۔ دنیا میں اور لوگ بھی اَلْمَلِکُ کہلاتے ہیں اور یہ نام رکھنا شرک بھی نہیں ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال اور لوگوں کے لئے ہوا ہے۔ ﴿اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ ''یقیناً بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے خراب کر دیتے ہیں اور اس کے عزت داروں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور اسی طرح وہ لوگ کریں گے۔'' (النمل:34) سورہ یوسف میں بھی چار مقامات پر یہ لفظ آیا ہے اور اس سے مراد بادشاہ مصر ہے۔ ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ﴾ (یوسف:43) ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ﴾ (یوسف:50) ﴿نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ﴾ (یوسف:72) ﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ﴾ (یوسف:76) قرآن مجید پر تدبر کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اَلْمَلِکُ کا اطلاق بحالت مضاف ہوا ہے۔ ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ (الناس:2) اسی کا اسم ہے۔ اس کے معنی میں کل بنی نوع انسان کا بادشاہ۔ (اسماء حسنیٰ)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے زیادہ ذلیل اور برا نام اللہ تعالیٰ کے پاس اس شخص کا ہے جس کو لوگ ملک الملوک کہیں۔'' ابن ابی شیبہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ کوئی مالک نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ سیدنا سفیان رحمہ اللہ نے کہا: ملک الملوک کے مانند ہے شہنشاہ۔ (مسلم:5610)

(5) ﴿اَلْقُدُّوْسُ﴾ ''نہایت پاک'' وہ ہر عیب سے پاک ہے اور بزرگی اور برکت والا ہے۔

(6) معزز اور بزرگ فرشتے اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں۔

(7) اس کی ذات صفات اور افعال سب کمال والے ہیں۔ وہ تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔

(8) ﴿اَلسَّلٰمُ﴾ ''سلامتی والا'' اس کی مخلوق کو اس سے ظلم کا خوف نہیں۔

(9) اللہ تعالیٰ سراسر سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی کمزوری اور خامی نہیں۔ اس کے کمال کو کبھی زوال نہیں آ سکتا۔

(10) سلام بطور اسم صرف اللہ جل شانہ کے لئے ہے اس کے معنی سالم ہیں یعنی وہ جو سلامتی میں کامل ہو وہ جس کی سلامتی معرض خطر و زوال میں نہ ہو۔ وہ جو دوسروں کو سلامتی بخشتا ہو۔ سلام مصدر بھی، اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام ملے گا۔ ﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ (یٰس:58) ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾ ''سلام ہو تم پر! پاکیزہ رہے تم، چنانچہ اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے ہو۔'' (الزمر:73) ملائکہ بھی اہل ایمان کو سلام کریں گے اہل ایمان آپس میں بھی سلام ہی بھیجا کریں گے۔ ﴿وَتَحِيَّتُهُمْ

﴿فِيهَا سَلَامٌ﴾(یونس:10)(تفسیر روح المعانی:91/15)

(11) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ (پہلے) جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم (قعدہ میں) یہ کہا کرتے تھے کہ اس کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو اور فلاں پر اور فلاں پر سلام ہو۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ "اللہ پر سلام ہو" کیونکہ اللہ تو خود سلام ہے۔ بلکہ یہ کہو ﴿التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ﴾ "آداب بندگان اور تمام عبادات اور تمام پاکیزہ خیراتیں اللہ ہی کے لیے ہیں آپ پر اے نبی سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو" اور جب تم یہ کہو گے تو آسمان پر اللہ کے تمام بندوں کو پہنچے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان اور زمین کے درمیان تمام بندوں کو پہنچے گا ﴿أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد دعا کا اختیار ہے جو اسے پسند ہو کرے۔ (بخاری:835)

(12) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے اور کہتے: ﴿اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ سے اخیر تک۔ ولید نے کہا: میں نے اوزاعی سے پوچھا استغفار کیسے ہے؟ کہا: ﴿أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ﴾ کہتے یعنی "میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں"۔ (مسلم:1334)

(13) ﴿اَلْمُؤْمِنُ﴾ "امن دینے والا" اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں مومن بھی ہے اس کے معنی کی دو صورتیں ہیں: اول: مومن، ایمان سے بنا ہے۔ (الف) اللہ تعالیٰ مومن ہے کہ بندہ کو ایمان عطا کرتا ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ﴾ "لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے" (الحجرات:7) ﴿أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيْمَانَ﴾ "یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے" (المجادلہ:22) (ب) ہاں اللہ تعالیٰ کا نام (ایمان سے) اس لئے بھی ہے کہ وہ خود بھی اپنی ذات پاک کی شہادت دیتا ہے جیسا کہ یہ شہادت ہر ایک ایمان لانے والے بندہ کو بھی ادا کرنا ہوتی ہے فرمایا: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ "اللہ تعالیٰ نے اور فرشتوں نے اور اہلِ علم نے گواہی دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" (آل عمران:18) (اسماء حسنیٰ)

(14) جو امن دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو امن دینے والا ہے۔ اس کا امن ساری کائنات اور ہر ایک کے لئے ہے۔

(15) اس نے یہ کہہ کر کہ وہ حق ہے مخلوق کو امن دیا ہے۔ (16) وہ ایمان داروں کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے۔

(17) ﴿اَلْمُهَيْمِنُ﴾ "نگہبان" اللہ تعالیٰ مخلوق کے اعمال دیکھ رہا ہے وہ ان پر محاسب اور نگران ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔" (المجادلہ:6) ﴿وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

﴿ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جو ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو اُٹھا لیں تو ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔'' (یونس:46) ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس کو ایک عربی فرمان بنا کر آپ پر نازل کیا ہے۔ اور یقیناً اگر اپنے پاس علم آ جانے کے بعد بھی آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔'' (الرعد:37)

(18) ﴿الْمُهَيْمِنُ﴾ کے معنی (i) نگہبان (ii) وہ جو دوسرے کے خوف سے ہم کو مامون بنا دے۔ (iii) وہ امین جو کسی کا حق ضائع نہ کرے (iv) وہ جو ہر ایک کے خوف وخطر کو دور کرے۔ ان جملہ صفات میں یہ باری تعالیٰ کا نام ہے۔ (اسماء حسنیٰ)

(19) جو نگہبانی اور حفاظت کرنے والا ہے۔ وہ تمام مخلوقات کی خبر گیری کرنے والا اور ان کی ضروریات کو فراہم کرنے والا ہے۔

(20) ﴿الْعَزِيْزُ﴾ ''سب پر غالب'' جس پر نہ کوئی غالب آ سکتا ہے نہ اس کے سامنے کوئی رکاوٹ بن سکتا ہے۔

(21) ہر چیز پر وہ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ ہر چیز پر اس کا تصرف ہے۔

(22) اس کے مقابلے میں کوئی سر نہیں اُٹھا سکتا۔ اس کے فیصلوں کے آگے کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اس کے آگے سب بے بس اور بے زور ہیں۔

(23) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''وہ لوگ جو مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو بلاشبہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔'' (النساء:139)

(24) ﴿الْجَبَّارُ﴾ ''اپنی مرضی چلانے والا'' اللہ تعالیٰ سب بندوں پر غالب ہے، ساری مخلوق اس کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے وہ ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا اور محتاج کو بے نیاز کر دیتا ہے۔ وہ بگڑے کام بنانے والا انہیں سنوارنے والا ہے۔

(25) اپنی کائنات کو اپنے ارادے سے، اپنے زور سے درست رکھنے والا ہے۔

(26) ﴿الْمُتَكَبِّرُ﴾ ''بے حد بڑائی والا ہے'' اللہ تعالیٰ عظمت اور کبریائی کا مالک ہے۔ وہ ظلم اور تمام عیوب سے پاک ہے بڑائی اسی کو زیبا ہے۔ (27) وہ بڑا ہے اور بڑا ہو کر رہنے والا ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے مقابلے میں حقیر اور ذلیل ہے۔

(28) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لیے بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الجاثیہ:37)

(29) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عزت پروردگار کی ازار ہے اور بزرگی اس کی چادر ہے (یعنی یہ

دونوں اس کی صفتیں ہیں)، پھر پروردگار فرماتا ہے جو کوئی یہ دونوں صفتیں اختیار کرے میں اس کو عذاب دوں گا۔" (مسلم:6680)

(30) سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (نماز پڑھنے کے لیے) کھڑا ہوا، آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے سورۃ البقرہ پڑھی، آپ ﷺ کسی رحمت والی آیت سے نہیں گزرتے مگر وہاں ٹھہرتے اور سوال کرتے، اور کسی عذاب والی آیت سے نہیں گزرتے مگر وہاں ٹھہرتے اور اس سے پناہ مانگتے، پھر آپ ﷺ نے اپنے قیام کے بقدر لمبا رکوع کیا، اور آپ ﷺ نے رکوع میں: ﴿سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ﴾ پڑھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے قیام کے بقدر لمبا سجدہ کیا، سجدے میں بھی آپ نے وہی دعا پڑھی، جو رکوع میں پڑھی تھی پھر اس کے بعد کھڑے ہوئے اور سورۃ آل عمران پڑھی، پھر (بقیہ رکعتوں میں) ایک ایک سورۃ پڑھی۔ (ابوداؤد:873)

(31) ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں" یعنی اللہ تعالیٰ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہ بلند صفات والا ہے اور اس کمال والے کے افعال پاک ہیں۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

"وہی اللہ تعالیٰ ہے، خاکہ بنانے والا، وجود میں لانے والا، صورت گری کرنے والا ہے، سارے اچھے نام اُسی کے ہیں، ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" (24)

سوال: ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ "وہی اللہ تعالیٰ ہے، خاکہ بنانے والا، وجود میں لانے والا، صورت گری کرنے والا ہے، سارے اچھے نام اُسی کے ہیں، ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ﴾ "وہی اللہ تعالیٰ ہے، خاکہ بنانے والا" اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کا خالق ہے وہ اندازہ لگانے والا، تقدیریں بنانے والا اور انہیں جاری کرنے والا ہے۔

(2) ہر چیز کی تخلیق کی منصوبہ بندی کرنے والا ہے۔ کوئی چیز نہ خود وجود میں آئی ہے نہ اتفاقاً پیدا ہوئی ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ "بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ رات

کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اُس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الاعراف:54)

(4)﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ﴾ ''وہی ہے جس نے رات کو پیدا کیا۔'' (الانبیاء:33)

(5)﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔'' (الملک:2)

(6)﴿خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ ''سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا۔'' (الزخرف:12)

(7)﴿وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔'' (یٰس:79)

(8)﴿الْبَارِئُ﴾ ''وجود میں لانے والا'' اللہ تعالیٰ عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جو تقدیر اور تقدیر کے نفاذ پر قادر ہو۔ وہ اپنی مرضی سے وجود میں لاتا ہے اور انہیں باقی رکھتا ہے۔

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ﴾ ''لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو۔'' (البقرہ:54)

(10)﴿الْمُصَوِّرُ﴾ ''صورت گری کرنے والا ہے'' وہ صورت بنانے والا ہر چیز کی صورت گری کرنے والا ہے۔ ہر چیز کو آخری مکمل صورت میں بنانے والا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''وہی ہے جو رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنا دیتا ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (آل عمران:6)

(11) اللہ تعالیٰ مصور ہے اس نے کروڑوں، اربوں صورتیں بنائیں۔ نباتات، جمادات، حیوانات میں پھر انسانوں میں ملک ملک کے باشندوں بناوٹ اور خدوخال میں کتنا فرق ہے۔ ہر چیز کو وہ اپنی حکمت سے اپنی مرضی کے مطابق صورت دیتا ہے۔

(12)﴿لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى﴾ ''سارے اچھے نام اُسی کے ہیں'' یعنی اس کے نام بہت زیادہ ہیں جن کو نہ کوئی معلوم کر سکتا ہے، نہ انہیں گن سکتا ہے۔ (13) اس کے تمام نام اچھے ہیں۔ اس کی تمام صفات کامل ہیں جن میں کوئی نقص نہیں۔

(14) ان ناموں کا حسن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں پسند کرتا ہے اور اس شخص کو بھی پسند کرتا ہے جو اس کے ناموں کو پسند کرتا ہے۔

(15) اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے اس کو اچھے ناموں سے پکاریں اور اس کے ناموں کے واسطے سوال کریں۔

(16)﴿يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح بیان کرتی ہے'' یعنی آسمان وزمین کی ہر چیز اس کی تسبیح خواں ہے۔

(17) ہر چیز زبان حال سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر رہی ہے کہ اس کا خالق ہر عیب، نقص، کمزوری اور غلطی سے پاک ہے۔

(18) یہ اس کا کمال ہے کہ وہ اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کا مالک ہے نیز یہ کہ آسمانوں اور زمین میں رہنے والے دائمی طور پر اس کے محتاج ہیں۔ اس کی حمد وثنا کے ذریعے سے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اس سے اپنی تمام حوائج کا سوال کرتے ہیں۔ وہ اپنے فضل وکرم سے سب

کچھ عطا کرتا ہے جس کا تقاضا اس کی رحمت اور حکمت کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:2747,2746/3)

(18)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ”اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے“ یعنی وہ اپنے امر پر غالب اور اپنی تدبیر میں کمال حکمت رکھنے والا ہے۔

(19) اللہ تعالیٰ غالب ہے اس کے فیصلوں کے آگے کوئی سر نہیں اُٹھا سکتا وہ جو چاہے پیدا کر دے۔ جس کو چاہے امن دے سکتا ہے۔ وہ اپنی حفاظت اور نگرانی کے اعتبار سے غالب ہے۔

(20) یعنی وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کی حکمت اور مصلحت کے تحت ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:274/3)

ایاتها ۱۳ | ۶۰ سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۹۱ | رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس میں دو رکوع اور تیرہ آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب؛ مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 60 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 91 ہے۔

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا
بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ
جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ
اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے یقیناً انہوں نے اس کا انکار کیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم چھپا کر ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں

جانتا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو شخص بھی ایسا کرے یقیناوہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا"(1)

سوال 1:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ﴾ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے یقیناانہوں نے اس کا انکار کیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو" کافروں سے دشمنی رکھنے اور ترک موالات کے حکم کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ﴾ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو!" یعنی اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔

(2)﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ﴾ "میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ" یعنی کفار اور مشرکین کو دوست نہ بناؤ۔

(3)﴿اَوْلِيَآءَ﴾ "دوست بناؤ" یعنی اپنا مددگار نہ بناؤ۔ (ایسر التفاسیر:1616)

(4) ایمان کے تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت اور دوستی نہ رکھو۔

(5) یعنی اپنے ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرو، جو ایمان لائے اس کے ساتھ موالات و مودت رکھو، جو ایمان کے ساتھ عداوت رکھے تم اس کے ساتھ عداوت رکھو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن اور اہل ایمان کا دشمن ہے۔ (تفسیر سعدی:2749/3)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لئے ایک واضح حجت بنالو؟" (النساء:144)

(7)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ "اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو انہیں کو دوست بنائے گا تو یقیناوہ انہی میں سے ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (المائدۃ:51)

(8)﴿تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾ "تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو" یعنی تم ان کی محبت و مودت اور اس کے اسباب کے حصول کی کوشش میں جلدی مچاتے ہو۔ جب مودت حاصل ہو جاتی ہے تو نصرت و موالات اس کے پیچھے آتی ہیں، تب بندہ ایمان کے دائرے سے نکل کر اہل کفر کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ کافر کو دوست بنانے والا یہ شخص مروت سے بھی محروم ہے، وہ اپنے سب سے بڑے دشمن سے کیوں کر موالات رکھتا ہے جو اس کے بارے میں صرف برائی کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنے رب کی کیوں کر مخالفت کرتا ہے جو اس کے بارے

میں صرف بھلائی چاہتا ہے، اسے بھلائی کا حکم دیتا ہے اور بھلائی کی ترغیب دیتا ہے؟ (تفسیر سعدی:2749/3)

(9) یعنی کافروں سے دشمنی رکھو اور ان سے معمولی سی دوستی کا تعلق بھی نہ رکھو دوستی تو دور کی بات ہے انہیں اپنا راز دار نہ بناؤ، نہ ان سے میل جول رکھو۔

(10) ﴿وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾ ''حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے یقیناً انہوں نے اس کا انکار کیا ہے'' یعنی انہیں اسلام کے عقائد، شریعت، اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی ہے۔

(11) یعنی ان سے دشمنی رکھنے کا سبب ان کا حق سے انکار کرنا ہے ان کا یہ خیال ہے کہ تم لوگ ہدایت پر نہیں ہو انہوں نے اصل دین کا انکار کیا ہے، یہ ان کی حد سے بڑھی ہوئی دشمنی کی دلیل ہے۔

(12) ﴿يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ﴾ ''وہ رسول کو اور خود تمھیں اس بنا پر نکالتے ہیں'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اور تمھارے محبوب رسول ﷺ کو اور تمھیں اس وجہ سے جلاوطن کر دیا کہ تم ایمان لے آئے ہو۔

(13) ﴿اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو'' یعنی تم اس رب پر ایمان لاتے تھے اور یہ ان کی دشمنی کا سبب تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت کو قائم کرنا مخلوق کا فرض ہے کیونکہ اس رب نے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ انہوں نے خود فرض کو قائم کرنے سے کنارہ کشی اختیار کی اور تمھارے ساتھ دشمنی کی طرح ڈالی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکال دیا۔

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ ''جن کو اُن کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا ہے صرف اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔'' (الحج:40)

(15) ﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور اس کے سوا انہیں اُن کی کوئی بات بری نہ لگتی تھی کہ وہ زبردست، تعریفوں والے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے۔'' (البروج:8)

سوال 2: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ سے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ایمان کو پکارا ہے۔

(2) ایمان کو پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے ایمان لا کر اپنا تعلق اپنے رب سے جوڑا ہے لہٰذا اس تعلق کے تقاضے پورے کرو۔

(3) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ ایمان کی وجہ سے اب میرے اور آپ کے دشمن ایک ہیں لہٰذا دشمنوں کے ساتھ دوستی نہ کرو۔

(4) اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ تم ان کی طرف دوستانہ پیغامات بھیجتے ہو جب کہ:

(i) وہ حق کا انکار کرتے ہیں جس پر تم ایمان لاتے ہو۔ (ii) انہوں نے تمھیں اور پیغمبر کو ایمان لانے کی وجہ سے جلاوطن کیا۔

اللہ تعالیٰ نے شعور کو بیدار کیا ہے کہ دیکھو تو سہی یہ کتنی بڑی حماقت ہے کہ اپنے ہی دشمنوں کو اپنے راز بتا رہے ہیں۔ ان سے دوستیاں کر رہے

ہو۔ ایسا نہ کرو ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو۔

سوال 3: ''تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو'' اس سے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: (1) ''تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو'' کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو تمہارے دشمن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حق کا انکار کرتے ہیں پھر تمہارے اور ان کے درمیان کیا قدر مشترک ہے؟

(2) انہوں نے بغیر کسی جرم کے پیغمبر کو اور تمہیں جلا وطن کیا۔ جب کہ تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا جوئی کی طلب میں نکلتے ہو، پھر تمہارے درمیان کس چیز کی ہم آہنگی کون سی سوچ اور کون سا عمل ہے جو دوستی کے لیے ضروری ہے؟ جب ان کا تمہارے ساتھ محمد ﷺ کے ساتھ اور حق کے ساتھ معاملہ دشمنی کا ہے تو کیا تمہارے لیے مناسب ہے کہ تم ان سے ہمدردیاں رکھو؟

سوال 4: ﴿اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم چھپا کر ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو شخص بھی ایسا کرے یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب (1) ﴿اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ﴾ ''اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو'' یعنی اگر تم اپنے گھروں سے میرے دین، میرے رسول، اور میرے مومن اولیاء کی نصرت کے لیے میرے راستے میں جہاد کے لیے نکلے ہو اور میری رضا کے متلاشی ہو تو کافروں سے دوستی نہ کرو۔

(2) ﴿تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾ ''تم چھپا کر ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو'' یعنی تم ان کو چپکے چپکے دوستی کے پیغامات بھیجتے ہو۔

(3) ﴿وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ﴾ '' حالانکہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا'' یعنی تم کفار کے ساتھ دوستی کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ تم اہل ایمان سے چھپا سکتے ہو مگر اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔

(4) یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری رگ رگ سے واقف ہے وہ جلد ہی اپنے بندوں کو اپنے کلی علم کے مطابق نیکی کی جزا اور بدی کی سزا دے گا۔

(5) ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ﴾ ''اور تم میں سے جو شخص بھی ایسا کرے'' یعنی جو مسلمان ان سے دوستی کرے گا باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے روکا ہے۔

(6) ﴿فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا'' کیونکہ وہ ایسے راستے پر چل پڑا جو شریعت، عقل اور مروت انسانی کے خلاف ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2749,2750)

(7) یعنی جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی رکھے گا اور رسول ﷺ کے راز افشا کرے گا تو وہ حق کے راستے سے ہٹ جائے گا۔ (صفوۃ التفاسیر:342/3)

(8) شانِ نزول: رسول اللہ ﷺ اور کفار مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر معاہدہ ہوا تھا جس کی کفار مکہ نے خلاف ورزی کی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو خفیہ طور پر جنگ کا حکم دے دیا۔ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ایک مہاجر بدری صحابی تھے ان کی قریش میں کوئی رشتہ داری نہ تھی۔ ان کے بیوی بچے مکہ میں تھے۔ انہوں نے قریش مکہ کو رسول اللہ ﷺ کی تیاری کی اطلاع کر دی تاکہ اس احسان کے بدلے میں قریش ان کی بیوی بچوں کا خیال رکھیں۔ ایک عورت کے ذریعے انہوں نے تحریری پیغام اہل مکہ کی طرف بھیجا جس کی اطلاع وحی کے ذریعے نبی ﷺ کو کر دی گئی رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو مقام خاخ سے وہ تحریر لانے کے لیے کہا جو اس عورت نے سر کے بالوں میں چھپا رکھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا "یہ تم نے کیا کیا" انہوں نے کہا میرا مکہ میں کوئی رشتہ دار نہیں میں نے سوچا مکہ والوں کو اطلاع کر دوں تاکہ وہ میرے بیوی بچوں کی حفاظت کریں۔ آپ ﷺ نے ان کی سچائی کی وجہ سے انہیں کچھ نہیں کہا لیکن اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کے طور پر یہ آیات نازل کر دیں تاکہ آئندہ کوئی مومن کسی کافر کے ساتھ اس طرح کا تعلق قائم نہ کرے۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الممتحنۃ، صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ) (احسن التفاسیر:126/7)

سوال 5: ایمان کے تقاضے کیا ہیں؟

جواب: (1) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (2) اللہ کی رضا طلب کرنا۔

﴿اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ﴾

"اگر وہ تمھیں پائیں تو تمھارے دشمن ہو جائیں گے اور اپنی زبانیں اور اپنے ہاتھ تمھاری طرف برائی کے ساتھ بڑھائیں گے اور وہ چاہیں گے کہ کاش تم کفر کرو" (2)

سوال 1: ﴿اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ﴾ "اگر وہ تمھیں پائیں تو تمھارے دشمن ہو جائیں گے اور اپنی زبانیں اور اپنے ہاتھ تمھاری طرف برائی کے ساتھ بڑھائیں گے اور وہ چاہیں گے کہ کاش تم کفر کرو" رب العزت نے اہل ایمان کو کافروں کی عداوت پر ابھارنے کے لیے ان کی شدت کی دشمنی کا کیسے ذکر کیا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ﴾ "اگر وہ تمھیں پائیں" اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو کافروں کی دشمنی پر ابھارنے کے لیے ان کی

شدت عداوت کا ذکر فرمایا ہے۔(2)﴿يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً﴾ ''تو تمھارے دشمن ہو جائیں گے''یعنی اگر انہیں اذیت پہنچانے کا کوئی موقع مل جائے تو کھلم کھلا دشمنی کا اظہار کرنے لگیں گے۔

(3)﴿وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ﴾ ''اور بڑھائیں گے اپنے ہاتھ تمھاری طرف''یعنی وہ تمھیں قتل کرنے یا تمھیں زخمی کرنے کے لیے تمھاری طرف ہاتھ بڑھائیں گے۔

(4)﴿وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ﴾ ''اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ''اور تکلیف دہ باتیں کہیں گے جن سے تمھیں تکلیف ہوگی۔

(5)﴿وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''اور وہ چاہیں گے کہ کاش تم کفر کرو''یعنی وہ دل سے چاہتے ہیں کہ تم ان کی طرح پھر کافر ہو جاؤ۔ان کی دشمنی کھلی ہے پھر کیوں ان سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو۔(6)اس آیت میں کافروں سے دشمنی پر ابھارا گیا ہے۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دشمنی کو کیسے کھولا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے ساتھ ان کی دشمنی کھل جائے گی۔

(2)وہ تم پر قابو پالیں گے تو تم پر دست درازی کریں گے۔(3)وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے خلاف برے طریقے سے زبان استعمال کریں گے۔

(4)وہ تم پر قابو پائیں گے تو دل سے چاہیں گے کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ۔

سوال 3:اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دشمنی کو کیوں واضح کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دشمنی کو آئینہ دکھانے کے لیے واضح کیا ہے کہ تمہارے خلاف ان کے دلوں میں اتنا بغض وعناد ہو اور تم دیکھو کہ ان کے ساتھ محبت کے تعلقات بڑھا رہے ہو۔

﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

''تمھاری رشتہ داریاں اور تمھاری اولاد قیامت کے دن تمھیں ہرگز فائدہ نہ دیں گی، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کردے گا اور اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو''(3)

سوال 1:﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''تمھاری رشتہ داریاں اور تمھاری اولاد قیامت کے دن تمھیں ہرگز فائدہ نہ دیں گی، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کردے گا اور اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو''اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں رشتہ داری اور اولاد کام نہیں آئے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ﴾ ''تمھاری رشتہ داریاں اور تمھاری اولاد تمھیں ہرگز فائدہ نہ دیں گی'' یعنی اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے رشتہ داروں اور اولاد کو راضی کرنے سے تمھیں کوئی نفع نہیں ملے گا۔

(2)﴿يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ﴾ ''وہ تمھارے درمیان فیصلہ کر دے گا'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو جنت میں جائیں گے اور کافروں کو جو اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے آگ میں جائیں گے ان کے درمیان اللہ تعالیٰ جدائی ڈال دے گا۔

(3) یعنی تمہارے اور تمہاری اولاد کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (٤٠) يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (٤١) اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (٤٢)﴾ یقیناً فیصلے کا دن اُن سب کے لیے مقرر وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔ مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔'' (الدخان:40-42)

(5)﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (٣٤) وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ (٣٥) وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (٣٦) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (٣٧)﴾ ''اُس دن آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔'' (عبس:34-37)

(6)﴿يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ (١١) وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ (١٢) وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ (١٣) وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ (١٤)﴾ ''(حالانکہ) وہ انہیں دکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے قریبی خاندان کو جو اُسے جگہ دیتا تھا۔ اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں۔ پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے۔'' (المعارج:11-14)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایا: ''جہنم میں، جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر واپس چلا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا: ''بے شک میرا باپ اور تمہارا باپ جہنم میں ہیں۔'' (مسلم:500)

(8)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم و بصیرت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کو جانتا ہے اور وہ ہر چیز کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

(9) جو مسلمان کسی کافر رشتہ دار کو راضی رکھنے کے لیے دوستی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور جا پڑے گا وہ نقصان اٹھائے گا اور اپنے اعمال برباد کر لے گا۔

سوال 2: قیامت کے دن کیا چیز کام آنے والی ہے؟

جواب: قیامت کے دن جو چیز کام آنے والی ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہے لہٰذا اس کا اہتمام کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

سوال 3: آپس میں جدائی کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ قریبی رشتہ دار جدا ہو جائیں گے۔ ایک دوسرے سے بھاگیں گے جیسے رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ﴾ ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔'' (عبس:34)

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے بصیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اندر اٹھنے والے محبت کے جذبات سے کافروں سے بڑھتے ہوئے تعلقات سے، بگڑتے ہوئے معاملات سے اپنے بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنے بصیر ہونے کا شعور کس مقصد کے لیے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے بصیر ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تا کہ اپنے اعمال کی درستگی کی فکر لاحق ہو جائے۔
(2) یہ شعور اس لیے بھی دلایا ہے تا کہ اعمال درست کرلیں۔

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾

''تمہارے لئے ابراہیم میں اور جو لوگ اُس کے ساتھ تھے اُن میں یقیناً اچھا نمونہ ہے، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو، ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (نمونہ نہیں) کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی جانب ہم نے رجوع کیا ہے اور تیری ہی جناب میں ہماری واپسی ہے'' (4)

سوال 1: ﴿قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِيۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ ۚ اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗۤ اِلَّا قَوۡلَ اِبۡرٰهِيۡمَ لِاَبِيۡهِ لَاَسۡتَغۡفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمۡلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ شَيۡءٍ﴾ ”تمہارے لئے ابراہیم میں اور جو لوگ اُس کے ساتھ تھے اُن میں یقینا اچھا نمونہ ہے، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو، ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (نمونہ نہیں) کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ﴾ ”تمھارے لیے یقینا ہے“ یعنی اے ایمان والو! تمھارے لیے۔

(2) ﴿اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ”یقینا اچھا نمونہ ہے“ اچھا نمونہ اور بہترین راہ نمائی ہے۔ اسوہ ایسے نمونے کو کہتے ہیں جس کی پیروی کی جائے۔

(3) ﴿فِيۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ﴾ ”تمھارے لئے ابراہیم میں اور جو لوگ اُس کے ساتھ تھے“ یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور لوگوں میں سے جو ان پر ایمان لائے ان کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

(4) ﴿اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾ ”جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو“ یعنی جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمھارے معبودوں سے بے زار ہیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔ انہوں نے مشرکوں اور ان کے بتوں سے اعلان برأت کرتے ہوئے وضاحت کی۔

(5) ﴿كَفَرۡنَا بِكُمۡ﴾ ”ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں“ ہم اس کا انکار کرتے ہیں جس کفر پر تم ہو اور تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان بتوں اور پتھروں کی کیا قیمت ہے جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے اور ان سے نفع وضرر کے لیے امیدیں باندھتے ہو جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَنۡ يَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ ؕ وَاِنۡ يَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَيۡـًٔا لَّا يَسۡتَنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ﴾ ”اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقینا وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے“۔ (الحج:73) (تفسیر مراغی:56/10)

(6)﴿وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ﴾ ''اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا'' ہمارے اور تمھارے درمیان دلوں کا بغض اور دشمنی ظاہر ہوگئی ہے کیونکہ ہم مومن ہیں اور تم مشرک، ہم مومن ہیں اور تم کافر ہو۔

(7) یہ دشمنی اور بغض اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کہ تم اپنے کفر پر قائم ہو۔

(8)﴿حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾ ''یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ'' یعنی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو واحد رب نہ مانیں اور اس کے سوا کسی کو الٰہ نہ مانیں۔ جب تم ایمان لے آؤ گے اور اس اعتقاد کے ساتھ اس کی عبادت کرو گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا تو یہ بغض اور دشمنی زائل ہو جائے گی اور دشمنی دوستی میں بدل جائے گی۔

(9) اے ایمان والو! ایمان اور توحید کے تقاضوں کو قائم کرنے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں میں تمھارے لیے نمونہ ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مثال کیوں دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مثال اس لیے دی ہے کہ انہوں نے کافر باپ اور کافر قوم سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مثال اس لیے دی کہ ان کے طرزِ عمل کو نمونہ بناؤ۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے شرکاء اور مشرکوں سے بیزاری کا اظہار کیوں کیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کا آپس میں کوئی شعوری تعلق نہیں ہوتا۔ ان کے درمیان کوئی قدر مشترک نہیں رہتی اور جگہ جگہ ٹکراؤ ہوتا ہے اس کا برملا اظہار کرنا ضروری ہو جاتا ہے اس لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے واشگاف لفظوں میں اظہار کر دیا تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ ابراہیم اب ان کے راستے اور طریقوں پر چلنے والا نہیں اور یہ کہ وہ ان سے امیدیں باندھنی چھوڑ دیں۔

سوال 4: ﴿اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (نمونہ نہیں) کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِلَّا﴾ ''مگر'' یعنی ہر چیز میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نمونہ بنا کر ایک اللہ کی عبادت کرو سوائے ایک خصلت کے اور وہ ہے۔ (2)﴿قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ﴾ 'ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا'' یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے کافر اور مشرک باپ آزر کے بارے میں یہ قول جب انہوں نے اپنے والد کو توحید کی دعوت دی اور اس نے قبول نہیں کی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا تھا۔

(3)﴿لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ﴾ ''ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا'' یعنی میں آپ کے لیے استغفار یعنی مغفرت طلب کروں گا۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے والد سے استغفار کا وعدہ کیا اور اسے نبھایا اس معاملے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نمونہ نہیں ہیں اور انہوں نے اس

وقت یہ وعدہ نبھایا جب تک انہیں واضح طور پر پتہ نہیں لگ گیا کہ وہ توحید کا انکار کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

(5)﴿وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا'' یعنی میں تو مغفرت کی درخواست کروں گا۔ مگر میں تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔

(6) بعض مسلمان اپنے مشرک والدین کے لیے دعائیں کرتے تھے اور یہ دلیل دیتے تھے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے والد کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (۱۱۳) وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (۱۱۴)﴾ ''نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دُعا کریں خواہ وہ رشتہ دار ہوں اس کے بعد کہ ان کے لیے واضح ہو چکا کہ یقیناً وہ دوزخ والے ہیں۔ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اُس نے اپنے باپ سے کیا تھا چنانچہ جب اُس کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا، بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل، بڑا بردبار تھا۔'' (التوبۃ:114,113) اس آیت میں بھی استغفار کے معاملے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلنے سے منع کیا گیا ہے۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے والد ''آزر'' کو دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہو گا۔ آپ اس سے کہیں گے کہ میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا۔ باپ کہے گا، آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ باپ کی یہ بات سن کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے، اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں قیامت کے دن تجھے رسوا نہیں کروں گا اور آج اس سے بڑی رسوائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرا باپ اس حال میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، (اے ابراہیم!) میں نے کافروں پر جنت حرام کر رکھی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو گا کہ اے ابراہیم! ذرا اپنے پاؤں کی طرف تو دیکھو! (وہ نیچے دیکھیں گے) تو اس وقت انھیں اپنے باپ کی جگہ ایک بجو نظر آئے گا، جو نجاست سے لت پت ہو گا اور فرشتے اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیں گے۔'' (بخاری:3350)

سوال 5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے لیکن باپ کے لیے کی جانے والی مغفرت کی دعا قابل تقلید نہیں ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مشرک باپ بھی ہو تب بھی وہ شرک کی وجہ سے باپ سے زیادہ بڑے رشتے یعنی باپ کے بھی خالق اور مالک کے رشتے کو خراب کرتا ہے۔ اس وجہ سے مشرکوں کے لیے مغفرت کی درخواست کرنے سے روکا گیا۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے اس وقت دعا کی تھی جب انہیں باپ کے بارے میں علم نہ تھا پھر جب ان پر واضح ہو گیا کہ

باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو انہوں نے اپنے والد سے بھی اظہار بے زاری کیا۔

سوال 6: ﴿رَبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَإِلَيۡكَ أَنَبۡنَا وَإِلَيۡكَ ٱلۡمَصِيرُ﴾ ''اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی جانب ہم نے رجوع کیا ہے اور تیری ہی جناب میں ہماری واپسی ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو چھوڑتے ہوئے جو دعائیں کیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا﴾ ''اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے'' جس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی اپنے وطن اور قوم کے لوگوں کو چھوڑنے لگے ان سے اظہار بے زاری کرنے کے بعد اپنی قوم کو چھوڑنے لگے تو گڑگڑا کر رب العزت سے کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہمارا بھروسہ تجھ پر ہے۔

(2) ﴿وَإِلَيۡكَ أَنَبۡنَا﴾ ''اور تیری ہی جانب ہم نے رجوع کیا ہے'' یعنی ہم نے کفر سے ایمان کی طرف اور عبادت میں تیری توحید کی طرف رجوع کیا۔ (3) تیری اطاعت، تیری رضا اور ان نیک اعمال کی طرف لوٹے جو تیرا قرب عطا کرتا ہے۔

(4) ﴿وَإِلَيۡكَ ٱلۡمَصِيرُ﴾ ''اور تیری ہی جناب میں ہماری واپسی ہے'' یعنی ہر چیز آپ کی طرف لوٹتی ہے اور آپ کے پاس اس کی انتہا ہے آپ ہی فیصلہ کرنے والے ہیں آپ جیسے چاہیں فیصلہ کریں۔

(5) ہم نے اپنے سارے معاملات تیرے حوالے کر دیے اور ہم نے قیامت کے دن زندہ ہو کر آپ کے پاس پہنچنا ہے۔

(6) ہم تیرے پاس حاضر ہونے کی تیاری کر رہے ہیں اور وہ کام کر رہے ہیں جو تیرے قریب کرتے ہیں۔

سوال 7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اظہار بیزاری سے رشتہ داری کے بارے میں کیا حقیقت پتہ چلتی ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اظہار بے زاری سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھنے والوں، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کرنے والوں سے رشتے کا لحاظ نہیں رکھا جا سکتا۔

(2) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب رشتے دار رب کی نافرمانی کریں یا رب کی نافرمانی پر مجبور کریں یا اپنی مرضی مسلط کرنا چاہیں اور رشتے داری کا واسطہ دے کر رب کے تعلق کو ختم کرنا چاہیں تو ان کے ساتھ سمجھوتہ کرنا جائز نہیں جھکنا تو ان کو ہی پڑے گا جو رب سے، رب کے کام سے دشمنی رکھتے ہیں۔ رب سے تعلق رکھنے والا سمجھوتہ کرے گا تو اللہ کا مجرم بنے گا اور کل رشتے داری کام نہیں آئے گی۔ کل جدائی ڈال دی جائے گی۔ آج رشتے بچانا بھی چاہیں تو بچ نہیں پائیں گے۔

سوال 8: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے رجوع کیا؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ! ہم نے تجھ پر توکل کیا ہے۔ (2) ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔

(3) ہمیں تیری طرف لوٹنا ہے۔

سوال9: توکل کا کیا مطلب ہے؟

جواب: توکل کا مطلب ہے جہاں تک امکانات موجود ہوں وسائل اختیار کرنے کے بعد اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔

سوال10: توکل کا کون سا تصور درست نہیں ہے؟

جواب: ظاہری وسائل اختیار کیے بغیر اللہ پر اعتماد کا اظہار کرنا اس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اونٹ کو باہر کھڑا کر کے اندر آ گیا آپ ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے آیا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ توکل نہیں ہے ﴿اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ﴾ پہلے اسے کسی چیز سے باندھو پھر توکل کرو۔ (ترمذی صحیح الجامع الصغیر:1068)

سوال11: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے ساتھ رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے ذہنی اور زمانی رابطہ جوڑ کر کیسے مثال قائم کی؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پر توکل کیا۔ توکل رشتے اور تعلق کی بنیاد ہے جس پر اعتماد ہوتا ہے جس پر بھروسہ ہوتا ہے انسان اسی کی راہ نمائی پر آنکھیں بند کر کے چلتا ہے۔ اسی رشتے کو برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ توکل اللہ سے رابطے کا، رشتے کو جوڑنے کا بنیادی ذریعہ ہے۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا﴾ اور تیری طرف ہم نے رجوع کیا یعنی ہر ایک سے منہ موڑ کے تیرے دشمنوں سے محبتیں، تعلقات توڑ کر اپنے خون کے رشتوں کو چھوڑ کر تیری طرف لوٹ آئے ہیں۔ انابت الی اللہ ذہنی، شعوری دلی رشتہ ہے جس کی وجہ سے عملی طور پر ایک انسان اللہ کے لیے جیتا اور اسی کے لیے جان دینا چاہتا ہے۔

(3) ﴿وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ اور تیری طرف لوٹنا ہے سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سارے زمانوں کے تعلقات کو رب سے جوڑ لیا۔ انسان لوٹ جانے کو بھولتا ہے تو ادھر ادھر کے ناکارہ تعلقات میں اٹکتا ہے۔ لوٹ جانے کا احساس انسان کو دنیا میں رب سے جوڑے رکھتا ہے۔ یہ احساس یہ شعور بہت بڑی دولت ہے اسی سے انسان کی ہر سوچ رب کی طرف لوٹتی ہے۔ اسی سے رب کی رضا کے کام ہوتے ہیں۔ اسی سے انسان رب کی طرف focussed رہتا ہے یہی وہ محور ہے جس کے گرد انسان کی سوچوں اور سرگرمیوں کا دائرہ بنتا ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

”اے ہمارے رب! ان لوگوں کے لیے تو ہمیں آزمائش نہ بنا جنھوں نے کفر کیا اور اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے“ (5)

سوال1: ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ”اے ہمارے رب! ان لوگوں کے لیے تو ہمیں آزمائش نہ بنا جنھوں نے کفر کیا اور اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اے ہمارے رب! ان لوگوں کے لیے تو ہمیں آزمائش نہ بنا جنھوں نے کفر کیا'' یعنی ہم پر کافروں کو غلبہ نہ دینا۔ ہمارے دین کے معاملے میں ہمیں فتنے میں مبتلا نہ کرنا۔

(2) یعنی کافروں کو ہم پر مسلط کر کے ہمیں فتنے میں نہ ڈالنا۔ (3) یعنی ایسا نہ ہو کہ کافر ہمیں ان ایمان کے تقاضوں کے مطابق کیے جانے والے کاموں سے روک دیں جن پر عمل کرنے پر ہم قدرت رکھتے ہیں۔ (4) ایسا نہ ہو کہ ہم پر غلبہ پا کر کافر سمجھیں کہ وہ حق پر ہیں اس طرح وہ کفر میں اور زیادہ بڑھ جائیں گے۔

(5) ﴿وَاغْفِرْ لَنَا﴾ ''ہمیں بخش دیجیے'' ! اے ہمارے رب ہم نے جو نیک اعمال انجام دیے جس میں ہم سے خطائیں ہوئیں ان کے بارے میں ہمیں معاف کر دیجیے اور جن گناہوں کا ارتکاب ہم نے کیا تو ہماری مغفرت فرما دے۔

(6) ﴿رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اے ہمارے رب'' ! یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اے ہمارے رب جو العزیز ہے تو بڑی عزت والا ہے جو تیری پناہ میں آ گیا اس پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا تو الحکیم ہے اپنے اقوال میں حکیم، اپنے افعال میں حکیم اپنی شریعت میں اور اپنی تقدیر میں کمال حکمت والا ہے۔

(7) یا اللہ! تو اپنے غلبے، اپنی عزت اور اپنی حکمت سے دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما دے۔

سوال 2: کافروں کا غلبہ اور تسلط کیسے آزمائش بن جاتا ہے؟

جواب: (1) غلبے اور تسلط کی وجہ سے لوگ سمجھتے ہیں ہم حق پر ہیں۔

(2) اس کی وجہ سے وہ اہل ایمان کو سزائیں دیتے ہیں۔ اس طرح ہمارا وجود ان کے لیے فتنہ بن جائے گا وہ کہیں گے اگر یہ حق پر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سے اپنی صفت العزیز کا شعور دلایا ہے کہ اللہ غالب ہے وہ کافروں کے غلبے سے بچا سکتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ کافروں کے غلبے سے بچانے کے لیے تدابیر اور انتظام کر سکتا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ان میں اچھا نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور جو منہ پھیرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بے پرواہ ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' (6)

سوال1:﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ان میں اچھا نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور جو منہ پھیرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بے پرواہ ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ان میں اچھا نمونہ ہے'' رب العزت نے دوبارہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے اسوہ پر عمل کرنے کی ترغیب دی۔

(2)﴿لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ ''اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے'' یعنی یہ پیروی صرف اس کے لیے آسان ہے جو آخرت کے دن اعمال کی جزا کی امید رکھتا ہوں۔

(3) کیونکہ ایمان اور اجر وثواب کی امید، بندے کے لئے ہر مشکل کام کو آسان اور ہر کثیر کو اس کے سامنے قلیل کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور انبیاء ومرسلین کی اقتدا کی موجب بنتی ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کا بے انتہا محتاج اور ضرورت مند سمجھتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2752,2753)

(4) اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو شوق دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھو۔ قیامت ضرور آئے گی، اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے، ذرے، ذرے کا حساب ہوگا۔ ہر ایک عمل کا انصاف سے بدلہ ملے گا، جنت والوں پر انعامات کی بارشیں ہوں گی اور جہنم والوں پر آگ بھڑکے گی۔

(5)﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اور جو منہ پھیرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بے پرواہ ہے'' تمام تعریفوں کے لائق ہے'' جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کی اطاعت سے منہ موڑتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

(6)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بے پرواہ ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی کامل غنٰی کا مالک ہے۔ حقیقی غنی وہی ہے جو کسی پہلو سے بھی مخلوق کا محتاج نہ ہو۔

(7) اللہ تعالیٰ الحمید ہے وہ اپنی ذات اور اپنے افعال میں قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے لیکن مخلوق اسے سراہتی ہے۔

سوال2: یہاں دوبارہ یہ بات کیوں کہی گئی کہ تمہارے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے؟

جواب: یہ بات تاکید کے لیے کہی گئی۔

سوال3: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہی کیوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ پر چل سکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے والے ہی حالات وواقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور نصیحت پکڑتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الغنی اور الحمید کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اللہ اور آخرت پر ایمان کی وجہ سے زندگی میں آنے والی تبدیلی سے شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ضرورت نہیں وہ الغنی ہے، بے نیاز ہے لیکن تم اس کے محتاج ہو۔

(2)اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اسوے کی تقلید کی وجہ سے اپنی صفت الحمید کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ جانے والے اگر قابل تقلید ہو جاتے ہیں تو وہ تو اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

## رکوع نمبر 8

﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

”قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان جن سے تم دشمنی رکھتے ہو جلد ہی دوستی پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ پوری قدرت رکھنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے“(7)

سوال1:﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ”قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان جن سے تم دشمنی رکھتے ہو جلد ہی دوستی پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ پوری قدرت رکھنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے“ اللہ تعالیٰ دو متضاد چیزوں کو جمع کر سکتا ہے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست بنا دے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے کافروں سے دوستی کو ترک کرنے کا حکم دے کر ان سے اظہار بے زاری کی طرف رغبت دلا کر مسلمانوں کو امید دلائی ہے﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً﴾”قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان جن سے تم دشمنی رکھتے ہو جلد ہی دوستی پیدا کر دے“ ہو سکتا ہے اور یہ عجیب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان عداوت کی بجائے رغبت، نفرت کی بجائے محبت پیدا کر دے کیونکہ وہ دو متضاد چیزوں کو جمع کر سکتا ہے۔ وہ دو نفرت کرنے والوں میں محبت پیدا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے انصار پر احسان کرتے ہوئے فرمایا:﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ”اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ، اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے

تمہارے دلوں کے درمیان اُلفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔'' (آل عمران:103)

(2)﴿وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ دل بدلنے، حالات بدلنے اور محبت کے اسباب پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ جس کو چاہے ہدایت دے سکتا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے مکہ فتح ہونے کے بعد انہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دی۔

(3)﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی جو مشرکوں میں سے اسلام لے آئے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے سامنے کوئی گناہ ایسا نہیں جسے وہ معاف نہ کردے اپنی رحمت سے وہ سارے گناہ معاف کرسکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الزمر:53)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور کافروں میں کیسے محبت پیدا کر دی ہے؟

جواب: جب مکہ فتح ہوا تو لوگ جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی نفرتیں محبتوں میں بدلنا شروع ہو گئیں، وہ جو خون کے پیاسے تھے دست و بازو بن گئے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیر، غفور اور رحیم ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دلوں پر اپنے اختیار کا شعور دلایا ہے کہ جو انسان کا چھپا ہوا معاملہ ہے جس پر انسان اپنا اختیار سمجھتا ہے رب اس معاملے کو بدلنے کی قدرت رکھتا ہے یقیناً وہ قدیر ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مسلمان بننے کا موقع دیا ان کی گناہوں کی معافی کے لئے مہلت دی۔ یقیناً وہ ''غفور'' ہے ''رحیم'' ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے نفرتوں کو محبتوں میں بدل دیا یقیناً وہ رحیم ہے۔

﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکال کر لائے کہ تم اُن سے نیکی کرو اور تم اُن کے ساتھ انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے یقیناً محبت رکھتا ہے'' (8)

سوال: ﴿لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَ تُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمہیں تمھارے گھروں سے نکال کرلائے کہ تم اُن سے نیکی کرو اور تم اُن کے ساتھ انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے یقینا محبت رکھتا ہے'' مذہبی جنگ نہ کرنے والوں سے حسن سلوک روا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمہیں تمھارے گھروں سے نکال کرلائے کہ تم اُن سے نیکی کرو'' اللہ رب العزت نے جب کافروں سے دوستی کا حکم دیا تو بعض مسلمانوں نے قریبی مشرک رشتے داروں سے تعلق کو گناہ سمجھا تو اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا کہ صلہ رحمی اس موالات کے دائرے میں نہیں آتی جسے حرام ٹھہرایا گیا۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ مشرک رشتے داروں سے صلہ رحمی سے نہیں روکتا مگر دو شرائط کے ساتھ انہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہ کی ہو اور تمہیں گھروں سے نہ نکالا ہو۔ (3) رب العزت معروف طریقے سے صلہ رحمی اور انصاف کے ساتھ بدلہ لینے سے نہیں روکتا۔

(4) ﴿وَ تُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ﴾ ''اور تم اُن کے ساتھ انصاف کرو'' یعنی اللہ رب العزت مشرک رشتے داروں سے معروف طریقے سے انصاف کے ساتھ بدلہ لینے سے نہیں روکتا اور ان کافروں سے حسن سلوک کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے مذہبی جنگ نہیں کی اور نہ ہی جنگ کرنے والوں کی مدد کی اور نہ تمہیں جلاوطن کرنے کی سازش کی۔

(5) کافر والدین کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ اِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنۡ تُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَ صَاحِبۡهُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ۫ وَّ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (لقمان:15)

(6) سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میری والدہ نبی ﷺ کے زمانہ میں میرے پاس آئیں، وہ اسلام سے منکر تھیں۔ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: ''کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے ہمارے دین کے متعلق لڑائی جھگڑا نہیں کرتے)۔'' (صحیح بخاری:5978)

(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے یقینا محبت رکھتا ہے'' یعنی جو لوگوں سے انصاف کرتے ہیں اور انہیں ان کا حق دیتے ہیں اور وہ اپنے ساتھ بھی عدل کرتے ہیں یعنی جو ان کے ساتھ نیکی کرے وہ جواباً ان کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور

جو ان کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔(جامع البیان:69/28)

(8)اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند کرتا ہے اسی وجہ سے انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے انصاف کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔(9)رب العزت نے کافروں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کی ترغیب دلائی ہے۔

(10)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انصاف کرنے والے رحمٰن کے دائیں جانب اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال میں عدل وانصاف کرتے ہوں گے۔(مسلم:4721)

﴿اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

”درحقیقت اللہ تعالیٰ تمہیں صرف اُن سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی یہ کہ تم اُن سے دوستی کرو اور جو اُن سے دوستی کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں“(9)

سوال1:﴿اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ”درحقیقت اللہ تعالیٰ تمہیں صرف اُن سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی یہ کہ تم اُن سے دوستی کرو اور جو اُن سے دوستی کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں“ جو عداوت پر تل جائیں ان سے دوستی چھوڑ دینے کا حکم ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ﴾ ”درحقیقت اللہ تعالیٰ تمہیں صرف اُن سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی یہ کہ تم اُن سے دوستی کرو“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے دوستی چھوڑنے کا حکم دیا ہے جو تمہاری دشمنی پر تل گئے ہوں۔ جنہوں نے تم سے جنگ کی۔ جن لوگوں نے تمہیں گھر سے نکالا اور نکالنے میں دوسروں کی مدد کی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ ۘ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ انہی میں سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم

لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (المائدہ:51)

(2) یعنی تم ایسے لوگوں سے محبت اور نصرت کا رشتہ نہ رکھو۔ (3) یعنی وہ تمہارے دوست نہیں اس لئے ان سے تعلق چھوڑ دو اور ان کی مدد نہ کرو۔

(4) ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور جو اُن سے دوستی کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں'' یعنی جو کافروں سے دوستی رکھیں تو ان کی دوستی کے درجے کے مطابق انہیں عذاب دیا جائے گا۔

(5) اور یہ ظلم موالات کے مطابق ہوگا۔ اگر کسی نے پوری پوری موالات اور دوستی رکھی ہے تو یہ کفر ہے جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ اس سے نیچے (دوستی کے) بہت سے مراتب ہیں جن میں بعض بہت سخت اور بعض نرم ہیں۔ (تفسیر سعدی:2754/3)

سوال 2: ایسے کافروں سے محبت کرنے والے کیوں ظالم ہیں؟

جواب: ایسے کافروں سے محبت کرنے والے نااہل لوگوں سے محبت کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آگے پیش کرتے ہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہارے پاس ہجرت کر کے مومن عورتیں آئیں تو اُن کی جانچ پڑتال کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے پھر اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ مومنہ ہیں تو اُنہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ، یہ اُن کے لئے حلال نہیں اور وہ کافر ان کے لئے حلال نہیں ہوں گے اور جو (مہر) اُنہوں نے خرچ کیا اُنہیں دے دو اور تم پر کوئی گناہ نہیں یہ کہ تم ان سے نکاح کرو جب ان کے مہر تم انہیں دے دو اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں کو روک کر نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے تم مانگ لو اور چاہیے کہ جو اُنہوں نے خرچ کیا ہے وہ مانگ لیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (10)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہارے پاس ہجرت کر کے مومن

عورتیں آئیں تو اُن کی جانچ پڑتال کرلیا کرو، اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے پھر اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ مومنہ ہیں تو اُنہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ'' مہاجر عورتیں جو دارلکفر سے دارلایمان کی طرف آئیں ان کے لئے جو حکم دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہارے پاس ہجرت کر کے مومن عورتیں آئیں'' رب العزت نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ جب مہاجر عورتیں دارلکفر سے دارالایمان کی طرف آئیں۔

(2)﴿فَامْتَحِنُوهُنَّ﴾ ''تو اُن کی جانچ پڑتال کرلیا کرو'' یعنی اچھی طرح سے ان کی جانچ پرکھ کرلو تاکہ تم ان کے ایمان کی سچائی کو جان لو۔(البحر المحیط:256/8) (3)﴿اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے'' یعنی ایمان کی صداقت کے بارے میں اصل علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے وہ ایمان کی حقیقت کو خوب جانتا ہے کیونکہ وہ دلوں کے حال خوب جانتا ہے۔

(4)﴿فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ﴾ ''پھر اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ مومنہ ہیں تو اُنہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ'' یعنی اگر اہل ایمان نے انہیں جانچ لیا اور ان کے ایمان کو سچا پایا ہو تو وہ ان عورتوں کو کفار کی طرف واپس نہ بھیجیں۔ سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے بعد) مومن عورتیں ہجرت کر کے آنے لگیں، سیدنا ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا بھی ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں۔ وہ اس وقت جوان تھیں، تو ان کے خاندان والے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کو ان کی طرف (صلح نامہ کی شرط کے مطابق) واپس کردینے کے لیے سوال کیا۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے متعلق ہدایت نازل فرمادی۔(بخاری:4180)

(5) صلح حدیبیہ میں اس شرط پر معاہدہ ہوا تھا کہ مکہ کے کافروں میں سے جو مسلمان ہو کر مدینہ آنا چاہے تو اسے مشرکوں کو واپس کردیا جائے گا اور اس عام لفظ میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔ مردوں کے بارے میں رب العزت نے واپس لوٹانے سے نہیں روکا۔ جبکہ عورتوں کو واپس کرنے میں فساد کا اندیشہ تھا اس لئے رب العزت نے عورتوں کے بارے میں حکم دیا جانچ پرکھ کرلو اگر ایمان میں سچی ہوں تو واپس نہ لوٹاؤ۔

سوال2:﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُم مَّا أَنفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنفَقُوا﴾ ''یہ اُن کے لئے حلال نہیں اور وہ کافر ان کے لئے حلال نہیں ہوں گے اور جو (مہر) اُنہوں نے خرچ کیا اُنہیں دے دو اور تم پر کوئی گناہ نہیں یہ کہ تم ان سے نکاح کرو جب ان کے مہر تم انہیں دے دو اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں کو روک کر نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا

ہے تم مانگ لو اور چاہیے کہ جو اُنہوں نے خرچ کیا ہے وہ مانگ لیں'' مشرک مرد مسلمان عورتوں کے لئے حلال نہیں، ان عورتوں کے کافر شوہروں کو مہر دینے کے بعد مسلمان مردوں کے لئے ان سے نکاح کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ان کے مہر دیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾ ''یہ اُن کے لئے حلال نہیں اور وہ کافر ان کے لئے حلال نہیں ہوں گے'' یعنی مسلمان عورتیں کافر اور مشرک مردوں کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کافر مرد ان کے لئے حلال ہیں۔ بہت بڑی خرابی کی رب العزت نے رعایت رکھی ہے اور شرط پورا کرنے کی بھی رعایت رکھی ہے۔

(2) ﴿وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا﴾ ''اور جو (مہر) اُنہوں نے خرچ کیا اُنہیں دے دو'' کہ ان عورتوں کے عوض ان کے شوہروں کو مہر دو اور وہ سب چیزیں بھی جو ان کافر مردوں نے انہیں دی ہیں واپس لوٹا دو۔

(3) ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں یہ کہ تم ان سے نکاح کرو جب ان کے مہر تم انہیں دے دو'' یعنی اگر مسلمان عورتوں کے مہر ان کے کافر شوہروں کو لوٹا دیے ہیں اور نکاح کی ضروری شرائط پوری ہیں مثلاً عدت گزر جانا وغیرہ تو ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ایسی صورت میں بھی کہ دار الحرب میں ان کے مشرک شوہر موجود ہوں مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آپ ان کے مہر انہیں دے دیں اور نان ونفقہ ادا کریں۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے لیے مشرکین دو طرح کے تھے۔ ایک اہل حرب کے مشرک کہ جن سے آپ لڑائی کرتے تھے اور وہ آپ سے لڑائی کرتے تھے اور دوسرے عہد و پیمان والے مشرک (یعنی ذمی وغیرہ) کہ آپ ان سے جنگ نہیں کرتے تھے اور نہ وہ آپ سے جنگ کرتے تھے اور جب اہل حرب کی کوئی عورت (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے (مدینہ) آتی تو اسے اس وقت تک پیغام نکاح نہ دیا جاتا جب تک اسے حیض نہ آ جاتا اور پھر اس سے پاک نہ ہو جاتی، جب وہ پاک ہو جاتی تو اس سے نکاح جائز ہو جاتا۔ اگر ان کے شوہر ان کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لینے سے پہلے ہجرت کر کے آ جاتے تو یہ انھی کو ملتیں اور اگر مشرکین میں سے کوئی غلام یا لونڈی مسلمان ہو کر ہجرت کرتے تو وہ آزاد سمجھے جاتے اور ان کے وہی حقوق ہوتے جو تمام مہاجرین کے تھے۔ (بخاری: 5286)

(5) اس آیت میں رب العزت نے مسلمان عورتوں کی مشرکوں پر حرمت ثابت کر دی ہے۔

(6) اس سے پہلے مسلمان خواتین کا مشرک اور کافروں سے نکاح جائز تھا مثلاً سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیعہ سے ہوا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور ابو العاص مشرک تھے۔ بدر کی جنگ میں ابو العاص بھی ستر بدری قیدیوں میں شامل تھے۔ تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ میں وہ سونے کا ہار دیا جو ان کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بدر کے واقعہ کے بعد مدینہ ٹھہری رہیں۔ پھر 8 ہجری میں ابو العاص مسلمان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے پہلے نکاح میں ہی انہیں ابو العاص کے پاس بھیج دیا۔ نیا نکاح اور

نیا مہر نہیں باندھا۔

سوال 3: ﴿وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ وَاسۡـَٔلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ وَلۡيَسۡـَٔلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقُوۡا ؕ ذٰلِكُمۡ حُكۡمُ اللّٰهِ ؕ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ﴾ ''اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں کو روک کر نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے تم مانگ لو اور چاہیے کہ جو انہوں نے خرچ کیا ہے وہ مانگ لیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کافر عورت جب تک اپنے کفر پر قائم ہے مسلمان مرد کے لئے حلال نہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ﴾ ''اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں کو روک کر نہ رکھو'' جب اللہ تعالیٰ نے کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں رکھنے سے منع کیا ہے، تب ان کے ساتھ نکاح کی ابتدا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔ (تفسیر سعدی: 2755/3)

(2) سبب النزول: سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح نامے کی تحریر سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اٹھو! اونٹوں کو نحر کرو اور سر منڈوا دو'' راوی کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک آدمی بھی نہیں اٹھا، یہاں تک کہ آپ نے تین بار یہی فرمایا۔ جب ان میں سے کوئی نہ اٹھا تو آپ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کی کیفیت بیان کی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! آپ چاہتے ہیں کہ لوگ ایسا کریں؟ تو ایسا کیجیے کہ آپ کسی سے کچھ نہ کہیے! باہر جا کر اپنے اونٹوں کو نحر کر ڈالیے اور حجام کو بلوا کر سر منڈوا دیجیے۔ چنانچہ آپ باہر نکلے، آپ نے کسی سے بات نہیں کی بلکہ اپنے اونٹوں کو نحر کیا اور حجام کو بلا کر سر منڈوا دیا۔ جب لوگوں نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو سب کھڑے ہو گئے اور سب نے قربانی ذبح کر دی اور پھر ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے قریب تھا کہ ہجوم کی وجہ سے ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں۔ اس واقعہ کے بعد چند مومنہ عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا جَآءَكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامۡتَحِنُوۡهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِيۡمَانِهِنَّ ۚ فَاِنۡ عَلِمۡتُمُوۡهُنَّ مُؤۡمِنٰتٍ فَلَا تَرۡجِعُوۡهُنَّ اِلَى الۡكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمۡ وَلَا هُمۡ يَحِلُّوۡنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوۡهُمۡ مَّاۤ اَنۡفَقُوۡا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہارے پاس ہجرت کرنے والی مومن عورتیں آئیں تو اُن کی جانچ پڑتال کر لو۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پھر اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار اُن کے لیے حلال ہیں۔ اور جو (مہر) اُنہوں نے خرچ کیے اُنہیں دے دو۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اُن عورتوں سے نکاح کر لو جب تم اُن کے مہر اُن کو دے دو۔ اور تم خود بھی کافر عورتوں کے نکاح کو باقی نہ رکھو'' تو اس دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو جو ابھی تک شرک پر قائم تھیں، طلاق دے دی۔ بعد ازاں ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابوسفیان نے نکاح کر لیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔ (بخاری: 2731,2732)

(3) ﴿وَاسۡـَٔلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ وَلۡيَسۡـَٔلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقُوۡا﴾ ''اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے تم مانگ لو اور چاہیے کہ جو اُنہوں نے خرچ کیا

ہے وہ مانگ لیں‘‘یعنی جب تمہاری کافر بیویاں کافروں کے پاس واپس جائیں تو ان سے مال کا مطالبہ کرو جو تم نے ان پر خرچ کیا۔ جب کافر اپنی عورتوں کا مہر وصول کر سکتے ہیں تو مسلمان بھی کافر عورتوں کی واپسی کے لئے مہر وصول کرنے کے مستحق ہیں۔

(4) اس آیت کریم میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کی زوجیت سے نکلنا قیمت رکھتا ہے، اگر کوئی فاسد کرنے والا عورت کے نکاح کو، رضاعت یا کسی اور سبب کی بنا پر فاسد کردے، تو اس کے مہر کی ضمان ہے، یعنی مہر کی ادائیگی ضروری ہے۔ (تفسیر سعدی:2756/3)

سوال4: ﴿ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ’’یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ﴾ ’’یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے‘‘ یعنی یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

(2) ﴿يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ﴾ ’’وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلے کرتا ہے۔

(3) صلح اور عورتوں کے استثناء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے۔

(4) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی ضروریات کو جاننے والا علیم ہے۔ وہ جانتا ہے کونسے احکامات تمہارے لئے درست ہیں۔ وہ حکیم ہے اپنی حکمت اور رحمت کے مطابق احکامات دیتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ اس کے احکامات مصلحت پر مبنی ہیں۔

(6) اللہ تعالیٰ نے کافر عورتوں اور مومنہ عورتوں کے گھمبیر مسائل کا حل دے کر اپنے علم اور حکمت کا شعور دلایا ہے۔

## ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾

’’اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی کفار کی طرف چلی جائے، تو تم ان کے (شوہروں) کو بدلہ دو، چنانچہ جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں اتنا دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ ذات کہ جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو‘‘ (11)

سوال1: ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ ’’اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی کفار کی طرف چلی جائے، تو تم ان کے (شوہروں) کو بدلہ دو، چنانچہ جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں اتنا دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ ذات کہ جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو‘‘ عورتوں کے بارے میں اللہ رب العزت نے جو حکم دیا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ﴾ ’’اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی کفار کی طرف چلی جائے‘‘

یعنی اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی کافر عورت مرتد ہو کر کافروں کے پاس چلی جائے۔

(2)﴿فَعَاقَبۡتُمۡ فَاٰتُوا الَّذِيۡنَ ذَهَبَتۡ اَزۡوَاجُهُمۡ مِّثۡلَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا﴾ ''تو تم ان کے (شوہروں) کو بدلہ دو، چنانچہ جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں اتنا دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا ہے''یعنی مال غنیمت میں سے اتنا مال دو جتنا انہوں نے مہر خرچ کیا۔

(3) جب کفار مسلمانوں سے اس مہر کا بدلہ وصول کرتے تھے جو ان کی بیویوں کے پاس مسلمانوں کی طرف چلا جاتا تھا تو مسلمانوں میں سے کسی کی بیوی کفار کے پاس چلی جائے اور وہ اس سے محروم ہو جائے تو مسلمان پر واجب ہے کہ مال غنیمت میں سے اس مال کا بدل عطا کردیں جو مہر کی صورت میں اس نے اپنی بیوی پر خرچ کیا تھا۔

(4) مسلمانوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور کافروں نے ٹھکرادیا۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ جب ان کی کوئی عورت تمہارے پاس چلی آئے تو اپنا خرچ نکال کر کچھ باقی بچے تو انہیں دے دو۔ پھر مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔

(5)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيۡۤ اَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ ذات کہ جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو''یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے فرائض ادا کرو اور اس کی نواہی سے اجتناب کرو۔ (6) یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا تقاضا ہے کہ تم ہمیشہ تقویٰ اختیار کرو۔

سوال 2: اگر مسلمان کی بیوی کافر ہو اس کے جانے کی صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: (1) اس کے جانے کی صورت میں حکم ہے فَعَاقَبۡتُمۡ پھر سزا یا بدلہ دو یعنی مسلمان عورتیں جو کافروں کے نکاح میں تھیں ان کافروں سے ملنے والے حق مہر میں سے ان مسلمان مردوں کو دے دو جن کی کافر بیویاں جا چکیں۔

(2) اس سے مراد یہ بھی ہے کہ کافروں سے جہاد کرو اور جو مال غنیمت ملے اس کو تقسیم کرنے سے پہلے جن کی بیویاں دار الکفر چلی گئی ہیں ان کے خرچ کے مطابق ادا کرو۔ مال غنیمت میں سے مسلمانوں کے نقصان کا ازالہ بھی سزا یا بدلہ ہے۔

(3) اگر مال غنیمت سے بھی ازالے کی صورت نہ ہو تو بیت المال سے ادا کرو۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الۡمُؤۡمِنٰتُ يُبَايِعۡنَكَ عَلٰٓى اَنۡ لَّا يُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَيۡـئًا وَّلَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِيۡنَ وَلَا يَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ وَلَا يَاۡتِيۡنَ بِبُهۡتَانٍ يَّفۡتَرِيۡنَهٗ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِنَّ وَاَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِيۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾

''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں، اس بات پر تم سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی نیک کام میں وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دُعا کرو، یقینا

اللہ تعالیٰ واقعی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (12)

سوال 1: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں، اس بات پر تم سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی نیک کام میں وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دُعا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ واقعی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' عورتوں کی بیعت کی شرائط کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ﴾ ''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جب مومن عورتیں آپ ﷺ کے پاس آئیں۔

(2) ﴿يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا﴾ ''اس بات پر تم سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی'' یعنی ان شرائط میں سے جن پر آپ ﷺ عورتوں سے بیعت لیں گے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ کو عبادت کا مستحق سمجھیں گی اور یہ یقین رکھیں گی کہ تمام طاقتیں اور اختیارات صرف ایک اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں۔ اور عبادت کی کوئی قسم، کوئی بھی فعل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں سمجھیں گی اور یہ یقین رکھیں گی کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری مرادیں اور حاجتیں پوری کرتا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا نظام چلا رہا ہے اور یہ کہ برتری صرف ایک اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

(3) ﴿وَلَا يَسْرِقْنَ﴾ ''اور نہ چوری کریں گی'' یعنی لوگوں کا مال نہیں چرائیں گی۔ سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کنجوس آدمی ہے، وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لئے کافی ہو، لہٰذا اگر میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے مال میں سے دستور کے مطابق اس قدر لے لو جو تیرے اور تیرے بچوں کے لیے کافی ہو۔'' (مسلم: 4477)

(4) ﴿وَلَا يَزْنِينَ﴾ ''اور نہ زنا کریں گی'' یعنی بے حیائی اور برائی کے کام نہیں کریں گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ ''اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے۔'' (بنی اسرائیل: 32)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے آئیں تو

آپ ﷺ نے اس سے یہ عہد لیا۔﴿اَنۡ لَّا یُشۡرِکۡنَ بِاللّٰہِ شَیۡئًا وَّ لَا یَسۡرِقۡنَ وَ لَا یَزۡنِیۡنَ ﴾(الممتحنۃ:12) ''وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی'' تو اس نے حیا سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا۔رسول اللہ ﷺ کو اس کی یہ بات پسند آئی۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ اے خاتون! اس بات کا اقرار کرلو، واللہ! ہم نے بھی انہی باتوں پر آپ ﷺ سے بیعت کی ہے۔اس نے کہا کہ (اگر تم نے ان باتوں پر بیعت کی ہے تو) پھر میں بھی بیعت کرتی ہوں۔پس اس نے اس آیت کریمہ میں مذکور باتوں پر بیعت کرلی۔(مسند احمد:25229)

(6)﴿وَ لَا یَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَہُنَّ ﴾ ''اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی'' جیسا کہ دورِ جاہلیت میں لوگ بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے۔

(7) قتل اولاد سے مراد ہر قتل ہے خواہ پیدا ہونے سے پہلے کیا جائے یا پیدا ہونے کے بعد اس میں وہ ساری تدبیریں بھی شامل ہیں جس سے حمل قرار نہ پائے۔

(8)﴿وَ لَا یَاۡتِیۡنَ بِبُہۡتَانٍ یَّفۡتَرِیۡنَہٗ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِنَّ وَ اَرۡجُلِہِنَّ ﴾ ''اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی'' بہتان سے مراد غیر پر افترا پردازی ہے، یعنی وہ کسی بھی حالت میں افترا پردازی نہیں کریں گی، خواہ اس کا تعلق خود اپنے اور اپنے شوہر کے ساتھ ہو یا شوہر کے علاوہ دوسرے کے ساتھ ہو۔(تفسیر سعدی:2757/3)

(9)﴿وَ لَا یَعۡصِیۡنَکَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ ﴾ ''اور کسی نیک کام میں وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں گی'' میمون بن مہران کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی تابعداری معروف یعنی طاعت میں مقرر فرمائی ہے۔

(10) یعنی کسی بھی نیک کام میں، جس کا آپ حکم دیں، وہ آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی کیونکہ آپ کا حکم معروف کے مطابق (نیک) ہی ہوگا۔اس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ نوحہ کرنے، گریبان چاک کرنے، چہرہ نوچنے اور جاہلیت کی آواز نکالنے کی ممانعت میں آپ کی اطاعت کریں گی۔(تفسیر سعدی:2757/3) (11)﴿فَبَایِعۡہُنَّ ﴾ ''تو اُن سے بیعت لے لو'' یعنی ان شرائط پر آپ عورتوں سے بیعت لے لیں۔

(12) آپ جب مردوں سے بیعت لیتے تو بیعت کرنے والا ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہد کرتا تھا۔لیکن عورتوں کے لیے یہ طریقہ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا، کبھی تو آپ ﷺ عورتوں سے عہد لے کر کہہ دیتے کہ تمہاری بیعت ہوگئی۔اور کبھی تو ایک چادر کا ایک سرا آپ پکڑتے اور دوسرا سرا عورت پکڑ کر عہد کرتی اور کبھی آپ پانی کے کسی پیالہ وغیرہ میں ہاتھ ڈالتے۔پھر بیعت کرنے والی عورت دوسرے سرے سے ڈال دیتی اور جب باتوں پر آپ عورتوں سے یا مردوں سے بیعت لیتے رہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو عورتیں ہجرت کر کے آپ ﷺ کے پاس آتیں۔آپ ﷺ اس آیت کے مطابق ان کا امتحان لیتے۔پھر جو عورت ان شرطوں کو قبول کرتی۔آپ ﷺ زبان سے ہی فرما دیتے کہ میں نے تجھ سے بیعت کی۔اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔(بخاری، کتاب التفسیر)(تیسیر القرآن:432/4)

(13) سیدنا عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں کا اس آیت کے مطابق امتحان لیا کرتے تھے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں، اس بات پر تم سے بیعت کرلیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی معروف کام میں وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو۔ اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعائے مغفرت کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔''
سیدنا عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو مومن عورت اس شرط کا اقرار کرلیتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زبانی ارشاد فرماتے: میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔'' اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا تھا۔ آپ ان سے مخاطب ہو کر زبانی یہ فرماتے ہوئے بیعت لیتے تھے: ''میں نے تم سے اس پر یہ بیعت لے لی۔'' (بخاری: 4891)

(14) سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے ہمارے سامنے اس آیت کی تلاوت کی ﴿اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ﴾ ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں'' اور ہمیں نوحہ (یعنی میت پر زور زور سے رونا پیٹنا) کرنے سے منع فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ممانعت پر ایک عورت (خود ام عطیہ رضی اللہ عنہا) نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور عرض کیا کہ فلاں عورت نے نوحہ میں میری مدد کی تھی، میں چاہتی ہوں کہ اس کا بدلہ چکا آؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا چنانچہ وہ گئیں اور پھر دوبارہ آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ (بخاری: 4892)

(15) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید الفطر کی نماز پڑھی ہے۔ ان تمام بزرگوں نے نماز خطبہ سے پہلے پڑھی تھی اور خطبہ بعد میں دیا تھا (ایک مرتبہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اترے گویا اب بھی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، جب آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے پھر آپ صف چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں، اس بات پر تم سے بیعت کرلیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی معروف کام میں وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو۔ اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعائے مغفرت کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری آیت آخر تک پڑھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیت پڑھ چکے تو فرمایا تم ان شرائط پر قائم رہنے کا وعدہ کرتی ہو؟ ان میں سے ایک عورت نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے سوا اور کسی عورت نے (شرم کی وجہ سے) کوئی بات

نہیں کہی۔حسن کو اس عورت کا نام معلوم نہیں تھا بیان کیا کہ پھر عورتوں نے صدقہ دینا شروع کیا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا لیا۔ عورتیں بلال کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔ (بخاری:4895)

(16)﴿وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ﴾ ’’اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دُعا کرو‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کی مغفرت مانگیں یہ ان کی دل جمعی کے لئے ہوگی۔

(17)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ واقعی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نافرمانوں کی مغفرت فرمانے والا اور گناہ گاروں پر احسان کرنے والا الغفور ہے اور اس کی رحمت نے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔اور وہ ساری مخلوقات پر رحم کرنے والا رحیم ہے۔

سوال2: اس بیعت میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) یہ ارکان اسلام ہیں اس لیے ان کی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔

(2) اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ نے خاص طور پر ان چیزوں کی بیعت لی جن کا عام طور پر خواتین ارتکاب کرتی تھیں۔

سوال3: رسول اللہ ﷺ سے بیعت لیتے وقت مغفرت کی دُعا کی خصوصی ہدایت کی گئی، حکمت واضح کریں؟

جواب: ایمانی معاہدے کے وقت انسان کو اپنی خطائیں اور غلطیاں بہت پریشان کرتی ہیں۔انسان اپنے ماضی کے گناہوں پر اتنا نادم ہوتا ہے کہ اسے امید اور اعتماد چاہیے ہوتا ہے۔اس لیے رسول اللہ ﷺ سے مغفرت کی دُعا کرنے کے لیے کہا گیا تا کہ ان کے دلوں پر مرہم کا کام کرے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور رحیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بیعت سے اپنی رحمت کا اور رسول اللہ ﷺ کی دُعا سے اپنی مغفرت کا شعور دلایا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ قَدۡ يَئِسُوۡا مِنَ الۡاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الۡكُفَّارُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡقُبُوۡرِ﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے یقیناً وہ آخرت سے اسی طرح نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے وہ کافر نا اُمید ہو چکے جو قبروں والے ہیں‘‘ (13)

سوال1: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ قَدۡ يَئِسُوۡا مِنَ الۡاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الۡكُفَّارُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡقُبُوۡرِ﴾ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے یقیناً وہ آخرت

سے اسی طرح نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے وہ کافر نا اُمید ہو چکے جو قبروں والے ہیں'' وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے'' یعنی ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کاموں سے دور رہیں تو جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا یعنی یہودیوں پر ان لوگوں سے دوستانہ تعلقات نہ رکھو۔

(2) یعنی کافروں سے دوستی کے تعلقات ترک کر دو خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں سے ناراض ہے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں۔

(3)﴿قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ﴾ ''یقیناوہ آخرت سے اسی طرح نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے وہ کافر نا اُمید ہو چکے جو قبروں والے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں۔ مایوس لوگوں سے دوستی نہ کرو انہیں راز دار نہ بناؤ۔

(4) جیسے زندہ کافر اپنے مردہ رشتے داروں سے مایوس ہیں کہ اب ان سے ملاقات نہ ہو گی۔

(5) کافر قیامت اور موت کے بعد کی زندگی کو نہیں مانتے اس لئے وہ مردوں سے ملاقات سے قطعی نا امید ہیں۔ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو گا اس لئے ان سے دوستی کرنے سے بچو ورنہ تم بھی آخرت کی بھلائی سے مایوس ہو جاؤ گے جیسے وہ محروم ہو گئے۔

سوال 2: آخرت سے مایوس ہونے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ یعنی قیامت کا برپا ہونا ان کے شعور میں کسی طرح آتا ہی نہیں ساری کوششیں بے کار ہیں۔

سوال 3: قبروں میں مدفون لوگوں کے مایوس ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: قبروں میں مدفون کافر چونکہ جان چکے کہ انہوں نے کفر کے انجام کو پہنچنا ہے اس لیے وہ خیر کی توقع نہیں کر سکتے تو جیسے قبروں والے مایوس ہیں ایسے ہی زندہ کافر اپنے انجام سے مایوس ہیں، کیونکہ دونوں کا انجام ایک جیسا ہے۔

## ركوعاتها ٢ | ٦١ سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ١٠٩ | اٰياتها ١٤

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 14 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 61 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 109 ہے۔

## رکوع نمبر 9

﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾

﴿سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ﴾

''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(1)

سوال1:﴿سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اس کائنات کی ہر چیز زبان قال و زبان حال سے اللہ تعالیٰ تسبیح اس کی پاکیزگی بیان کر رہی ہے۔

(2)﴿وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ سب پر کامل غلبہ رکھتا ہے جو اس کی مخالفت کرتا ہے یا اس کا انکار کرتا ہے یا اس کی نافرمانی کرتا ہے اُن سے انتقام لینے میں وہ ان سب پر غالب ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ العزیز ہے اس کے سامنے سب سرنگوں ہیں، جھکے ہوئے ہیں۔

(4)﴿الۡحَکِیۡمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' وہ اپنے افعال، اپنی شریعت اپنے امر اور اپنی تقدیر میں کمال حکمت والا ہے۔(الاساس فی التفسیر)

سوال2:اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم کی تسبیح پوری کائنات کر رہی ہے۔آغاز میں تسبیح کی بات لا کر اہلِ ایمان کو کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب:(1)اہلِ ایمان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ تمہارا دین توحید ساری کائنات کا دین ہے۔(2)تم اس دین کے امین ہو۔

(3)جو لوگ اس دین کے دشمن ہیں وہ اس کی روشنی کو بجھا دینا چاہتے ہیں۔(4)اللہ تعالیٰ نے یہ دعوت دی ہے کہ اس دین کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ اسے غالب کرنا چاہتا ہے تاکہ کائنات کا اور انسان کا ایک دین ہو جائے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کے ایک دین سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔اُس کے غلبے کی وجہ سے کائنات ایک قانون کی پابند ہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ایک دین سے اپنی صفت الحکیم کا شعور دلایا ہے۔یہ اس کی حکمت ہے کہ اُس نے کائنات کو اس طرح منظم کیا ہے کہ وہ جب سے وجود میں آئی ہے بے خطا نظام کی بے مثال گواہی بن گئی ہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟'' (2)

سوال: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟'' یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کی تصدیق تم اپنے عمل سے نہیں کرتے۔ تمہارے اعمال تمہارے اقوال کی مخالفت کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 87/28)

(2) سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے سنا تھا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا۔ اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی۔ اور وہ شخص اس طرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کیا کرتا ہے۔ جہنم میں ڈالے جانے والے اس کے قریب آکر جمع ہو جائیں گے۔ اور اس سے کہیں گے۔ اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم ہمیں اچھے کام کرنے کے لیے نہیں کہتے تھے، اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ شخص کہے گا جی ہاں! میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا۔ لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ برے کاموں سے تمہیں منع بھی کرتا تھا۔ لیکن میں اسے خود کیا کرتا تھا۔ (بخاری: 3267)

(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس کے اس کی امت میں سے حواری اور (مخلص) ساتھی ہوتے جو اس کی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہیں تھے اور کرتے وہ کام تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ان سے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو شخص ان سے دل سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا (درجہ) نہیں۔'' (مسلم: 179)

(4) قاشانی نے کہا: حقیقی ایمان کے لوازمات میں سچائی اور ارادوں کی پختگی ہے اور ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ سے مراد جھوٹ کا بار اٹھانا اور وعدہ خلافی کرنا ہے۔ تو جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس پر ان دونوں سے اجتناب لازم ہے۔ یہ ان کے ایمان کا تقاضا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان کے ایمان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (تفسیر قاسمی: 141/16)

(5) اس آیت میں اس شخص کی مذمت ہے جو وعدہ خلافی کرے اور زبان سے کہہ کر اس پر عمل نہ کرے۔ ایفائے عہد کو ہر پہلو سے واجب قرار دینے پر یہ آیت دال ہے یعنی وعدے میں تاکید ہو یا نہ ہو ہر حال میں اسے پورا کرنا واجب ہے۔ ایک مشہور حدیث میں ہے کہ ''منافق

کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔'' (بخاری، مسلم) (مختصر ابن کثیر:2/2054)

(6) شانِ نزول: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں نے جہاد کی فرضیت سے پہلے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عمل بتا دیتا جو اسے سب سے زیادہ پسندیدہ ہوتا تاکہ ہم اس پر عمل پیرا ہوتے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خبر دی کہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل میرے نزدیک ایمان ہے جو شک وشبہ سے پاک ہو اور بے ایمانوں سے جہاد کرنا ہے تو بعض مسلمانوں پر یہ گراں گزرا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جنہیں نہیں کرتے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کرتے لیکن وقت پر پورا نہ کرتے، زید بن اسلم رحمہ اللہ جہاد مراد لیتے ہیں۔ (ابن کثیر:343,342)

﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو'' (3)

سوال 1: ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو'' قول وفعل کا تضاد رب العزت کے نزدیک کیوں ناپسندیدہ ہے آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو'' قول وفعل میں تضاد نفاق کی علامت ہے۔ قول وفعل میں تضاد کی وجہ سے انسان کے اندر کھوٹ آجاتا ہے۔ انسان کا قلب روشنی سے محروم ہو جاتا ہے۔ جیسے بلب فیوز ہو جائیں تو روشنی کے لئے ہر کوشش ناکام ہو جاتی ہے، ایسے ہی بجھے ہوئے دل سے، کھوٹے دل سے فطری روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ جب دل تاریک ہو جاتا ہے تو انسان کی عملی زندگی اندھیروں میں ڈوب جاتی ہے۔ وہ ایک بے عمل انسان بن جاتا ہے، بے اطمینانی کا شکار رہتا ہے اور معاشرے کے لئے مفید کارکن ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کی زندگی بے کار، بے مصرف اور بے مقصد ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی انسان زمین کا بوجھ ہیں۔ اسی وجہ سے قول وفعل کا تضاد رب العزت کو سخت ناپسند ہے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کسی میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی گئی اس میں نفاق میں سے ایک خصلت پائی گئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے: جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو وفا نہ کرے اور جب اختلاف ہو تو جھگڑا کرے۔'' (بخاری:34)

(3) سیدنا عبداللہ بن عامر ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، جبکہ میں ابھی بچہ ہی تھا۔ میں کھیلنے

کے لیے باہر نکلا، میری امی نے کہا، اے عبداللہ! آؤ میں تمہیں کچھ دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟'' انہوں نے کہا کہ میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔'' (مسند احمد:3/447ح:15708،ابوداؤد:4991)

(4) یعنی تم نیکی کی باتیں کرتے ہو لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دیتے ہو اس پر لوگ تمہاری تعریف بھی کرتے ہیں اور تمہاری صورت حال یہ ہے کہ تم خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ تم لوگوں کو برائی سے روکتے ہو اور اپنے آپ کو بعض اوقات اس برائی سے پاک قرار دیتے ہو حالانکہ تم وہ برائی کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی والی بات ہے کہ انسان دوسروں کو ایسی بات کہے جو خود نہ کرتا ہو۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟'' (البقرہ:44)

(6) سیدنا شعیب علیہ السلام نے اس حقیقت کا اظہار یوں فرمایا: ﴿وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾ ''اور میں ارادہ نہیں رکھتا کہ میں تمہارے برخلاف وہ کام کروں جن سے میں تمہیں روکتا ہوں جہاں تک میں کرسکوں میں تو اصلاح کا ارادہ ہی رکھتا ہوں اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔'' (ہود:88)

سوال 2: قول وفعل میں تضاد کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: قول وفعل میں تضاد نفاق کی علامت ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اُس کے راستے میں صف بستہ ہو کر جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں'' (4)

سوال 1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اُس کے راستے میں صف بستہ ہو کر جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اُس کے راستے میں جہاد کرتے ہیں'' یعنی اس کے دین کے راستے میں اور اس کی شریعت کے ضمن میں، نہ اس کے غیر کے راستے میں اور نہ شریعت سے نکلنے والے ہو کر۔ (الاساس فی التفسیر:10/5878،5879)

(2) مومنوں نے تو کہا: ہم اس سے محبت رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال کی خبر دے جو اسے محبوب ہیں اگرچہ اس راستے میں ہمارے مال اور ہماری جانیں چلی جائیں۔(فتح القدیر:269/5)

(3) سیدنا مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کہنے والوں میں سیدنا عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے جب یہ آیت اتری اور معلوم ہوا کہ جہاد سب سے زیادہ عمدہ عمل ہے تو آپ نے عہد کر لیا کہ میں تو اب سے لے کر مرتے دم تک اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو وقف کر چکا ہوں چنانچہ اسی پر قائم رہے یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہید بھی ہو گئے۔(ابن کثیر:343)

(4) الرص کے معنی تعمیر کو ایک دوسرے کے ساتھ پیوست اور مستحکم کرنے کے ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پتھر کو پتھر پر رکھ کر پتھریاں اور روڑیاں ملا کر گارا ڈالنے کو اہل مکہ رصاص کہتے ہیں۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ بنیان مرصوص کے معنی مستحکم کے لیتے ہیں یہ کنایہ ہے۔ جنگ میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر چلنے کے جیسا کہ فراء رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے۔ روح وصراح میں رص کے معنی چونہ سے گچ کرنے کے ہیں۔(کمالین وجلالین:511/6)

(5) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب اور اس بات کی تعلیم ہے کہ انہیں جہاد میں کیا کرنا چاہیے؟ ان کے لئے مناسب ہے کہ وہ جہاد میں ایک دوسرے کے ساتھ برابر کھڑے ہو کر صف بندی کریں اور صفوں میں کوئی خلل واقع نہ ہو، صفیں ایک نظم اور ترتیب کے مطابق ہوں، جس سے مجاہدین کے مابین مساوات اور ایک دوسرے کے لئے قوت اور دشمن پر رعب طاری ہوتا ہو اور اس سے مجاہدین میں ایک دوسرے کے لئے نشاط پیدا ہوتا ہو بنابریں جب لڑائی کا وقت آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اصحاب کرام کی صف بندی کرتے اور ان کو ان کی اپنی اپنی جگہوں پر اس طرح ترتیب دیتے جہاں وہ ایک دوسرے پر بھروسہ نہ کریں بلکہ ہر دستہ اپنے مرکز کے ساتھ رابطے کا اہتمام رکھتا اور اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا، اسی طریق کار سے کام پایہ تکمیل کو پہنچتا اور کمال حاصل ہوتا۔(تفسیر سعدی:2759/3)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص کا گزر ایک گھاٹی سے ہوا، جہاں میٹھے (وخوش گوار) پانی کا ایک چشمہ بہتا تھا۔ اس کا ذائقہ اسے اچھا لگا، اس نے سوچا، اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر یہاں ٹھہر جاؤں (اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں تو کتنا اچھا ہو) تاہم میں یہ کام اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں۔ بعد ازاں اس نے سارا ماجرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: "ایسا نہ کرنا، بے شک تم میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ میں کھڑے ہونا گھر کی ستر (70) سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے؟ سو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو۔ (سنو!) جو شخص اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ جتنا بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑا اس پر جنت واجب ہو گئی۔(ترمذی:1650، مسند احمد:68/2 ح:2382)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو دوست رکھتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ جہاد کی کیا خصوصیات واضح کی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بارے میں واضح کیا ہے: (1) وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہو۔ (2) صفوں کے اندر تنظیم ہو۔ (3) جم کر لڑنے کی صورت ہو۔ (4) جہاد کرنے والوں کے دل ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہوں۔

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو؟ حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو بلاشبہ میں تمہاری جانب اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (5)

سوال: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو؟ حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو بلاشبہ میں تمہاری جانب اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:'' یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے حالات پر انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ﴾ ''تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو؟'' یعنی تم مجھے اپنی باتوں اور اپنے طرزِ عمل سے کیوں اذیت دیتے ہو۔

(3) ﴿وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ﴾ ''حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو بلاشبہ میں تمہاری جانب اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' یعنی تم سمجھتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اس کے باوجود مجھے اذیت دیتے ہو۔

(4) یعنی رسول کی عزت کرنا، اس کے احکامات کی فرماں برداری کرنا اور اس کے فیصلوں کو قبول کرنا رسول کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد رسول کا تم پر سب سے زیادہ احسان ہے۔ تم یہ سب کچھ جاننے کے باوجود رسول کو اذیت دیتے ہو؟

(5) اس آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ کو آپ کی قوم اذیت پہنچا رہی ہے تو آپ پریشان نہ ہوں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی لوگوں نے تنگ کیا تھا جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ میری سچائی تم پر روشن ہے پھر مجھ پر ایمان کیوں نہیں لاتے، انہوں نے صبر کیا اور آپ ﷺ بھی صبر سے کام لیں۔

(6) نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو، سب سے زیادہ انہیں ستایا گیا مگر وہ صبر ہی کرتے رہے۔ (صحیح بخاری:3405)

(7) ﴿فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ﴾ ''پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا'' یعنی جب وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ایذائیں دے کر حق سے کترا کر باطل کی طرف جھک گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ہدایت سے ٹیڑھے کر دیے۔

(8) یعنی ان کی کج روی کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت کی توفیق نہ دی۔ (ایسر التفاسیر:1621،1622)

(9) یعنی جب وہ جان بوجھ کر حق کی پیروی کرنے سے ہٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے ان کے دل پھیر دیے اور ان کے دلوں میں شک پیدا کر دیا۔

(10) ﴿وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا﴾ ''اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرے تو ہم اُس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔'' (النساء:115)

(11) اس آیت میں ایمان والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تنگ نہ کرنا۔ فرمایا ﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اٰذَوۡا مُوۡسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوۡا ؕ وَکَانَ عِنۡدَ اللّٰہِ وَجِیۡہًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا۔'' (الاحزاب:69)

(12) ﴿وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا جو فاسق ہیں۔

(13) اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو گمراہ کرنا اس کا ظلم نہیں اور نہ بندوں پر اس کی کوئی حجت ہے بلکہ اس گمراہی کا سبب وہ خود ہیں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کو پہچان لینے کے بعد اپنے آپ پر ہدایت کے دروازے خود بند کر لیے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدلے کے طور پر سزا دیتے ہوئے اور اپنے عدل کی بنا پر ان کو گمراہی اور کج روی میں مبتلا کرتے ہوئے ان کے دلوں کو بدل ڈالتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَہُمۡ وَاَبۡصَارَہُمۡ کَمَا لَمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِہٖۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّنَذَرُہُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔'' (الانعام:110) رسول کا اکرام و تعظیم، اس کے احکامات کی تعمیل اور اس کے فیصلے کو قبول کرنا رسول کا حق ہے۔ رہا رسول کو اذیت پہنچانا جس کا مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد سب سے بڑا احسان ہے، تو یہ سب سے بڑی

بے شرمی، جسارت اور صراط مستقیم سے انحراف ہے جسے جان بوجھ کو انہوں نے ترک کر دیا۔ (تفسیر سعدی:2760/3)

سوال 2: بنی اسرائیل کیسے ٹیڑھے ہوئے؟

جواب: (1) بنی اسرائیل نے علم کے باوجود حق سے منہ موڑا۔ (2) بنی اسرائیل نے حق کے مقابلے میں باطل کو اختیار کیا۔ یہ ٹیڑھے پن کی دلیل ہے۔ (3) بنی اسرائیل نے خیر کے مقابلے میں شر کو ترجیح دی۔ (4) بنی اسرائیل نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو اختیار کیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دلوں کو کیوں اور ٹیڑھا کر دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ان کے دلوں کو مستقل طور پر ہدایت سے پھیر دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی یہ سُنّت ہے کہ جو انسان کفر اور گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے اُس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔

(3) جب کسی کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتے ہیں تو نافرمانیاں کرنا، کفر کرنا، ظلم کرنا اس کی عادت بن جاتی ہے جس کو تبدیل کرنے کی کوئی استطاعت نہیں رکھتا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت کیوں نہیں دیتا؟

جواب: جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی سُنت کے مطابق گمراہ کرتے ہیں انہیں پھر وہ ہدایت نہیں دیتے۔

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: ''اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔'' چنانچہ جب وہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: ''یہ کھلا جادو ہے'' (6)

سوال: ﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: ''اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا'' چنانچہ جب وہ اُن کے پاس کھلی

نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: ''یہ کھلا جادو ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ ''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا'' رب العزت نے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی دشمنی کے بارے میں آگاہ فرمایا جن کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دعوت دی۔

(2)﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اے بنی اسرائیل!'' یعنی اے اولاد یعقوب جن کا لقب اسرائیل ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اے میری قوم نہیں کہا جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیونکہ وہ ان میں سے نہیں تھے وہ بن باپ کے پیدا ہوئے اور ان کی ماں صدیقہ تھیں۔

(3)﴿اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ﴾ ''یقیناً میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں بھلائی کی طرف بلاؤں اور برائی سے روکوں۔

(4)﴿مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ﴾ ''اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی'' یعنی میں پہلے آنے والی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور وہی کچھ لے آیا ہوں جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام تورات اور شریعت میں سے لے کر آئے تھے۔ اگر میں نبوت کا ایسا مدعی ہوتا جو اپنے دعوئے نبوت میں سچا نہ ہوتا، تو میں ایسی چیز لاتا جسے انبیاء اور مرسلین لے کر نہیں آئے۔ میرا اپنے سے پہلے آنے والی کتابوں کی تصدیق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تورات میں میری بعثت کی خبر اور میرے آنے کی خوش خبری دی ہے اور مجھے تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2761/3)

(5)﴿وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ ''اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خوش خبری دی۔

(6) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئی نام ہم سے بیان کرتے تھے، آپ نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں مقفی (یعنی عاقب) ہوں، میں حاشر ہوں، میں نبی التوبہ اور نبی الرحمۃ ہوں۔ (مسلم:2355)

(7) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو حشر میں میرے بعد جمع کرے گا اور میں عاقب ہوں۔ (صحیح بخاری:4896)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ

اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (الاعراف:157)

(9)﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اُس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اُس کی مدد کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم نے اقرار کیا۔'' فرمایا: ''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔'' (آل عمران:81)

(10)﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''چنانچہ جب وہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا'' یعنی جب محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل لے کر آ گئے جن کی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

(11)﴿قَالُوْا﴾ ''تو انہوں نے کہا:'' تو انہوں نے حق کی دشمنی کی وجہ سے آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہوئے کہا۔

(12)﴿هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''یہ کھلا جادو ہے'' انہوں نے قرآن کو کھلا جادو قرار دیا جیسا کہ فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اور یہود نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کس حکمت کی وجہ سے کیا؟

جواب: (1) بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بھی نافرمانی کی تھی۔

(2) نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لئے بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کی تاریخ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب سے بھری ہوئی ہے۔

سوال 3: تورات کی تصدیق کا کیا مطلب ہے؟

جواب: تورات کی تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ میں جو دعوت دے رہا ہوں وہی تورات کی دعوت ہے۔

سوال 4: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تصدیق کی جب کہ ان کے اوپر انجیل نازل ہوئی تھی، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) تورات کی تصدیق کا مطلب یہ تھا کہ تورات اور انجیل کا ماخذ ایک ہے۔

(2) اس تصدیق میں حکمت یہ تھی کہ جیسے تم سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا سلیمان علیہ السلام اور سیدنا داؤد علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ایسے ہی مجھ پر بھی ایمان لے آؤ۔

سوال5: احمد کا کیا مطلب ہے؟

جواب: احمد کا مطلب ہے تمام لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والا۔

سوال6: رسول اللہ ﷺ کی بشارت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دی، اس کا اظہار رسول اللہ ﷺ نے کیسے کیا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق ہوں۔

سوال7: محمد رسول اللہ ﷺ کا نام احمد بھی ہے۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے تھے۔آپ ﷺ کی کیسی تعریف کی گئی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی خوبیوں اور کمالات کی وجہ سے آپ ﷺ کی جتنی تعریف کی گئی اتنی کسی دوسرے انسان کی نہیں کی گئی۔

سوال8: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کھلی دلیلیں لانے پر بنی اسرائیل نے کیا کہا؟

جواب: بنی اسرائیل نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو قرار دیا۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

”اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑے جب کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو؟
اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا“ (7)

سوال1: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ”اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑے جب کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو؟ اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾ ”اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑے“ یعنی اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اس کی طرف اولاد اور شریکوں کو منسوب کرے۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کے حلال قرار دیئے ہوئے کو حرام یا حرام کیے ہوئے کو حلال قرار دے کر کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(3) ﴿وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ﴾ ”جب کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو؟“ جب کہ اسے توحید کی طرف بلایا جا رہا ہو۔

(4) یعنی اس پر اسلام کے دلائل واضح کیے جا رہے ہوں۔

(5) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا“ یعنی جو لوگ اپنے ظلم پر قائم ہیں جنہیں کوئی نصیحت اپنے ظلم سے باز نہیں رکھ سکتی نہ کوئی دلیل و برہان ان سے ہٹا سکتی ہے۔خاص طور پر یہ ظالم لوگ جو حق کے مقابلے میں کھڑے ہوئے

ہیں تا کہ اسے ٹھکرا دیں اور باطل کی مدد کریں۔(تفسیر سعدی:2762/3)

سوال 2: بڑا ظالم کون ہے؟

جواب: (1) جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دے۔ (2) جو اسلام کی طرف بلائے جانے پر منہ موڑ جائے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کن ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دیتا جو اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ﴾

”وہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روشنی کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہنے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں“ (8)

سوال 1: ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ﴾ ”وہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روشنی کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہنے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ﴾ ”وہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روشنی کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں“ یعنی یہ ان کا ارادہ، ان کی آرزو ہے کہ وہ اپنی فاسد باتوں سے، باطل کے تیز جھونکوں سے حق کا نور بجھا دیں۔ وہ حق کو ٹھکرانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے پھونکوں سے سورج کی روشنی کو بجھانا چاہے۔ سورج کی روشنی پر سارے جہان کے انسانوں کی پھونکوں کا بھی کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ظالموں کی سازشوں سے اسلام کی روشنی نہیں بجھ سکتی۔

(2) یعنی وہ نبی ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں جب کہ آپ ﷺ جادو لے کر نہیں آئے۔ (جامع البیان:91/28)

(3) ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ﴾ ”حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہنے والا ہے“ اللہ تعالیٰ حق کا اعلان کرتا ہے اور اپنے دین کا اظہار کرتا ہے اور محمد ﷺ کا مددگار ہے۔ یہ اس کے نور کا اہتمام ہے۔ (4) یہاں نور سے مراد اسلام ہے۔ ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد قرآن ہے۔ (5) یعنی اللہ تعالیٰ قرآن کو مکمل کیے بغیر، اسلام کو اتمام تک پہنچائے بغیر نہیں رہے گا۔

(6) ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ﴾ ”اگرچہ کافر ناپسند کریں“ یعنی کافروں کو ناپسند ہو اسلام کی روشنی کو دیکھ کر ان کی نظریں چندھیا جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے والا نہیں۔ (7) یعنی کافر اس نور کو بجھانے کی کوشش کریں گے تو مغلوب ہوں گے۔

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ﴾ (۳۲)

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (٣٣)﴾ ''وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مُونہوں سے بجھادیں اور اللہ تعالیٰ نہیں مانتا مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگرچہ کافر لوگ بُرا جانیں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو ہر دین پر غالب کردے اگرچہ مشرک لوگ بُرا جانیں۔'' (التوبہ:33,32)

سوال2: اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کیسے کمال تک پہنچانے والا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے تمام دینوں پر غالب کرنے والا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ اس دین کو دلائل کا اور مادی غلبہ عطا کرنے والا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ اس کو چار دانگ عالم میں پھیلانے والا ہے اگرچہ کافر برا منائیں۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرک ناپسند کریں'' (9)

سوال1: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ لا وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرک ناپسند کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ الَّذِيْٓ﴾ ''وہ ہے جس نے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے۔

(2) ﴿اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ﴾ ''جس نے اپنے رسول کو بھیجا'' یعنی جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔

(3) ﴿بِالْهُدٰى﴾ ''ہدایت کے ساتھ'' یعنی حق کے بیان کرنے کے ساتھ یعنی اس نے اپنا رسول نفع مند علم اور عمل صالح کے ساتھ بھیجا۔

(4) ﴿وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ ''اور دین حق'' یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ اور اسلام کے۔

(5) ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ''تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کردے'' یعنی وہ دین حق جس کے ساتھ محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔ اس دین کو حجت اور دلیل کے ذریعے تمام ادیان اور اہل دین پر یعنی باطل قوتوں پر غالب کردے۔

(6) یعنی کوئی اس دین پر دلیل سے غالب نہیں آسکتا نہ اس کے بارے میں جھگڑا کرنے والا ہے۔

(7) ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ''اگرچہ مشرک ناپسند کریں'' یعنی مشرک خواہ کتنا ناپسند کریں یہ دین غالب آکر رہے گا۔

سوال2: کیا اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو کر رہے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو کر رہے گا اگرچہ مشرک ناخوش ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

سوال3: غلبۂ دین کے مراحل کیا ہیں؟

جواب:(1)غلبہ دین کا آغاز دین کے علم سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت حدیث کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔(2)اسلام علمی تحریک ہے۔جب تک مسلمان علمی میدان میں ترقی نہیں کریں گے غلبہ مقدر نہیں ہوسکتا۔
(3)اسلام کے غلبے کے لئے ایسی شخصیات کی تیاری کی ضرورت ہے جو غلبہ دین کے لئے کام کریں،جن کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو،جو مؤمن،مخلص اور محسن ہوں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غلبہ دین کے لئے تعلیم کے ساتھ تربیت ضروری ہے۔
(4)اسلام کے غلبہ کے لئے Knowledge کی Islamisation ضروری ہے۔علم کی بنیادوں کو عقیدے کی بنیاد پر درست کئے بغیر غلبے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔(5)غلبہ اسلام کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار اختیار کرنا ضروری ہے یعنی دعوت اور جہاد۔

## رکوع نمبر 10

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟(10)

سوال1:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے'' دردناک عذاب سے نجات دینے والی تجارت کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!''یعنی اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی۔(2)﴿هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ﴾''کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں''یعنی کیا اس عظیم تجارت کی طرف آپ کی رہنمائی کریں۔
(3)﴿تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾''جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے''یہ ارحم الراحمین ہستی کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے سب سے بڑی تجارت،جلیل ترین مطلوب اور بلند ترین مرغوب کی طرف راہ نمائی،دلالت اور وصیت ہے،جس کے ذریعے سے المناک عذاب سے نجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمت کے حصول میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے پیش کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ بصارت والا ہر شخص اس میں رغبت رکھتا ہے اور ہر عقل منداس کی طرف مائل ہوتا ہے۔گویا کہا گیا ہے کہ وہ کون کون سی تجارت ہے جس کی یہ قدر ہے؟(تفسیر سعدی:2764/3)
(4)رب العزت نے فرمایا:﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا

﴿بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ذمے پکا وعدہ ہے، اور کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودا کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (التوبہ:111)

(5) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عمل پوچھنا چاہا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب عملوں سے زیادہ محبوب ہے تاکہ وہ اس کی سعادت سے فیض یاب ہوں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری۔ اس سورت کی یہ آیت ہے جو اس سلسلے میں اتری۔ پھر اس جلیل الشان تجارت کی وضاحت فرمائی جو روبہ انحطاط ہونے والی نہیں اور جو منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے اور جہنم جیسی خطرناک اور دردناک گڑھوں سے بچانے والی ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/2059)

سوال 2: تجارت کیا ہے؟

جواب: تجارت ایسا کام ہے جس میں انسان اپنا سرمایہ لگا کر، محنت کر کے، وقت لگا کر نفع کی اُمید رکھتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو کس چیز کی ترغیب دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے ساتھ تجارت کی ترغیب دلائی ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے کیسی تجارت کی ترغیب دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایسی تجارت کی ترغیب دلائی ہے جو دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔

﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے'' (11)

سوال 1: ﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ'' ابن ابی حاتم نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے کہا: اگر ہم جانتے کہ یہ تجارت کیا ہے۔ہم اس میں اپنے مال اور گھر والوں کو لگاتے تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (تفسیر منیر:554/14)

(2) ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن میدان جنگ سے بھاگنے کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے۔ اور نیز سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتلاؤں الخ، تو اس پر مسلمان بولے کاش ہمیں اس تجارت کا علم ہو جاتا کہ وہ کیا ہے تو ہم اس میں اپنے مالوں اور گھر والوں کو دے دیتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس:371/3)

(3) یعنی تم اللہ تعالیٰ کے رب اور الٰہ ہونے کی تصدیق کرو اور محمد ﷺ کے نبی اور رسول ہونے کی تصدیق کرو۔ (ایسر التفاسیر:1625,1624)

(4) یعنی ایمان صادق جس میں شک اور نفاق کا شبہ نہ ہو۔ (صفوۃ التفاسیر:353/3)

(5) ﴿وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے دین کے راستے میں جہاد کرو اور اپنے مالوں اور جانوں کو اس کے راستے میں لگاؤ۔ (جامع البیان:93/28)

(6) یعنی جان اور مال لگانے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے کلمے کی پابندی ہو۔

(7) جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک نفس سے ہو اور وہ شہوات سے رکنا اور طمع سے رکنا اور خلق پر رحم اور شفقت کرنا ہے اور دوسرا دشمنی سے جہاد اور ان کی زیادتیوں کو روکنا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے دین کو نشر کرنا ہے۔ (تفسیر منیر:555/14)

(8) ﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے'' یعنی یہ راس المال ہے جو تم آگے بھیجو گے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے اپنے نفس، مال اور بیٹوں کے ساتھ تجارت کرنا بہتر ہے اگر تم اس کے فائدوں اور اس کی خوشبو کو چاہتے ہو۔ (ایسر التفاسیر:1625)

(9) اگرچہ یہ نفوس کے لئے ناگوار اور ان پر شاق گزرتا ہے مگر یہ ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ کیونکہ اس میں دنیاوی بھلائی ہے، یعنی دشمنان اسلام پر فتح و نصرت ہے اور عزت ہے جو ذلت کے منافی ہے، وسیع رزق اور انشراح صدر اور اس کی کشادگی ہے۔ (تفسیر سعدی:2764/3)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ ''یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔'' (الحجرات:15)

(11) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں اس طرح نکلا کہ میری راہ میں جہاد، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے ہی اسے نکلنے پر مجبور کیا تو میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں اسے جنت میں داخل

کروں یا اسے اس کے مسکن تک جہاں سے وہ نکلا ہے اس طرح واپس لاؤں کہ وہ اجر یا غنیمت سے مالا مال ہو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی شخص کو جو بھی زخم آئے گا وہ قیامت کے دن اسی زخمی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا۔ اس زخم کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن اس کی خوشبو مشک کی ہوگی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر میری امت کے لیے تکلیف دہ نہ ہوتا تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑی جانے والی کسی بھی جنگ میں پیچھے نہ رہتا لیکن نہ تو میرے پاس اتنی وسعت ہے کہ میں ان سب کو سامان جنگ مہیا کر سکوں اور نہ ان کو خود ہی اس قدر وسعت حاصل ہے مسلمانوں کو یہ بھی ناگوار گذرتا ہے کہ میں کسی مہم کے لیے نکلوں اور وہ پیچھے رہ جائیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں۔ (صحیح مسلم:4859)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اس کی پشت پر اللہ کے راستے میں اڑا جا رہا ہو۔ جب وہ دشمن کی آواز سنے یا خوف محسوس کرے تو اڑ کر وہاں پہنچ جائے، ہر اس جگہ قتل اور موت کو تلاش کرتے ہوئے یا اس شخص کی زندگی بہتر ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں رہتا ہو، نماز قائم کرتا ہو، زکوۃ ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو یہاں تک کہ اسے اس حالت میں موت آئے اور سوائے خیر کے لوگوں کے کسی معاملے میں نہ پڑتا ہو۔ (صحیح مسلم:4889)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے برابر بھی کوئی عبادت ہے؟ آپ نے ﷺ فرمایا تم اس عبادت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ یہ سوال آپ کے سامنے دو یا تین مرتبہ دہرایا گیا اور ہر مرتبہ کے جواب میں یہ فرمایا، تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے اور تیسری مرتبہ فرمایا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے واپسی تک اس شخص کی طرح ہے جو روزہ دار، قیام کرنے والا اور اللہ کی آیات پر عمل کرنے والا ہو اور روزہ نماز سے تھکنے والا نہ ہو۔ (صحیح مسلم:4869)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے گھر سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلے اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی تصدیق کرے، اللہ تعالیٰ ایسے مجاہد کو (قتل ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل ہونے کی ضمانت دیتا ہے یا (زندہ رہنے کی صورت میں) اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اسے اسی گھر میں جہاں سے وہ نکلا تھا بھرپور اجر اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لائے۔ (مسلم:4861)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کو تجارت سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے؟

جواب: ایمان اور جہاد جیسے اعمال کو تجارت سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ ان اعمال کی وجہ سے بھی تجارت کی طرح نفع ہوگا۔

سوال 3: کون سی تجارت بہتر ہوتی ہے؟

جواب: وہ تجارت جس میں نفع زیادہ ہو۔

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

''وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ابدی جنت کے پاکیزہ گھروں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے'' (12)

سوال 1:﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ابدی جنت کے پاکیزہ گھروں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ ''وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا'' اس میں صغیرہ کبیرہ سب گناہوں کی مغفرت شامل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور جہاد سب گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔

(2)﴿وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' یعنی اس کے مساکن، اس کے محلات، اس کے بالاخانوں اور اس کے درختوں کے نیچے ایسے پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی جس میں بو نہ ہوگی، ایسے دودھ کی نہریں جاری ہوں گی جس کا ذائقہ متغیر نہ ہوگا، ایسی شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کو لذت دے گی اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی اور جنت کے اندر ان کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:2765,2764/3)

(3) عدن کے معنی رہنے کے بھی اور ہیں یہ جنت کے ایک حصہ کا نام بھی ہے اس لئے ''جنات عدن'' کا مطلب عدن کے باغ بھی ہوسکتا ہے اور ''ہمیشہ رہنے والے باغ بھی۔ (اشرف الحواشی:659/1)

(4) اس کو (جنت عدن) اس لئے کہا گیا ہے کہ اہل جنت اس میں ہمیشہ مقیم رہیں گے اور اس سے کبھی نکلیں گے نہ اس سے منتقل ہونا چاہیں گے۔ یہ ثواب جزیل اور اجر جمیل ہی درحقیقت بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس جیسی کوئی اور کامیابی نہیں یہ ہے اخروی ثواب۔

یعنی جنت میں ہر اچھی چیز جمع ہوگی، بلندی، ارتفاع، عمارتوں کی خوبصورتی اور سجاوٹ، حتیٰ کہ اہل علیین کو دیگر اہل جنت اس طرح دیکھیں گے جیسے مشرقی یا مغربی افق میں چمکدار ستارہ دیکھا جاتا ہے حتیٰ کہ جنت کی (عمارتوں کی) تعمیر کی کچھ اینٹیں سونے کی ہوں گی کچھ چاندی کی، اس کے خیموں میں موتی اور مرجان جڑے ہوئے ہوں گے، جنت کے بعض گھر زمرد اور بہترین رنگوں کے جواہرات کے بنے ہوئے ہوں گے، حتیٰ کہ ان کے صاف وشفاف ہونے کی وجہ سے ان کے اندر سے بیرونی اور باہر سے اندرونی حصہ صاف نظر آئے گا۔

جنت کے اندر خوشبو اور ایسا حسن ہوگا کہ وصف بیان کرنے والے اس کا وصف بیان کرسکتے ہیں نہ اس کا تصور دنیا میں کسی شخص کے دل

میں آیا ہے۔ان کے لئے ممکن نہیں کہ اسے پاسکیں جب تک کہ اسے دیکھ نہ لیں، وہ اس کے حسن سے متمتع ہوں گے اور اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔اس حالت میں اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو کامل زندگی عطا نہ کی ہوتی، جو موت کو قبول نہیں کرتی، تو ہوسکتا ہے کہ وہ خوشی سے مرجاتے، البتہ پاک ہے وہ ذات کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی ہستی اس کی ثنا بیان نہیں کرسکتی بلکہ وہ ایسے ہی جیسے اس نے خود اپنی ثنا بیان کی ہے، وہ اس حمد وثنا سے بہت بڑھ کر ہے جو اس کی مخلوق میں سے کوئی بیان کرتا ہے۔ بہت بابرکت ہے وہ جلیل وجمیل ہستی جس نے نعمتوں کے گھر جنت کو تخلیق فرمایا، اس کو ایسا جلال وجمال عطا کیا جو مخلوق کی عقلوں کو مبہوت اور ان کے دلوں کو جکڑ لیتا ہے۔ بالا و برتر ہے وہ ذات جو کامل حکمت کی مالک ہے۔ یہ اس کی حکمت ہی ہے کہ اگر بندے جنت اور اس کی نعمتوں کو دیکھ لیں، تو اس کو حاصل کرنے سے کوئی پیچھے نہ رہے اور انہیں اس دنیا کی ناخوشگوار اور مکدر زندگی کبھی اچھی نہ لگتی، جس کی نعمتوں میں درد والم اور جس کی فرحتوں میں رنج وغم کی ملاوٹ ہے۔ (تفسیر سعدی:2765,2764/3)

(5) سیدنا مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا: ''جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جائے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس سے رزق دیئے جاتے ہیں۔'' تو انہوں نے کہا: ہم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی روحیں سرسبز پرندوں کے جوف میں ہوتی ہیں، ان کے لیے ایسی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں اور وہ جنت میں پھرتی رہتی ہیں جہاں چاہیں، پھر انہی قندیلوں میں واپس آجاتی ہیں۔ ان کا رب ان کی طرف مطلع ہوکر فرماتا ہے: کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہم کس چیز کی خواہش کریں حالانکہ ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے اس طرح تین مرتبہ فرماتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ انہیں کوئی چیز مانگے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ عرض کرتے ہیں: اے رب! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دیں یہاں تک کہ ہم تیرے راستے میں دوسری مرتبہ قتل کیے جائیں۔ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ انہیں اب کوئی ضرورت نہیں تو انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔'' (مسلم:4885)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کی جانے والی تجارت کا نفع کیا ہے؟

جواب: اس تجارت کا نفع یہ ہے: (1) گناہوں کی معافی۔ (2) جنت میں داخلہ جہاں صاف ستھرے گھر ہیں جو جنتِ عدن میں ہیں۔ (3) جہنم سے نجات۔ سورۃ توبہ کی آیت 111 میں فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَــنَّةَ‌ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَيُقۡتَلُوۡنَ‌ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ‌ ؕ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ‌ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ

پورا کرنے والا ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودہ کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

سوال 3: سب سے بڑی کامیابی کیا ہے؟

جواب: سب سے بڑی کامیابی جہنم سے نجات پا کر جنت میں داخل ہونا ہے۔

﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

"اور دوسری جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح ہے اور مومنوں کو خوشخبری دے دو" (13)

سوال 1: ﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور دوسری جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح ہے اور مومنوں کو خوشخبری دے دو" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ﴾ "اور دوسری جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح ہے" یعنی دوسری چیز مزید نعمت عطا کروں گا اور وہ تمہیں جو بے حد محبوب ہے اور تم اس میں بہت رغبت رکھتے ہو۔ میری مدد اور فتح تمہارے ساتھ ہوگی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔" (محمد:7)

(2) ﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ "جن لوگوں کو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا ہے صرف اسی وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دور کرنا نہ ہوتا تو یقیناً ڈھا دیے جاتے خانقاہیں اور کلیسائیں اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یقیناً ضرور اس کی مدد کرے گا جو اُس کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔" (الحج:40)

(3) ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور مومنوں کو خوشخبری دے دو" یعنی مسلمانوں کو خوشی دے دیں مکہ فتح ہوگا۔ حسن رحمہ اللہ نے کہا فارس اور روم فتح ہو گے۔ (الکشاف:527/4) (4) یعنی مومنوں کو دنیا اور آخرت کے ثواب کی خوشخبری دے دو۔

(5) یعنی مومنوں کو دنیاوی اور اخروی ثواب کی بشارت دے دو، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے درجے کو تو نہیں پہنچ سکتے تاہم ہر شخص کو اس کے ایمان کے مطابق ثواب ملے گا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ جنت میں سو درجات ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے

تیار کیا ہے۔'' (بخاری:2790)

سوال2: مسلمانوں سے کس نعمت کا وعدہ کیا گیا؟

جواب: مسلمانوں سے اس نعمت کا وعدہ کیا گیا جو انہیں بے حد محبوب ہے۔ وہ ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح جو جلد حاصل ہونے والی ہو۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کب اپنی نصرت عطا کرتے ہیں؟

جواب: جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اس کے دین کی مدد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں فتح و نصرت عطا کرتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے ان فتوحات کو فتحِ قریب کیوں قرار دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں ان فتوحات کو فتحِ قریب قرار دیا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو کیا خوشخبری دینے کا حکم دیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے جنت کی خوشخبری دینے کے لیے کہا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کی خوشخبری دینے کے لیے کہا ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ مومن ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوں۔ سورۃ آلِ عمران کی آیت 139 میں فرمایا: ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔''

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابنِ مریم نے حواریوں سے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے مددگار کون ہیں؟'' حواریوں نے کہا: ''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔'' چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا، پھر ہم نے اُن کے دشمن کے مقابلے میں ان لوگوں کی مدد کی جو ایمان لائے تو وہی غالب آ گئے'' (14)

سوال1: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ'' یعنی اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی۔

(2) ﴿كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ'' اپنے دین، اپنے نبی اور اولیاء کی مدد کرو (ایسر التفاسیر:1625)

(3)﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔'' (محمد:7)

(4) اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کیا جائے، دوسروں پر اس کے نفاذ کی خواہش رکھی جائے اور جو کوئی دین سے عناد رکھے اور اس کے خلاف جان و مال کے ذریعے سے جنگ کرے اور جو شخص باطل کی اس چیز کے ذریعے سے مدد کرے جس کو وہ اپنے زعم میں علم سمجھتا ہے، حق کی دلیل کا ابطال کر کے، اس پر حجت قائم کر کے اور لوگوں کو اس سے ڈرا کر اس کو ٹھکرائے، تو اس کے خلاف جہاد کیا جائے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم حاصل کرنا، اس کی ترغیب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، اللہ کے دین کی مدد کے زمرے میں آتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2767,2766/3)

(5) یعنی مسلمان ہر حال میں دین کے مددگار رہیں اپنے مال، اپنی جان، اپنے قول اور کردار سے دین کی حمایت کریں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت میں ایمان ہے۔

(6)﴿كَمَا قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّۦنَ مَنْ أَنصَارِىٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾ ''جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے مددگار کون ہیں'' یعنی جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان کیا تھا کہ اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار بنتا ہے۔

(7)﴿قَالَ ٱلْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ﴾ ''حواریوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں'' یعنی اے مسلمانو! تم بھی حواریوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ۔

(8) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اعلان کے بعد جانثاروں نے کہا: ہم حاضر ہیں، ہم آپ کی دعوت کے حامی ہیں اور آپ کے معین و مددگار ہیں آخر کار سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں مبلغ بنا کر اسرائیلیوں میں شام کے شہروں میں بھیج دیا اور یونانیوں میں بھی۔ (سراج المنیر:2060/2)

(9) رسول اللہ ﷺ حج کے زمانے میں فرماتے تھے کوئی اللہ کا بندہ جو مجھے پناہ دے تا کہ میں اپنے رب کی رسالت پہنچا سکوں قریش نے مجھے رب کا پیغام پہنچانے سے روک دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اوس اور خزرج کو اٹھایا۔ انہوں نے جانثاری کا وعدہ کیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ ﷺ کی مدد کی اور آپ سے اقرار کیا کہ اب آپ کو کوئی ٹیڑھی نگاہ سے دیکھ نہیں سکتا، ہم آپ کی ہر قیمت پر حفاظت کریں گے۔ پھر جب آپ ﷺ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو انہوں نے مہاجروں کی آؤ بھگت کی کہ دنیا میں آج تک نہ اس کا نمونہ ملا ہے اور نہ ملے گا۔ انصار نے مہاجروں پر اپنی جانیں چھڑک دیں: اپنی ضرورتیں بند کر کے ان کی ضرورتیں پوری کیں اور خود محنت و مشقت کی اور پیداوار میں سے آدھا حصہ انہیں بانٹ دیا۔ غرض یہ کہ اپنا وعدہ پورا کیا اور جو کہا اسے کر کے دکھایا اسی لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کا نام انصار رکھا، رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ (مختصر ابن کثیر:2000/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا مددگار بننے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے مددگار بننے سے مراد ہے: (1) اس کے دین کے غلبے کی کوششوں میں اپنا حصہ ڈالنا۔

(2) دین کے غلبے کے لیے آغاز میں جو علمی کوششیں کی جاتی ہیں اس میں مالی اور جانی خدمات پیش کرنا۔

(3) دین کے غلبے کے لیے قرآنِ مجید کا علم حاصل کر کے اسے دوسروں تک پہنچانا۔

(4) دین کی دعوت و تبلیغ کے کاموں میں معاون اور مددگار بننا۔

(5) دین کے غلبے کے لیے، جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اپنی جانوں اور مالوں کو پیش کرنا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا مددگار بننے کے لیے انسان کو کیا کرنا پڑتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا مددگار بننے کے لیے انسان کو اس مدد کی حقیقت اور ضرورت کو سمجھنا پڑتا ہے۔

(2) مددگار بننے کا ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ (3) مددگار بننے کے لیے وقت لگانا پڑتا ہے۔ (4) مددگار بننے کے لیے مال لگانا پڑتا ہے۔

(5) مددگار بننے کے لیے دوسروں کو بھی مددگار بنانا پڑتا ہے۔ (6) مددگار بننے کے لیے لوگوں کو ایک مرکز کے گرد اکٹھا کرنا پڑتا ہے۔

(7) مددگار بننے کے لیے حواریوں کی طرح آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مدد کے لیے خود کو پیش کرنا پڑتا ہے۔

(8) مددگار بننے کے لیے اپنا آپ حوالے کرنا پڑتا ہے۔ یہ کہنا پڑتا ہے: ﴿نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ﴾ ''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔''

(9) مددگار بننے کے لیے ہر دم پیش پیش رہنا پڑتا ہے۔

سوال 4: دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مددگار بنانے کے لیے کیسے دعوت دینی چاہیے؟

جواب: دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مددگار بنانے کے لیے ویسے ہی دعوت دینی چاہیے جیسے سیدہ مریم علیہا السلام کے بیٹے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا تھا کہ کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرا مددگار ہے۔

سوال 5: ﴿فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡۢ بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَ كَفَرَتۡ طَّآئِفَةٌ﴾ ''چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡۢ بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَ كَفَرَتۡ طَّآئِفَةٌ﴾ ''چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا'' جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور چند حواریوں نے جگہ جگہ اس پیغام کی تبلیغ کی تو بنی اسرائیل کے ایک فرقے نے ہدایت قبول کی اور ایک فرقہ گمراہ یعنی انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا اور آپ کی والدہ پر الزام لگائے اور وہ یہودی تھے۔

(2) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں نے غلو کیا انہیں مقام نبوت سے اٹھا کر مقام الوہیت تک پہنچا دیا اور کئی فرقوں میں بٹ گئے۔

سوال 6: ﴿فَاَيَّدۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰى عَدُوِّهِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰهِرِيۡنَ﴾ ''پھر ہم نے اُن کے دشمن کے مقابلے میں ان

لوگوں کی مدد کی جو ایمان لائے تو وہی غالب آ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ﴾ ''پھر ہم نے اُن کے دشمن کے مقابلے میں ان لوگوں کی مدد کی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دشمن کے مقابلے میں مدد دی انہیں قوت عطا کی، ان کی نصرت کی انہیں فتح عطا کی۔

(2)﴿فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ﴾ ''جو ایمان لائے تو وہی غالب آ گئے'' زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ دلیل و برہان سے غالب آ گئے۔ (روح المعانی:135/15) (3) لہٰذا اے امت محمد! تم بھی اللہ تعالیٰ کے مددگار، اس کے دین کی دعوت دینے والے بن جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا جس طرح اس نے پہلے لوگوں کی مدد کی تھی اور تمہیں تمہارے دشمن پر غالب کرے گا۔ (تفسیر سعدی:2767,2766/3)

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں کیسے مدد کی؟

جواب: ایمان والوں کی مدد محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کر کے کی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حق کی دعوت دی تو سچے مومنین صحیح ایمان لے آئے۔

سوال 8: اس غلبے کا آخری ظہور کب ہو گا؟

جواب: اس غلبے کا آخری ظہور قرب قیامت کے دور میں ہو گا جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

سوال 9: آج دین کا غلبہ کس سطح پر جینے سے ممکن ہو سکتا ہے؟

جواب: آج بھی دین کا غلبہ مہاجر کی سطح پر رہ کر ممکن ہو سکتا ہے یا انصار کی سطح پر رہ کر۔

## اٰیاتھا ١١ | ٦٢ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ١١٠ | رکوعاتھا ٢

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے دو رکوع اور گیارہ آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 62 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 110 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ الٓمٓ تنزیل اور سورۃ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر پڑھا کرتے تھے اور نبی ﷺ جمعہ کی نماز میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم:2031)

## رکوع نمبر 11

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾

''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، جو بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(1)

سوال 1: ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، جو بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر رہی ہے، آیت کی روشنی میں کوضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' یعنی آسمانوں اور زمین کی وہ ساری مخلوقات جو زبان سے بات کرتی ہیں یا بے زبان ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔

(2) ساری کائنات، جمادات، نباتات، حیوانات اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۗ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:44)

(3) ﴿الْمَلِكِ﴾ ''جو بادشاہ ہے'' اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک ہے اور بادشاہ ہے۔ اس کی بادشاہت سارے جہانوں میں ہے اس کی ساری مخلوق اس کی تدبیر کے تحت ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ کا حکم ساری کائنات پر چل رہا ہے کائنات کی ہر شے میں اس کا تسلط، اسی کا غلبہ اسی کا تصرف ہے۔

(5) ﴿الْقُدُّوْسِ﴾ ''بہت پاک ہے'' وہ تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔ وہ عظمت والا کمال خوبیوں کا مالک ہے۔

(6) ﴿الْعَزِيْزِ﴾ ''سب پر غالب'' وہ تمام بادشاہوں پر غالب ہے۔

(7) وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں سخت ہے۔ (جامع البیان:98/28)

(8) ﴿الْحَكِيْمِ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' مخلوق کے بارے میں اپنی تدبیر میں وہ حکمت والا ہے۔

(9) وہ اپنی تخلیق اور اپنے امر میں اور اپنے تصرف میں حکمت والا ہے۔

(10) وہ اپنی مخلوق کے مصالح کو خوب جانتا ہے اپنی مخلوق کے بارے میں اس کی تدابیر حکمت والی ہیں۔

(11) یہ عظیم صفات اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتی ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ اس کی صفات الملک، القدوس، العزیز اور الحکیم کا کیا تعلق ہے؟

جواب: سورۃ الجمعہ کی پہلی آیت میں تسبیح کے حکم کی گہری مناسبت اللہ تعالیٰ کی صفات اور جمعہ کے دن کی اہمیت سے ہے۔ اس دن سارے کاموں سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور جمعہ کے دن اپنی تجارت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف آنا چاہیے۔

(1) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت الملک سے یہ واضح کیا ہے کہ دنیا کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور دنیا کا مال اسی کے اختیار میں ہے۔ وہی بادشاہ ہے۔ لوگ اس کو چھوڑ کر دنیا کے مال کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ القدوس ہے۔ وہ پاک ہے اور ساری کائنات اس کی پاکی بیان کر رہی ہے اور یہ لوگ اس کی پاکیزگی کو چھوڑ کر کھیل تماشوں اور تجارت کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ العزیز ہے۔ وہ غالب ہے، سب لوگوں سے حساب کتاب لینے والا ہے اور یہ غالب کو چھوڑ کر مغلوب ہونے والی دنیا کے کھیل تماشوں کی طرف بھاگ رہے ہیں جو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے۔ اس نے ناخواندہ قوم سے رسول اٹھایا جو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور جمعہ کے خطبے کا مقصد بھی کتاب وحکمت کی تعلیم ہے اور یہ حکمت بھری کتاب کو چھوڑ کر حقیر دنیا کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یوں اپنی صفات سے اپنی پاکیزگی کا اور جمعہ کے دن کی اہمیت کا شعور دلایا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

”وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا جو اُنہیں اُس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں تھے“ (2)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ”وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا جو اُنہیں اُس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں تھے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا''
امیوں سے مراد وہ عرب ہیں جن کے بارے میں رسالت آئی نہ کوئی آسمانی کتاب آئی۔

(2)﴿الْاُمِّيّٖنَ﴾ سے مراد بعض لوگوں کے نزدیک قیامت تک کے تمام لوگ ہیں خواہ وہ کسی ملک سے تعلق رکھتے ہوں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت سب کے لیے ہے۔

(3)اللہ رب العزت نے امیوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان میں سے رسول مبعوث فرمایا یعنی محمد ﷺ جو عربی قریشی اور ہاشمی تھے۔جن کے اوصاف،ان کی صداقت اور امانت کو وہ خوب جانتے تھے۔

(4)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم ناخواندہ لوگ ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب۔(بخاری:1913)

(5)﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ﴾ ''جو انہیں اُس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے''یعنی وہ ان پر قرآن کی آیات کی تلاوت کرتے تھے جس میں ان کے لیے ہدایت راہ نمائی اور دونوں جہان کی بھلائی تھی۔

(6)وہ آیات تلاوت کرتے تھے جو ان کے ایمان میں اضافے اور ان کے یقین کی موجب تھیں۔

(7)آیات کی تلاوت کرنے والے رسول محمد ﷺ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ ''اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے۔''(العنکبوت:48)

(8)﴿وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ ''اور انہیں پاک کرتا ہے''یعنی وہ انہیں شرک کی گندگی اور جاہلی اخلاق سے پاک کرتے تھے۔وہ لوگ درختوں، پتھروں اور بتوں کی پرستش کرتے تھے۔درندوں جیسے اخلاق رکھتے تھے۔ان کا طاقت ور کمزور کو کھا جاتا تھا۔

(9)رسول اللہ ﷺ انہیں اخلاق حسنہ کی تعلیم دے کر،ترغیب دلا کر انہیں برے اخلاق سے پاک کرتے تھے۔

(10)آپ ﷺ کے تزکیہ کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے،ان کے اقوال،افعال عاجزی اختیار کرنے والے بن جاتے تھے۔

(11)﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''اور اُن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے''رسول اللہ ﷺ انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے تھے جس میں اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی اور اس کی شریعت ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے۔(جامع البیان:99/28)

(12)﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں تھے''یعنی رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے وہ شرک اور جاہلیت کی گمراہی میں تھے۔

(13)تعلیم وتزکیہ کے بعد وہ ساری مخلوق سے بڑھ کر علم رکھنے والے اور دین کے امام بن گئے۔وہ سیدھے راستے پر چلے اور انہوں نے

دوسروں کو بھی اس پر چلایا وہ ہدایت پانے والوں اور متقیوں کے امام بن گئے اللہ رب العزت نے محمد ﷺ کو ان میں مبعوث فرما کر عظیم نعمت سے نوازا۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے کھلی گمراہی کو دور کرنے کے لیے کیا کام کیے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی۔ (2) رسول اللہ ﷺ نے قرآنِ حکیم کی تعلیم دی۔ (3) رسول اللہ ﷺ نے حکمت کی تعلیم دی۔ (4) رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کے نفسوں کا تزکیہ کیا۔

﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اور اُن میں سے دوسروں کے لیے بھی جو ابھی اُن سے نہیں ملے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(3)

سوال 1: ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور اُن میں سے دوسروں کے لیے بھی جو ابھی اُن سے نہیں ملے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ ''اور اُن میں سے دوسروں کے لیے بھی جو ابھی اُن سے نہیں ملے'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورہ الجمعہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ ''اور اُن میں سے دوسروں کے لیے بھی جو ابھی اُن سے نہیں ملے'' (نبی ﷺ ہادی اور معلم ہیں) بیان کیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! دوسرے لوگ کون ہیں؟ نبی ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا آخر یہی سوال تین مرتبہ کیا، مجلس میں سلمان فارسی موجود تھے نبی ﷺ نے ان پر ہاتھ رکھ دیا اگر ایمان ثریا پر ہوگا تب بھی ان لوگوں (یعنی فارس والوں) میں سے اس تک پہنچ جائیں گے یا یوں فرمایا کہ ایک آدمی ان لوگوں میں سے اس تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری: 4897)

(2) اس سے پتہ لگتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت عام ہے۔ آپ ﷺ تمام دنیا کے رسول ہیں کیونکہ آپ نے ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ﴾ کی تفسیر فارس سے کی ہے اسی لیے آپ ﷺ نے جب فارس اور روم وغیرہ کو خطوط لکھے تو ان میں توحید کی دعوت اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی ترغیب تھی۔ (3) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس آیت میں عجمی لوگ بھی شامل ہیں۔ (تفسیر طبری: 100/28)

(4) ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور کمال حکمت رکھنے والا ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو بے مقصد پیدا نہیں کیا انہیں زندگی کا مطلب سمجھانے اور اپنی فطرت کے مطابق زندگی گزارنا سکھانے کے آداب سکھانے کے لیے رسول مبعوث فرمائے اللہ تعالیٰ شریعت وتقدیر میں عزت اور حکمت والا ہے۔

سوال 2: ﴿اٰخَرِيْنَ﴾ سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب:(1)اس سے مراد بعد والے عرب ہیں۔(2)اس سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو ان سے پہلے آئے جو ابھی ان سے نہیں ملے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سے جو ابھی ایمان نہیں لائے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ غلبہ رکھتا ہے۔وہ ان لوگوں کو ملا دے گا جو ایمان لائے۔(2)اللہ تعالیٰ الحکیم ہے۔وہ جانتا ہے کہ کس کو کیا مقام دینا ہے؟کس کے درجات بلند کرنے ہیں؟

﴿ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اسے جس کو چاہتا ہے اس کو دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے''(4)

سوال1:﴿ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اسے جس کو چاہتا ہے اس کو دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اسے جس کو چاہتا ہے اس کو دیتا ہے''یعنی رب العزت نے نبی ﷺ کو جو نبوت عطا کی وہ عظیم ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے یہ فضل عطا کرتا ہے۔

(2)﴿وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے''(i)اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کرنے سے بڑے فضل کا شعور دلایا ہے۔(ii)اللہ تعالیٰ نے درجات کی بلندی سے بڑے فضل کا شعور دلایا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد نبوت۔(2)اس سے مراد رسالت پر ایمان لانے کی توفیق ملنا ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِيۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىةَ ثُمَّ لَمۡ يَحۡمِلُوۡهَا كَمَثَلِ الۡحِمَارِ يَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ بِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾

''ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے اسے نہیں اُٹھایا گدھے کی مثال کی طرح ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے،اُن لوگوں کی بہت بُری مثال ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''(5)

سوال:﴿مَثَلُ الَّذِيۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىةَ ثُمَّ لَمۡ يَحۡمِلُوۡهَا كَمَثَلِ الۡحِمَارِ يَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ بِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے اسے نہیں اُٹھایا گدھے کی مثال کی طرح ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے،اُن لوگوں کی بہت بُری مثال ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی

آیات کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا‘‘ اس آیت میں یہودیوں کی جو مذمت کی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟
جواب: (1)﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ﴾ ’’ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا‘‘ یعنی یہود و نصاریٰ پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی تھی کہ وہ تورات کی تعلیم حاصل کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

(2)﴿ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا﴾ ’’پھر انہوں نے اسے نہیں اُٹھایا‘‘ یہودیوں نے اس ذمہ داری کو نہ اٹھایا اور نہ پورا کیا۔

(3) یہودیوں کی مذمت کی گئی کہ یہودیوں نے تورات پر عمل نہیں کیا۔ انہوں نے محمد ﷺ کو جھٹلایا جب کہ انہیں ایمان، اتباع اور ان کی تصدیق کا حکم دیا گیا تھا۔

(4)﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾ ’’گدھے کی مثال کی طرح ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے‘‘ وزن اٹھانے میں ان کی مثال گدھے کی سی ہے جنہوں نے علمی کتابوں کو اپنی پشت پر لاد رکھا ہے جس سے وہ نفع نہیں اٹھاتا اور نہ اسے سمجھتا ہے۔ کیا گدھے کو علمی کتابوں کے بوجھ سے نفع ہوسکتا ہے اسی طرح یہودیوں کو تورات دی گئی جس میں محمد ﷺ کا بیان ہے۔ وہ ان پر ایمان نہیں لاتے، نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں نہ ان کا ساتھ دیتے ہیں یہ لوگ گدھے سے بھی گئے گزرے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے، اُن کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور اُن کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔‘‘ (الاعراف:179)

(5)﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ’’اُن لوگوں کی بہت بُری مثال ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا‘‘ یعنی یہ مثال بری ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔ وہ آیات جو محمد ﷺ کی صداقت اور قرآن کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔

(6)﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا‘‘ یعنی جب تک ظلم ان کا وصف اور عناد ان کی صفت ہے، تب تک اللہ تعالیٰ ان کی ان کے مصالح کی طرف راہ نمائی نہیں کرے گا۔ یہود کا ظلم اور عناد یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ باطل پر ہیں مگر وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور تمام لوگوں میں سے صرف وہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ (تفسیر سعدی:2770,2769/3)

سوال 2: اَسْفَارًا سے کیا مراد ہے؟
جواب: (1) اَسْفَارًا سے مراد بڑی کتاب ہے۔

(2) کتاب کو پڑھتے ہوئے اس کے معنی میں سفر کیا جاتا ہے اس لیے کتاب کو سفر کہا جاتا ہے۔

سوال3: بےعمل یہودیوں کے لیے کیا مثال بیان کی گئی ہے؟

جواب: (1) ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بہت سی کتابیں لاد دی گئی ہوں۔

(2) جیسے گدھے کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی کمر پر لادی ہوئی کتابوں میں کیا ہے، ایسے ہی بےعمل یہودی ہیں جو تورات کو اٹھائے پھرتے ہیں۔ وہ اسے پڑھنے اور یاد رکھنے کے وعدے کرتے ہیں لیکن نہ اسے سمجھتے ہیں نہ اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔

(3) یہودی تورات میں تحریف اور تبدیلی کرتے ہیں اس لیے یہ گدھے سے بدتر ہیں کیونکہ گدھے کے اندر تو وہ شعور نہیں ہوتا لیکن یہ فہم و شعور رکھنے کے باوجود اس سے کام نہیں لیتے۔ (4) بےعمل یہودیوں کی مثال بہت بری ہے۔

سوال4: مسلمانوں کا قرآنِ مجید کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟

جواب: (1) مسلمانوں کا قرآنِ مجید کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ عام افراد تو پڑھنے کی ذمہ داری سے بھی گئے، سمجھنا اور عمل کرنا تو دور کی بات ہے۔ (2) علماء اس کتاب کو پڑھتے اور یاد کرتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ (3) مسلمان کتاب کی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرتے۔

سوال5: ''اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا'' یہاں ظالموں کا ظلم کیا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ظالموں کا ظلم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔

(2) کتاب کا یا تو علم حاصل نہیں کرتے اور اگر علم حاصل کرتے ہیں تو نہ سمجھتے ہیں، نہ اس کو سچی روح کے ساتھ آگے پہنچاتے ہیں، نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔

سوال6: ''اللہ تعالیٰ آیات کو جھٹلانے والوں کو ہدایت نہیں دیتا'' اس کی وضاحت کریں۔

جواب: (1) یہاں آیات کو جھٹلانے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو آیات کو اٹھائے پھرتے ہیں لیکن اس کی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے۔

(2) آیات کو جھٹلانے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن نہ اسے پڑھنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، نہ سمجھنا، نہ عمل کرنا، نہ دوسروں تک اسے پہنچانا۔

(3) اللہ تعالیٰ آیات کو ان جھٹلانے والوں کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے جن کا عمل ان کے زبانی دعوے کا ساتھ نہ دیتا ہو۔

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیجیے اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو! اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ یقیناً تم دوسرے لوگوں کے ماسوا

اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم واقعی سچے ہو'' (6)

سوال1: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ ''آپ کہہ دیجئے اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو! اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ یقیناً تم دوسرے لوگوں کے ماسوا اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم واقعی سچے ہو'' یہودیوں کو مباہلے کی دعوت دی گئی کہ مباہلہ کرلو کہ اللہ پاک جھوٹوں کو اکارت کرے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا﴾ ''آپ کہہ دیجئے اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو'' یعنی اے لوگو! جو یہودی بن گئے ہو۔ (ایسر التفاسیر:1628)

(2)﴿إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ﴾ ''اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ یقیناً تم دوسرے لوگوں کے ماسوا اللہ تعالیٰ کے دوست ہو'' یعنی اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہو اور جنت خاص تمہارے لیے ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۚ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم ۖ بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾ ''اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، آپ کہہ دیں پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم بھی انسان ہو ان میں سے جو اس نے پیدا کیے، وہ (اللہ) جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور ان کے درمیان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (المائدہ:18)

(3)﴿وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو، یہ اُن کی تمنائیں ہیں، آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (البقرہ:111)

(4)﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ ''تو موت کی تمنا کرو اگر تم واقعی سچے ہو'' یعنی اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دو اور آخرت کا آغاز موت سے ہوتا ہے لہٰذا اس کی تمنا کرو۔

سوال2: موت کی تمنا کون کرسکتا ہے؟

جواب: موت کی تمنا وہی کرسکتا ہے جس کو یہ معلوم ہو کہ مرنے کے بعد اس کے لیے جنت ہے۔ اس علم کے بعد تو ایسا شخص جلد جنت میں پہنچنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔

سوال3: اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک دعوتِ مباہلہ ہے ۔یعنی اس میں یہودیوں سے کہا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی دوستی میں سچے ہو تو مسلمانوں کے ساتھ مباہلہ کر لو۔ مسلمان اور یہودی دونوں مل کر یہ دُعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ اسے موت عطا فرمائے۔

﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے''(7)

سوال:﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾''اور وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾''اور وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا''یعنی دنیا میں جو انہوں نے برائیاں کمائیں اور جو گناہ کے کام کیے اس کی وجہ سے وہ موت کی تمنا نہیں کریں گے۔

(2) موت کی تمنا تو وہ کرے جس کے پاس نیک اعمال کا ذخیرہ ہو اسی وجہ سے فرمایا وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے رب العزت نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۹۴) وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (۹۵) وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (۹۶)﴾

''کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں کے ماسوا خاص تمہارے ہی لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ اور وہ ہرگز اس کی تمنا کبھی نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ اور آپ انہیں لوگوں میں سب سے زیادہ زندگی پر حریص پاؤ گے اور ان لوگوں سے بھی جنھوں نے شرک کیا۔ ان کا ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کی عمر دے دی جائے حالانکہ وہ اُسے عذاب سے بچانے والی نہیں یہ کہ اسے لمبی عمر دی جائے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔'' (البقرۃ:94-96)

(3) موت سے بھاگنا ان کو موت سے نہیں بچا سکے گا۔ اور موت کو اللہ رب العزت نے بندوں پر لکھ دیا ہے۔

(4) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس وقت ان میں کوئی موت کی تمنا کرتا تو اسی وقت مر جاتا۔ (روح المعانی)

(5)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا ہے لہٰذا ممکن نہیں کہ کسی کا ظلم اللہ تعالیٰ سے چھپ جائے۔

(6) اللہ تعالیٰ یہود کے دل کے حال کو جانتا ہے کہ وہ موت سے محبت نہیں رکھتے۔ ان کے اعمال کو بھی جانتا ہے کہ وہ بے عمل نافرمانیاں کرنے والے ہیں۔ (7) اللہ تعالیٰ نے حق سے ہٹے ہوئے طرزِ عمل کو ظلم قرار دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ظلم کرنے والوں کو میں جانتا ہوں۔

﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

”آپ کہہ دیں بلاشبہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو تو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے“ (8)

سوال: ﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ”آپ کہہ دیں بلاشبہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو تو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے“ یعنی موت سے کترا کر دیکھ لو آ کر رہے گی، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ﴾ ”آپ کہہ دیں بلاشبہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو تو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے“ یعنی موت سے تم بھاگتے ہو نفرت کرتے ہو وہ تمہیں آ کر رہے گی رب العزت نے فرمایا: ﴿اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا﴾ ”تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پہنچ ہی جائے گی اور اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمھاری طرف سے ہے۔ آپ کہہ دیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں۔“ (النساء:78)

(2) معجم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسی ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو وہ اس خوف سے کہ کہیں مجھ سے مانگ نہ بیٹھے، بھاگے، بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اپنی بھٹ میں گھس جائے جہاں گھسی اور جب زمین نے پھر اس سے تقاضا کیا کہ لومڑی میرا قرض ادا کر وہ پھر وہاں سے دم دبائے ہوئے تیزی سے بھاگی آخر یونہی بھاگتے بھاگتے ہلاک ہو گئی۔ (ابن کثیر:354)

(3) ﴿ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ”پھر تم اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے“ یعنی

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو تمہارے کھلے چھپے کو خوب جانتا ہے۔
(4)﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اچھے برے اعمال کے بارے میں آگاہ کرے گا۔

## رکوع نمبر 12

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' (9)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو مان لیا ہے، ان کی تصدیق کی ہے۔
(2)﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ ''جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے'' یعنی جب جمعہ کے لیے اذان دی جائے اذان سے مراد امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد دی جانے والی اذان ہے۔
(3)﴿فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو'' یعنی نماز کے لیے جلدی کرو۔ اس سے مراد کاموں میں جلدی کرنا ہے چلنے میں نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تکبیر سن لو تو نماز کے لیے پورے سکون سے چل کر آؤ بھاگ کر نہ آؤ، جو نماز پالو اسے ادا کرلو، جو رہ جائے اسے پوری کرلو۔'' (بخاری:908، مسلم)
(4) یہاں سعی سے مراد اہتمام کرنا اور نماز جمعہ کو سب سے اہم کام سمجھنا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ اپنے منبر کی لکڑیوں پر فرمار ہے تھے کہ ''لوگ جمعہ چھوڑ دینے سے باز آئیں نہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا اور وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ (مسلم:2002)
اس سے دوڑنا مراد نہیں ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا﴾ ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے

لیےاس کے لائق کوشش کی۔'' (بنی اسرائیل:19)

(5)﴿وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ ''اور خرید وفروخت چھوڑ دو'' یعنی جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو تجارت اور خرید وفروخت چھوڑ کر نماز کے لیے چل پڑو خرید وفروخت چھوڑنے کا حکم جمعہ کی مدت تک کے لیے ہے۔

(6)﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے'' جمعہ کے دن نماز کی ادائیگی سب سے افضل کام ہے اس وقت خرید وفروخت میں مشغول ہونے سے فرض نماز ادا کرنا بہتر ہے۔

(7)﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو'' یعنی اگر تم علم رکھتے ہو تو اس حقیقت کو ضرور جانتے ہو گے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے اور جو تمہارے پاس ہے اس سے بہتر ہے۔ جو دین کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے وہ حقیقی فلاح پاتا ہے اور جو دنیا کو ترجیح دیتا ہے وہ اپنے آپ کو خسارے میں ڈالتا ہے۔

سوال 2: جمعہ کے دن کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان دنوں میں سے بہتر دن، جن میں سورج نکلتا ہے، جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے۔ اور قیامت بھی اسی جمعہ کے دن قائم ہو گی۔ (مسلم:1977)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم سب سے پیچھے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے ہو جانے والے ہیں۔ اور ہم جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ مگر البتہ اتنی بات ہے کہ ان لوگوں کو کتاب ہم سے پہلے ملی ہے اور ہمیں ان کے بعد ملی۔ اور انہوں نے سچی بات میں اختلاف کیا سو یہ جمعہ کا دن وہی ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی پھر یہ جمعہ کا دن تو ہمارے لئے اور دوسرا دن یہود کا (یعنی ہفتہ) اور تیسرا دن نصاریٰ کا (یعنی اتوار۔ جو انہوں نے اپنے لئے مقرر کئے)۔ (بخاری:876، مسلم:1978)

(3) سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ممکن ہو صفائی اور طہارت کا اہتمام کرے، پھر تیل یا خوشبو لگائے، پھر چلے اور دو (آدمیوں) میں تفریق نہ کرے (یعنی دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ کھڑا ہو) اور جتنی نماز اس کی قسمت میں لکھی ہے پڑھے، پھر جب امام تشریف لائے (اور خطبہ شروع کرے) تو خاموش رہے تو اس کے اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (بخاری:910)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن مثل غسل جنابت کے (خوب اچھی طرح) غسل کرے، اس کے بعد (نماز کے لیے) چلے تو گویا اس نے ایک اونٹ کا صدقہ کیا اور جو دوسری گھڑی میں چلے تو گویا اس نے ایک گائے صدقہ کی اور جو تیسری گھڑی میں چلے تو گویا اس نے ایک سینگوں والا مینڈھا صدقہ کیا اور جو چوتھی گھڑی میں چلے تو گویا اس نے ایک مرغی

صدقہ میں دی اور جو پانچویں گھڑی میں چلے تو اس نے گویا ایک انڈا صدقہ میں دیا پس جس وقت امام (خطبہ دینے) نکل آتا ہے تو فرشتے سننے کے لیے اندر آجاتے ہیں (اور ثواب کا سلسلہ موقوف ہوجاتا ہے) (بخاری:881)

سوال 3: نماز جمعہ کس پر واجب ہے؟

جواب: اہل ایمان پر جمعہ کی نماز فرض ہے۔اس میں شرکت کے لیے جلدی کرنا، اس کے لیے کوشش کرنا اور اہتمام کرنا واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کی نماز جماعت سے ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے سوائے چار لوگوں کے: غلام، عورت، نابالغ بچہ، اور بیمار کے۔''

سوال 4: جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفرخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: (1) جمعہ کی اذان کے بعد بیع حرام ہے۔

(2) اس میں اس چیز کی قطعی دلیل ہے کہ جمعہ کی اذان ہوجائے تو مسلمان کے لئے اپنے کاروبار میں لگے رہنا حرام ہے۔ (اشرف الحواشی:661/1)

(3) نماز جمعہ سے فارغ ہوکر کاروبار میں لگ جانے کی رخصت ہے۔

سوال 5: یومِ جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: (1) جمعہ کے دن کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ ہر چیز کی پیدائش سے بالکل فارغ ہو گئے۔ اس اعتبار سے گویا ساری مخلوقات کا اجتماع ہوگیا۔ (2) جمعہ کے دن کو اس لیے جمعہ کہتے ہیں کہ اس دن نماز کے لیے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے۔

سوال 6: خرید وفروخت چھوڑ دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد دنیا کے مشاغل اور مصروفیات ہیں۔ وہ جیسے بھی ہوں جمعہ کی اذان کے بعد انہیں چھوڑ دینا چاہیے۔

سوال 7: جمعہ کے دن کے کیا آداب ہیں؟

جواب: (1) جمعہ کے دن غسل کرنا، خوشبو لگانا اور عمدہ کپڑے پہننا مستحب ہے۔ (2) نمازِ جمعہ کے لیے اذان ہوتے ہی دنیاوی مصروفیات ترک کردینا۔ (3) نماز جمعہ کے لیے جانا۔ (4) خطبہ جمعہ توجہ اور خاموشی سے سننا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجمعہ) (5) سورۂ کہف پڑھنا۔ (نسائی)

(6) رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا۔ (ابن ماجہ)

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ'' (10)

سوال: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ'' وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ﴾ 'پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ''۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے جس کا جی چاہے بیٹھے اور جس کا جی چاہے نکل جائے۔ (جامع البیان:107/28)

(2) ﴿وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کرو'' یعنی کوشش اور طلب سے رزق طلب کرو۔ (ایسر التفاسیر:1630)

(3) اس سے مراد ہے کہ تجارت کے کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ یعنی جمعہ کے پورے دن تجارت کا سلسلہ ختم کرنے کی ضرورت نہیں فقط نماز کے وقت کی ضرورت ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جمعہ کے پورے دن کی چھٹی ضروری نہیں۔

(4) سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی سیدنا داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھوں سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔'' (صحیح بخاری:2072)

(5) سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی بھی اگر (ضرورت مند ہو تو) اپنی رسی لے کر آئے اور لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر رکھ کر لائے۔ اور اسے بیچے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو محفوظ رکھ لے تو یہ اس سے اچھا ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے، اسے وہ دیں یا نہ دیں۔ (صحیح بخاری:1471)

(6) سیدنا عراک بن مالک رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے: یعنی اے اللہ میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھا، اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے۔ (تفسیر قرطبی:82/9)

(7) ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو'' چونکہ تجارت اور کاموں میں مشغول ہونے سے انسان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی کثرت کا حکم دیا ہے۔ تا کہ اس کے ذریعے سے تلافی ہو جائے۔ (تفسیر سعدی:2771/3)

(8) ﴿لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''تا کہ تم فلاح پاؤ'' یعنی تم آگ سے نجات پاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(9) ذکر الٰہی کی کثرت کامیابی کا سب سے بڑا سبب ہے۔

سوال 2: نمازِ جمعہ کے بعد کیا کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: (1) نمازِ جمعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ (2) اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

سوال 3: جمعہ کی نماز کے بعد ذکر کرنے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نماز کے بعد بھی ذکر ضروری ہے اور ذکر کرنا چاہیے۔

﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

''اور جب وہ کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اُس کی طرف چلے جاتے ہیں اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں، کہہ دیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کھیل تماشے سے اور تجارت سے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب رزق دینے والوں سے بہترین ہے'' (11)

سوال 1: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ ''اور جب وہ کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اُس کی طرف چلے جاتے ہیں اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں، کہہ دیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کھیل تماشے سے اور تجارت سے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب رزق دینے والوں سے بہترین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ باہر سے قافلہ آیا تو نمازی اس کی طرف چلے گئے اور آپ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الجمعہ)

(2) ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ ''اور جب وہ کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اُس کی طرف چلے جاتے ہیں اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں'' یعنی جب کوئی وہ سودا دیکھتے یا تجارت ہوتی دیکھتے تو اس کی حرص میں مسجد سے نکل جاتے یا کوئی لہو ولعب دیکھتے تو بھلائی کو چھوڑ کر مسجد سے نکل جاتے۔

(3) ﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ ''اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں'' یعنی تجارت اور لہو ولعب کے پیچھے نبی ﷺ کو کھڑا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تھوڑے سے صحابہ نبی ﷺ کے پاس باقی رہ گئے تھے۔

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ تجارتی قافلہ مدینہ آیا۔ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ گئے صرف بارہ آدمی رہ گئے اس پر یہ آیت اتری۔ (بخاری، مسلم)

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تم بھی اس قافلے کی طرف روانہ ہو جاتے اور میرے پاس ایک بھی نہ رہتا تو یہ وادی آگ سے بھڑک اٹھتی تب یہ آیت اتری باقی رہنے والوں میں سے سیدنا صدیق اور سیدنا فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

(6) ﴿قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ﴾ ''کہہ دیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کھیل تماشے سے اور تجارت سے بہت بہتر ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس اس شخص کے لئے، جو بھلائی کا التزام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت پر اپنے نفس کو صبر کا خوگر بناتا ہے،

جو اجر وثواب ہے وہ لہو ولعب اور اس تجارت سے بہتر ہے جس سے اگرچہ بعض مقاصد حاصل ہوتے ہیں تاہم وہ بہت قلیل، ختم ہونے والے رزق اور آخرت کی بھلائی کو فوت کر دینے والے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر رزق کو فوت نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، چنانچہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:2772,2771/3) (7) اس سے مراد یہ ہے کہ نیک اعمال کا جو بدلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے۔

(8) رب العزت نے فرمایا: آپ ﷺ کہہ دیں کہ آخرت میں تمہارے رب کے پاس جو ثواب ہے وہ تمہارے تماشوں اور تجارتی مال سے بہتر ہے۔

(9) ﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب رزق دینے والوں سے بہترین ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اپنی روزی کے لیے کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے۔

(10) لہٰذا وہی یہ حق رکھتا ہے کہ اس سے رزق کی امید رکھی جائے، رزق طلب کیا جائے۔

سوال 2: اس آیت کریمہ سے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب: (1) اہل ایمان پر جمعہ کی نماز فرض ہے، اس میں شرکت کے لیے جلدی کرنا، اس کے لیے کوشش کرنا اور اس کا اہتمام کرنا واجب ہے۔ (2) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن دو خطبے فرض ہیں اور ان میں حاضر ہونا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر کی تفسیر دو خطبوں سے کی ہے اور اس کی طرف کوشش کے ساتھ جانے کا حکم دیا ہے۔

(3) اس سورہ مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفروخت ممنوع اور حرام ہے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے تاکہ واجب سے غافل ہو کر خرید وفروخت میں مشغول ہونے سے واجب فوت نہ ہو جائے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ کام جو اصل میں مباح ہو مگر جب اس سے کسی واجب کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس حال میں یہ کام جائز نہیں ہے۔

(4) ان آیات کریمہ میں جمعہ کے دن دونوں خطبوں میں حاضر ہونے کا حکم ہے اور جو حاضر نہیں ہوتا اس کی مذمت مستفاد ہوتی ہے اور دونوں خطبوں میں خاموش رہنا اس کے لوازم میں شمار ہوتا ہے۔

(5) وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ نفس کے لہو ولعب، تجارت اور شہوات میں حاضر ہونے کے دواعی نفس کو وہ بھلائیاں یاد کرائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو اس کی خواہشات پر ترجیح دیتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:2772/3)

سوال 3: کھڑا چھوڑ دینے سے خطبۂ جمعہ کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خطبۂ جمعہ کھڑے ہو کر دینا سنت ہے۔ حدیث رسول ﷺ میں ہے: آپ ﷺ کے دو خطبے ہوتے تھے جن کے درمیان آپ ﷺ بیٹھتے تھے، قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ)

سوال4: رزق کے حصول کا بڑا سبب کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا۔ (2) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ (3) اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنا۔

ایاتھا ۱۱ | ۶۳ سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۴ | رکوعاتھا ۲

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس کے دو رکوع اور گیارہ آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 63 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 104 ہے۔

رکوع نمبر 13

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾

''جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بلاشبہ یقیناً آپ اُس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں'' (1)

سوال: ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بلاشبہ یقیناً آپ اُس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے اور یہاں اسلام نہایت کثرت سے پھیل گیا اور اسے غلبہ حاصل ہوا تو اہل مدینہ، یعنی بنو اوس اور خزرج میں سے کچھ لوگ اسلام ظاہر کرنے اور باطن میں کفر رکھنے لگے تاکہ ان کا جاہ باقی، ان کی جان محفوظ اور ان کا مال سلامت رہے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ایسے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن کے ذریعے سے وہ پہچانے جاتے ہیں تاکہ لوگ ان سے

بچیں اور لوگوں کو ان کے بارے میں بصیرت حاصل ہو۔(تفسیر سعدی:2773/3)

(2)﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا﴾''جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں'' یعنی عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھی جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو اپنی زبان سے جھوٹ کہتے ہیں۔

(3)﴿نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ﴾''ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں'' منافق جھوٹی گواہی دیتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی تائید کے لیے ان کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔

(4) یہ گواہی وہ نفاق اور خوف سے دیتے ہیں اور خالص دل سے نہیں کہتے۔

(5)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ﴾''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بلاشبہ یقیناً آپ اُس کے رسول ہیں'' یعنی اے محمد اللہ جل شانہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ اس کے سچے رسول ہیں کیونکہ اس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(6)﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں'' یعنی منافق اپنے قول میں جھوٹے ہیں کیونکہ وہ اپنے دل سے آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے وہ جھوٹا دعوی کرتے ہیں جس کی گواہی ان کا اپنا دل نہیں دیتا۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

(7) سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ (تبوک) میں تھا اور میں نے (منافقوں کے سردار) عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے سنا کہ جو لوگ (مہاجرین) رسول ﷺ کے پاس جمع ہیں ان پر خرچ کرو تاکہ وہ خود ہی رسول اللہ ﷺ سے جدا ہو جائیں۔ اس نے یہ بھی کہا اب اگر ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والوں کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا (سعد بن عبادہ انصاری) سے کیا یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا۔ (راوی کو شک تھا) انہوں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا۔ نبی ﷺ نے مجھے بلایا میں نے تمام باتیں آپ کو سنا دیں۔ نبی ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا۔ (انہوں نے قسم کھالی کہا کہ انہوں نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کہی تھی۔ اس پر نبی ﷺ نے مجھ کو جھوٹا سمجھا اور عبداللہ کو سچا سمجھا۔ مجھے اس کا اتنا صدمہ ہوا کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ پھر میں گھر میں بیٹھ رہا۔ میرے چچا نے کہا کہ میرا خیال نہیں تھا کہ نبی ﷺ تمہاری تکذیب کریں گے اور تم پر ناراض ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی۔ جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں اس کے بعد نبی ﷺ نے مجھے بلوایا اور اس سورت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ اے زید! اللہ تعالیٰ نے تم کو سچا کر دیا ہے۔ (بخاری:4900، مسلم:7024)

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا یقیناً بہت برا کام ہے جو وہ کرتے رہے ہیں'' (2)

سوال1:﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے اپنی قسموں کوڈھال بنا رکھا ہے چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا یقیناً بہت برا کام ہے جو وہ کرتے رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾ ''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے'' وہ اپنی جھوٹی قسموں کو اپنے لیے ڈھال بناتے ہیں۔آپ کی رسالت کے اقرار پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں کھوٹ اور نفاق ہے۔وہ جھوٹے ہیں۔

(2)﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سوتم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا'' (التوبۃ:96)

(3)﴿فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ موڑتے ہیں جس کے ساتھ اس نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اس شریعت سے منہ موڑتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے مقرر فرمایا۔ (جامع البیان:113/28)

(4)یعنی وہ لوگوں کو ایمان اور جہاد اور اطاعت کے اعمال سے روکتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ تشکیک میں مبتلا ہیں۔(فتح القدیر:5/282)

(5)یعنی انہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک رکھا ہے اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں جو ان کے بارے میں نہیں جانتے۔

(6)وہ اسلام لانے والوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرتے ہیں اور اس راستے پر چلنے کے لیے رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

(7)﴿اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''یقیناً بہت برا کام ہے جو وہ کرتے رہے ہیں'' یعنی دنیا میں اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر، جھوٹ اور نفاق جیسے برے اعمال کرتے ہیں۔(جامع البیان:113/28)

سوال2:قسموں کو ڈھال بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:قسموں کو ڈھال بنانے سے مراد قسموں کے ذریعے سے خود کو بچانا۔

سوال3:منافق اللہ تعالیٰ کی راہ سے کیسے روکتے تھے؟

جواب:منافق لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے قسموں کو ڈھال بنانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے پر کیا تبصرہ کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا برا ہے جو وہ کام کر رہے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾

''یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ ایمان لائے پھر اُنہوں نے کفر کیا تو اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے چنانچہ وہ کچھ نہیں سمجھتے'' (3)

سوال1:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ ایمان لائے پھر اُنہوں نے کفر کیا تو اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے چنانچہ وہ کچھ نہیں سمجھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی وہ چیز جس نے ان کے سامنے نفاق کو خوبصورت بنا دیا۔

(2)﴿بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا﴾ ''اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ ایمان لائے پھر اُنہوں نے کفر کیا'' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایمان پر مستقل مزاجی سے عمل نہیں کرتے۔

(3)﴿فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''تو اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے چنانچہ وہ کچھ نہیں سمجھتے'' نفاق کے دلوں میں رچ بس جانے اور ایمان سے ہٹ کر کفر کی طرف آنے اور ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کی طرف آنے کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے۔ ان سے بات سمجھنے کی صلاحیت چھن گئی۔

(4) پس وہ سمجھتے نہیں کہ کون سی چیز اُنہیں فائدہ دیتی ہے اور وہ یاد نہیں رکھتے کہ کیا چیز ان کے مصالح کے لئے فائدہ مند ہے؟ (تفسیر سعدی:2774/3)

(5) یعنی وہ ایمان کی صحت اور اس کی حقیقت کو سمجھ نہیں پاتے۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آ جاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔'' (ترمذی:3334)

سوال2: ایمان لا کر کافر ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایمان لا کر کافر ہونے سے مراد یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرنے کے باوجود دل کا انکار کرنا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ منافق صریح کافر ہیں۔

سوال3: منافقوں کو حق بات کیوں نہیں سمجھ آتی؟

جواب: منافق ایمان لا کر کفر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں اس وجہ سے اُن کو کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔

﴿وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

''اور جب آپ اُنہیں دیکھیں تو اُن کے جسم آپ کو اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو آپ اُن کی بات سنتے رہ جاؤ گے، گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں، وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، وہی اصل دشمن ہیں چنانچہ آپ اُن سے چوکنے رہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں

ہلاک کرے! کہاں سے وہ بہکائے جارہے ہیں'' (4)

سوال1:﴿وَاِذَا رَاَیۡتَہُمۡ تُعۡجِبُکَ اَجۡسَامُہُمۡ ؕ وَاِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِہِمۡ ؕ کَاَنَّہُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ﴾ ''اور جب آپ اُنہیں دیکھیں تو اُن کے جسم آپ کو اچھے لگیں گے'' اور اگر وہ بات کریں تو آپ اُن کی بات سنتے رہ جاؤ گے، گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا رَاَیۡتَہُمۡ تُعۡجِبُکَ اَجۡسَامُہُمۡ﴾ ''اور جب آپ اُنہیں دیکھیں تو اُن کے جسم آپ کو اچھے لگیں گے'' یعنی جب آپ منافقوں کے جمال اور ان کی تروتازگی کی وجہ سے ان کے جسموں کو دیکھتے ہیں۔

(2)﴿وَاِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِہِمۡ﴾ ''اور اگر وہ بات کریں تو آپ اُن کی بات سنتے رہ جاؤ گے'' یعنی اگر ان کو کلام کرتے ہوئے سنو تو آپ کو ان کا فصیح کلام سن کر لذت ملے گی مگر دل لبھانے والی باتوں کے پیچھے نہ اخلاق اچھے ہیں نہ دیگر اعمال۔

(3)﴿کَاَنَّہُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ﴾ ''گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں'' منافقوں کے لیے بہت ہی عمدہ تشبیہ ہے کہ وہ طویل القامت، حسن و جمال، کم فہمی اور قلت خیر کا مجموعہ ہیں گویا کہ وہ دیوار کے ساتھ سیدھی کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں جن سے نفع تو نہیں ملتا نقصان ضرور مل جاتا ہے۔

سوال2: منافقوں کی باتوں پر لوگ کیوں کان لگاتے ہیں؟

جواب:(1) منافقوں کی باتوں پر ان کی زبان کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے۔(2) اُن کی لچھے دار گفتگو کی وجہ سے۔

(3) ایسے موضوعات پر گفتگو کی وجہ سے جو لوگوں کو پسند آئیں لوگ ان کی باتوں پر کان لگاتے ہیں۔

سوال3: منافقوں کو کس اعتبار سے دیوار پر لگائی ہوئی لکڑیاں قرار دیا ہے؟

جواب:(1) دیوار پر لگائی ہوئی لکڑیاں اپنی خوب صورتی کے لحاظ سے دل کو بھلی لگتی ہیں ایسے ہی منافقوں کا حسن ہے جو اپیل کرتا ہے۔

(2) دیوار گیر تصویریں بسا اوقات مرعوب کر دیتی ہیں ایسے ہی منافق بھی درازی قد سے مرعوب کرتے ہیں۔

(3) دیواروں پر لگی ہوئی لکڑیاں کچھ سمجھ نہیں سکتیں ایسے ہی منافقوں کو کچھ سمجھ نہیں آتی ہے۔

(4) دیواروں پر لگی ہوئی لکڑیوں سے کسی کو کوئی بھلائی نہیں پہنچتی، ایسے ہی منافق بے فیض ہوتے ہیں۔ ان سے کسی کو کوئی بھلائی نہیں پہنچتی۔

سوال4: منافقوں کو دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں کیوں کہا گیا؟

جواب: منافق رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آکر دیوار سے لگی ہوئی لکڑیوں کی طرح ہی ہوجاتے تھے۔

سوال5:﴿یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَۃٍ عَلَیۡہِمۡ ؕ ہُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡہُمۡ ؕ قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ ۫ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ﴾ ''وہ ہر بلند آواز کو

اپنے خلاف سمجھتے ہیں، وہی اصل دشمن ہیں چنانچہ آپ اُن سے چوکنے رہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں ہلاک کرے! کہاں سے وہ بہکائے جارہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ﴾ ''وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں'' منافقوں کے خوف، بزدلی اور دلی کمزوری کی تصویر ہے جب کوئی انسان شکوک وشبہات میں مبتلا ہوتا تو وہ خوف کھاتا ہے۔ جب کسی کے دل میں چور ہوتا ہے تو وہ ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی میرے معاملے سے واقف نہ ہوجائے۔

(2) ﴿هُمُ الْعَدُوُّ﴾ ''وہی اصل دشمن ہیں'' یہ چالباز، چالاک دھوکے باز اور حقیقی دشمن ہیں۔ جب یہ آپ سے ملتے ہیں تو بظاہر یہ آپ کے ساتھ ہوتے ہیں مگر ان کے دل آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان کی نظریں جب تم پر پڑتی ہیں تو دراصل تمھارے دشمنوں کی نظریں ہوتی ہیں۔

(3) ﴿فَاحْذَرْهُمْ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے چوکنے رہیں'' حقیقی دشمن سے بچ جاؤ یہ تمھارے بارے میں گردش دوراں کا انتظار کررہے ہیں۔

(4) ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُنہیں ہلاک کرے!'' اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے جو قیامت کے دن تک ان سے جدا نہیں ہوگی۔

(5) ﴿اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''کہاں سے وہ بہکائے جارہے ہیں'' وہ کیسے حق سے اس کی روشنی سے پھر جاتے ہیں؟ حق کی روشنی قرآن کی روشنی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا اور محمد ﷺ اس کی تعلیم دیتے ہیں اور لوگوں کے دلوں اور زندگیوں کو پاک کرتے ہیں اور اس کے آثار مومنوں کے اخلاق اور ان کی آراء سے نظر آتے ہیں ان میں سے کوئی چیز منافقوں پر نظر نہیں آتی۔ ان کے دل اندھے ہیں اور نظریں چندھیائی ہوئی ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1633,1632)

(6) منافق دین اسلام کے دلائل واضح ہوجانے اور اس کے کارنامے نمایاں ہوجانے کے بعد بھی دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف مائل ہورہے ہیں جو انہیں خسارے اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں دیتا؟ (تفسیر سعدی: 2774/3)

سوال 6: منافق زور کی آواز سے کیوں ڈرتے ہیں؟

جواب: (1) منافقوں کے دل میں اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے خلاف کسی کاروائی کا آغاز تو نہیں ہوگیا۔

(2) منافق کا دل زور کی آواز سے ایسے ہی ڈرتا ہے جیسے چور کا دل ڈرتا ہے چور کو بھی پکڑے جانے کا ڈر ہوتا ہے اور منافق کو بھی۔

(3) منافق کا دل خائن کی طرح ڈرتا ہے جیسے خیانت کرنے والے کو ہر دم پکڑے جانے کا دھڑکا لگا رہتا ہے ایسے ہی منافق کو بھی اپنی خیانت کے پکڑے جانے کا ڈر رہتا ہے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں کیا نصیحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچو۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے منافقوں پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیسے کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ انہیں غارت کرے کہاں سے یہ پھیرے جاتے ہیں۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اور آپ اُنہیں دیکھیں گے کہ وہ رُک جاتے ہیں اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں'' (5)

سوال 1: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اور آپ اُنہیں دیکھیں گے کہ وہ رُک جاتے ہیں اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے'' جب منافقوں سے کہا جاتا ہے۔

(2) ﴿تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ﴾ ''آؤ! اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے'' یعنی جب مسلمان منافقوں سے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر دعائے مغفرت کروالو تاکہ تمھارے حالات درست ہوں اور تمھارے اعمال قبول ہوں۔

(3) ﴿لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ﴾ ''وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں'' وہ دعا کروانے سے شدت سے رکتے ہیں اور اپنے سر جھٹکتے ہیں تاکہ دعائے استغفار نہ کروانی پڑے۔

(4) ﴿وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ﴾ ''اور آپ اُنہیں دیکھیں گے کہ وہ رُک جاتے ہیں'' آپ انہیں دیکھتے ہیں وہ استغفار سے روکتے ہیں۔ وہ حق کو قبول کرنے سے رک جاتے ہیں اور دوسروں کو حق سے روکتے ہیں۔

(5) ﴿وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ﴾ ''اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں'' وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے سے تکبر کرتے ہیں۔ وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے حق کی پیروی نہیں کرتے۔

سوال 2: منافقوں سے رسول اللہ ﷺ سے استغفار کروانے کے لیے کہا جائے تو ان کا کیا رویہ ہوتا ہے؟

جواب: (1) منافقوں سے رسول اللہ ﷺ سے استغفار کروانے کے لیے کہا جائے تو وہ اپنے سر موڑتے ہیں۔

(2) اور تکبر کرتے ہوئے رُک جاتے ہیں۔

﴿سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾

''آپ اُن کے لیے بخشش کی دُعا کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں ہرگز معاف نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (6)

سوال 1: ﴿سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ ''آپ اُن کے لیے بخشش کی دُعا کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں ہرگز معاف نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ﴾ ''آپ اُن کے لیے بخشش کی دُعا کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں ہرگز معاف نہ کرے گا'' اس آیت میں بتایا کہ ان کے حق میں دعائے مغفرت بھی مفید نہیں ہو سکتی۔ عام آدمی تو کیا، خود اللہ کے رسول ﷺ ان کے حق میں دعائے مغفرت کریں تو بھی انہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ (ترجمان القرآن: 490,489/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ ''آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، یہ اس وجہ سے کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (التوبہ: 80)

(3) مجاہد رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔ اور عوفی کے واسطہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورۂ برأت کی یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس چیز کے بارے میں اجازت دی گئی ہے سو اللہ کی قسم میں ستر مرتبہ سے زائد استغفار کروں گا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس: 378,377/3)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' اللہ تعالیٰ جھوٹے لوگوں اور اطاعت سے نکلنے والوں کو ایمان لانے کی توفیق نہیں دیتا۔ (جامع البیان: 117/28)

(5) اس سے مقصود نبی ﷺ کو تسکین دینا ہے کیونکہ منافقوں کی تمام شرارتوں اور بے ادبیوں کے باوجود آپ ﷺ اپنی طبعی رحمت و شفقت کی بنا پر چاہتے تھے کہ ان کے لئے معافی کی دعا فرما دیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے لئے دعا کرنے سے منع فرمایا کیونکہ ان کی سرکشی حد سے بڑھ چکی تھی۔ (اشرف الحواشی: 662/1)

سوال 2: منافقوں کے لیے استغفار یا عدم استغفار برابر کیوں ہے؟

جواب: منافق اپنے نفاق اور کفر پر ڈٹے ہونے کی وجہ سے ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں استغفار اور عدم استغفار برابر ہے۔

سوال 3: ''اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر انہوں نے اسی طرح نفاق پر جان دے دی تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا لیکن اگر یہ کفر اور نفاق سے توبہ کر لیں تو پھر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت کیوں نہیں دیتا؟

جواب: فاسق نہ ہدایت قبول کرنا چاہتے ہیں نہ اس راستے کی طرف دیکھنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو جس راستے پر چلنا چاہتا ہے اس کے لیے اسی میں آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔

﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾

''یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر مت خرچ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن منافق سمجھتے نہیں ہیں'' (7)

سوال 1: ﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر مت خرچ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن منافق سمجھتے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا﴾ ''یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر مت خرچ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں'' غزوہ بنی المصطلق جسے غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کا جھگڑا ہو گیا۔ دونوں نے اپنی حمایت کے لیے لوگوں کو پکارا اس پر عبداللہ ابن اُبی نے انصار سے کہا تم نے ان مہاجرین کی مدد کی۔ ان کو اپنے ساتھ رکھا۔ اب نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ یہ تمہارا کھاتے ہیں اور تم پر ہی غرّاتے ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ ان پر خرچ کرنا بند کر دیں یہ خود ہی تتر بتر ہو جائیں گے۔ عبداللہ بن ابی نے یہ بھی کہا کہ ہم میں جو عزت والے ہیں وہ ان ذلیل لوگوں کو مدینے سے باہر نکال دیں گے سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات سن لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی

کو بلوایا اس سے پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بہت دکھ ہوا۔ ان کی سچائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمادی جس میں عبداللہ ابن ابی کے کردار کو پوری طرح واضح کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ المنافقون)

(2) نبی ﷺ سے منافق شدید دشمنی رکھتے تھے انہوں نے جب نبی ﷺ کی الفت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں ان کی بھاگ دوڑ دیکھی تو کہنے لگے ان پر مال خرچ نہ کرو خود ہی منتشر ہو جائیں گے۔

(3) ﴿وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں'' یعنی آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے حصول رزق آسان کر دیتا ہے۔ جس کے لیے چاہے رزق کا حصول مشکل بنا دیتا ہے۔

(4) ﴿وَلٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَفۡقَهُوۡنَ﴾ ''لیکن منافق سمجھتے نہیں ہیں'' یعنی منافق محمد ﷺ پر خرچ کرنے سے اس لیے روکتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں رزق کے خزانے ان کی مشیت کے تحت ہیں اور وہ رزق کے مالک ہیں یہ ان کا اندھا پن اور دلوں کی سیاہی اور بیماری ہے کہ انہیں حق سمجھ نہیں آتا۔

(5) منافقوں کو حقیقت سمجھ نہیں آتی وہ سمجھتے ہیں کہ مہاجرین سے اگر انصار تعاون نہیں کریں گے تو وہ بھوکوں مر جائیں گے۔ انہیں یہ حقیقت سمجھ نہیں آتی کہ اللہ رازق ہے۔

سوال 2: منافق اسلام کے لیے کیے جانے والے خرچ کو کیوں بند کروانا چاہتے ہیں؟

جواب: منافق یہ چاہتے ہیں کسی طرح دین کا کام رُک جائے اس وجہ سے کبھی وہ کام کرنے والوں کی خرابیاں گنواتے ہیں کبھی کسی اور طریقے سے تنگیوں اور پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ اسلام کے لیے خرچ کرنا گھاٹے کا سودا ہے۔ اس طرح وہ اسلام کے لیے کیے جانے والے خرچ کو بند کروا کر دراصل دین اسلام کا راستہ روکنا چاہتے ہیں۔

سوال 3: ''اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں کل خزانے ہیں'' اس سے کیا بات سمجھائی گئی؟

جواب: (1) اس سے یہ سمجھایا گیا کہ رزق کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اس کا اختیار ہے وہ فیصلے کر سکتا ہے کہ کس کو دے اور کس سے روک لے۔

(2) یوں اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ تمہارا یہ اختیار نہیں ہے کہ تم رزق روک دینے کے فیصلے کرو۔ تم روکو گے تو اللہ تعالیٰ کوئی اور انتظام کر دے گا۔

﴿يَقُوۡلُوۡنَ لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾

''وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو لازماً نکال دے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق جانتے نہیں ہیں'' (8)

سوال1: ﴿يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو لازماً نکال دے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق جانتے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا اُس سے ذلیل کو ضرور نکال دے گا'' یہ واقعہ غزوہ مریسیع میں پیش آیا، جب کچھ مہاجرین اور انصار کے درمیان تلخ کلامی اور شکررنجی پیدا ہوئی، اس وقت منافقین کا نفاق سامنے آ گیا اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا ظاہر ہوا۔ ان کے سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: ''ہماری اور ان کی، یعنی مہاجرین کی مثال تو بس ایسے ہے جیسا کہ کسی کا قول ہے: ''اپنے کتے کو موٹا کرو تجھے ہی کھائے گا'' اور کہنے لگا: ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ ''کہ اگر ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا اُس سے ذلیل کو ضرور نکال دے گا'' (تفسیر سعدی:3/2776)

(2) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں تھے جنگ ختم ہونے کے بعد ایک مہاجر نے ایک انصار کے لات ماری اس پر بات بڑھ گئی اور دونوں نے اپنی اپنی جماعت کو مدد کے لیے بلایا آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہی جاہلیت کی بات کر رہے ہو چھوڑ دو کریدنے سے بدبو پھیلے گی ابن ابی بولا کیا واقعی مہاجر نے جرأت کی ہے اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس جائیں گے تو وہاں کے معزز ترین ذلیلوں کو باہر نکال دیں گے بقول سیدنا جابر رضی اللہ عنہ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو انصار کی کثرت تھی۔ پھر مہاجروں کی کثرت ہوگئی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے۔ مجھے اس منافق کی گردن اڑانے دیجیے۔ فرمایا جانے دو کہیں یہ چرچا نہ ہو جائے کہ محمد ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مار ڈالتا ہے۔ (بیہقی) (مختصر ابن کثیر:2/2072)

(3) ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ ''حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے'' یعنی عزت والے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومن ہیں۔

(4) ﴿وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''لیکن منافق جانتے نہیں ہیں'' یعنی منافق خود فریبی میں ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہی عزت والے ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے عزت اور ذلت کے بارے میں کیا وضاحت کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (1) عزت اور غلبہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ وہ جس کو چاہے عزت اور غلبہ عطا کر دے۔

(2) عزت رسولوں کے لیے ہے جن کو وہ چاہتا ہے عزت عطا فرماتا ہے۔

(3) عزت ایمان والوں کے لیے ہے جو اس کے فرمانبردار ہو کر عزت پاتے ہیں۔ (4) معزز صرف وہی ہوسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ معزز سمجھے۔

(5) جسے اہل دنیا معزز سمجھیں یا انسان خود اپنے آپ کو سمجھے تو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں اس کا کوئی مقام نہیں۔

(6) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نفاق اور کفر کی وجہ سے کبھی کسی کو عزت نہیں مل سکتی۔

سوال 3: منافق عزت اور ذلت کی حقیقت کو نہیں جانتے اس وجہ سے منافقوں کے اندر کیا تبدیلی آئی؟

جواب: منافق لاعلمی اور ناسمجھی کی وجہ سے مفید کام نہیں کرتے اور نقصان دہ چیزوں سے نہیں بچتے جیسے کم فہم افراد کیا کرتے ہیں یا جیسے نادان بچے اپنے نقصان کو نہ سمجھنے کی وجہ سے نقصان دہ کام کرتے ہیں اسی طرح منافقوں کی زندگی نقصان دہ کاموں سے بھری ہوئی ہے۔

## رکوع نمبر 14

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں" (9)

سوال 1: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ان آیات میں مومنوں کو منافقوں کے اخلاق سے ڈرایا گیا ہے۔

(2) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں" اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کثرت سے ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ مال اور اولاد کی محبت انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بے شمار بھلائیاں ہیں۔ ان بھلائیوں سے اولاد کی محبت اور ان پر شفقت آڑے آتی ہے۔

(4) اولاد اور مال کی محبت انسان کی جبلت میں ہے اسی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی محبت پر مال اور اولاد کو ترجیح دے بیٹھتے ہیں۔

(5) ﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ﴾ "اور جو لوگ ایسا کریں گے" جس کو بھی مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کریں گے۔

(6)﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾''وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں''یعنی وہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے محروم ہوجانے والے ہیں کیونکہ انہوں نے ہمیشہ کی زندگی پر فانی زندگی کو ترجیح دی ہے۔

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔''(التغابن:15)

سوال2:مال اور اولاد کیسے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیتی ہے؟

جواب:(1)مال اور اولاد کی محبت جب انسان پر غالب آجاتی ہے تو انسان اللہ کے احکامات اور فرائض سے غافل ہوجاتا ہے۔

(2)مال اور اولاد کی محبت کی وجہ سے انسان اللہ کے قائم کردہ حلال وحرام کی حدود کا خیال نہیں رکھتا۔

(3)مال اور اولاد کی محبت کی وجہ سے انسان محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو نہیں سمجھتا۔نہ قرآن حکیم پڑھنے کو ذمہ داری خیال کرتا ہے۔نہ اس کی تعلیم کو ذمہ داری سمجھتا ہے نہ اس تعلیم کو سب تک پہنچانے کے لیے سوچنا بھی گوارا کرتا ہے۔نہ دینی ذمہ داریوں کو اپنی ذمہ داری خیال کرتا ہے دین کے دفاع کے لیے اسلام کی سربلندی کے لیے غور وفکر بھی کرنا نہیں چاہتا۔یوں یہ پتہ چلتا ہے کہ مال واولاد کی محبت انسان کو غفلت تک پہنچا دیتی ہے۔

سوال3:منافقوں کے تذکرے کے فوراً بعد مال اور اولاد کی محبت کا ذکر کیوں کیا ہے؟

جواب:منافقین کے تذکرے کے فوراً بعد مال اور اولاد کی محبت کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ یہ محبت جو غفلت میں ڈالتی ہے اور مال واولاد کی محبت کی وجہ سے ذمہ داریوں سے غافل ہوجانا یہ منافقانہ کردار ہے۔جو خسارے تک پہنچانے والا ہے۔

سوال4:مال اور اولاد کے بارے میں مومنوں کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟

جواب:(1)مومن مال اور اولاد کے بارے میں سچا شعور رکھتے ہیں۔وہ مال کو بھی اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی۔

(2)مومن مال کو چونکہ اپنی ذاتی ملکیت نہیں سمجھتا اس لیے رب کی ہدایت کے مطابق کماتا ہے،اور رب کی چاہت کے مطابق اس کی رضا کے حصول کے لیے اپنی ذات پر،اپنے گھر والوں پر اور دینی ضروریات پر خرچ کرتا ہے۔

(3)مومن اپنے مال سے دنیا کے لیے بھی اہتمام کرتا ہے اور جنت بھی کماتا ہے۔مومن کا نقطہ نظر وسیع ہوتا ہے۔

(4)مومن اپنی اولاد کو چونکہ رب کی امانت سمجھتا اس لیے اپنی اولاد کو اپنا یا کسی اور کا نہیں اللہ کا غلام بنانے کے لیے تگ ودو کرتا ہے۔

(5)مومن اپنی اولاد کو آگ سے بچانے کی کوششیں کرتا ہے۔

(6)مومن اپنی اولاد کو بھی وحی کی تعلیم دلوانے کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تعلیم دلوانے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

(7)مومن اپنی اولاد کو رب کی رضا کی خاطر جان دینے کے لیے تیار کرتا ہے۔

(8) مومن مال اور اولاد سے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

سوال 5: مال اور اولاد پا کر اہل ایمان کا کردار کیسا ہوتا ہے؟

جواب: (1) مال اور اولاد پا کر اہل ایمان اپنے رب کو یاد رکھتے ہیں۔ (2) اس کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے نعمتیں عطا کیں۔

(3) احکام و فرائض کی پابندی کرتے ہیں جو اللہ نے عائد کیے ہیں۔ (4) حلال و حرام کے درمیان تمیز کرتے ہیں۔

(5) دنیا میں رہنے کے مقصد کو پورا کرتے ہیں۔ احیائے دین کے لیے اپنا وقت، صلاحیتیں، مال لگاتے ہیں۔

سوال 6: جن کو مال اور اولاد غفلت میں ڈال دے اس کے بارے میں رب العزت کا کیا فیصلہ ہے؟

جواب: رب العزت نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ مال اور اولاد کی وجہ سے غفلت میں پڑنے والے خسارے میں رہیں گے۔

﴿وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ﴾

''اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے: ''اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا'' (10)

سوال 1: ﴿وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ﴾ ''اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے: ''اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ﴾ ''اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ اس سے پہلے کہ موت آجائے اور مہلت ختم ہو جائے اور بے بسی اور ندامت کام نہ آئے خرچ کر ڈالو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ۙ﴿۹۹﴾ لَعَلِّىۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًـا فِيۡمَا تَرَكۡتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔ تاکہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے اور اُس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اُٹھائے جائیں گے۔'' (المومنون: 100,99)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ﴾ ''اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب اُن پر عذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑا قریب کے وقت تک مہلت دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟'' (ابراہیم:44)

(3) اس حکم میں تمام نفقات واجبہ، مثلاً: زکوۃ، کفارات، اہل وعیال اور غلاموں وغیرہ کا نان ونفقہ اور تمام نفقات مستحبہ، مثلاً: تمام مصالح میں مال خرچ کرنا شامل ہیں یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسے نفقے کا مکلف نہیں بنایا جو ان کے لیے نہایت مشکل ہو اور ان پر شاق گزرے بلکہ ان کو اس رزق میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے کا حکم دیا ہے جو اسی نے ان کو عطا اور میسر کیا اور اس کے اسباب مہیا کئے۔ پس انہیں چاہیے کہ وہ اپنے نادار بھائیوں کی مالی مدد کر کے اس ہستی کا شکر ادا کریں جس نے ان کو رزق عطا کیا ہے اور موت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرلیں۔ موت جب آجائے گی تو بندے کے لئے ممکن نہ ہوگا کہ وہ ذرہ بھر بھی بھلائی کر سکے۔ (تفسیر سعدی:2777/3)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا صدقہ بڑا ہے تو فرمایا! کہ تو صدقہ کرے اس حال میں کہ تو تندرست اور حریص ہو اور محتاجی کا خوف کرتا ہو اور مالداری کا امیدوار ہو اور تو دیر نہ کر یہاں تک کہ سانس گلے میں آجائے تو اس وقت تو کہے اتنا فلاں کا ہے اور اتنا فلاں کا۔ اب تو وہ فلاں (وارث) کا ہو ہی چکا ہے۔ (صحیح مسلم:2382) (معارف القرآن:459/8)

(5) ﴿فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''تو وہ کہے: ''اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا'' یعنی اے میرے رب مجھے مہلت دے دے کہ میں صدقہ کر کے تیرے عذاب سے بچ جاؤں۔ یعنی میں تیرے احکامات بجالا کر اور تیرے نواہی سے رک کر صالحین میں شامل ہو جاؤں۔

(6) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زندگی ناقابل اعتبار ہے اس لیے نیک کاموں میں دیر نہیں کرنی چاہیے مثلاً اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا، حج کرنا۔

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس پر حج یا زکوۃ فرض ہو جائے اور وہ ایسا نہ کرے تو مرتے وقت وہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرتا ہے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:1663/1)

(8) سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ سورۃ التکاثر پڑھ

رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابنِ آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال۔اے ابنِ آدم! تیرا کیا مال ہے؟ تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا یا اور کھا کر ختم کر دیا اور جو تو نے پہنا اور پہن کر ختم کر دیا یا تو نے صدقہ کیا آگے بھیج دیا۔'' (مسلم:7420)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کی ترغیب کیسے دلائی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے یعنی رزق پر تمہارا اختیار تھا جس نے یہ رزق تم تک پہنچایا ہے وہ تم سے خرچ کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔

(2) اس سے پہلے کہ تمہیں موت آجائے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر لو پھر مہلت مانگو گے سب کچھ لٹا دینا چاہو گے موقع نہیں ملے گا۔

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اُس کی مقررہ مدت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (11)

سوال 1: ﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اُس کی مقررہ مدت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اُس کی مقررہ مدت آجائے گی'' یعنی مقررہ مدت آجانے پر اللہ تعالیٰ کسی کو ڈھیل نہیں دیتا اور وہ خوب جانتا ہے کہ کس کی نیت میں خلوص ہے۔ اگر یہ دنیا میں واپس بھیج بھی دیے جائیں تو پھر اس کی بہاروں اور رنگینوں میں کھو کر رہ جائیں گے۔ (2) دنیا میں لوٹنے کی تمنا صرف کافر کریں گے۔

(3) اور ہر قوم کے لیے ایک مدت مقرر ہے۔ پھر جب اُن کی مدت آجائے گی، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ (سورہ الاعراف:34)

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے اور پھر ہاتھ گدی پر رکھا پھر کھولا اور پھیلایا اور دراز کیا اور فرمایا یہ اس کی امید ہے یہ اس کی امید ہے۔ (جامع ترمذی:2334)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے میرے جسم کے کسی حصے کو چھوا اور فرمایا: ''دنیا میں ایسے رہو گویا کہ اجنبی ہو یا راہ چلتے مسافر اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو۔ مجھ سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''جب تم صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو اور جب شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو کیونکہ اے عبداللہ! تم نہیں جانتے کہ کل تمہارا نام کیا ہوگا۔'' (جامع ترمذی:2333)

(6)﴿وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو''رب العزت نے مومنوں کو اپنے اعمال کی اصلاح کی ترغیب دلائی ہے تا کہ وہ آخرت کے لیے زادِ راہ لے لیں۔اور یہ بات جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر مطلع ہے اور ان کی خبر رکھتا ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اچھے برے اعمال سے باخبر ہے۔وہ نیتوں کے حال بھی جانتا ہے اور اعمال کی بھی اسے خبر ہے۔وہ اپنے علم کے مطابق اچھے برے اعمال کی جزا دے گا۔

سوال 2: موت کا وقت آنے پر کیا مہلت دی جاتی ہے؟

جواب: اللہ کی سنت اور طریقہ میں کبھی تبدیلی نہیں آئی۔اللہ نے جو وقت مقرر کر رکھا ہو آگے پیچھے نہیں کیا جاتا۔اسی وجہ سے مہلت نہیں دی جائے گی۔

سوال 3: اللہ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1)اللہ نے مقررہ وقت سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے مہلت نہ دینے سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اعمال کے بارے میں خبیر ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور اس لیے دلایا ہے کہ انسان اپنے اعمال کی فکر کر لیں۔

آیاتها ۱۸ | ۶۴ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۸ | رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی۔اس میں 2 رکوع اور 18 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 64 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 108 ہے۔

## رکوع نمبر 15

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اُسی کے لیے بادشاہت ہے اور اُسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''(1)

سوال 1: ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اُسی کے لیے بادشاہت ہے اور اُسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہے ساری کائنات تسبیح خواں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ اسی کی بادشاہت ہے، اسی کا تصرف ہے۔ وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔

(2) یہ آیات کریمہ اللہ تعالیٰ کے عظیم اوصاف کے وسیع حصے پر مشتمل ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل الوہیت، بے پایاں غنا اور تمام مخلوق کے اس کے سامنے محتاج ہونے کا ذکر فرمایا ہے، نیز ذکر فرمایا کہ زمین اور آسمان کی تمام مخلوق اپنے رب کی حمد و ثنا کے ذریعے سے اس کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2778/3)

(3) ﴿لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ﴾ ''اُسی کے لیے بادشاہت ہے اور اُسی کے لیے سب تعریف ہے'' اس کے اقتدار سے کوئی چیز باہر نہیں۔ حمد و ثنا کا صرف وہی مالک ہے۔ اس کے لیے حمد ہے اس بناء پر کہ وہ صفات کمال کا مالک ہے۔ اس کے لیے حمد ہے اس بناء پر کہ اس نے تمام اشیاء کو وجود بخشا، اس کے لیے حمد ہے کہ اس نے احکام شریعت شروع کیے اور مخلوق کو نعمتیں عطا کیں۔ اس کی قدرت سب کو شامل ہے موجودات میں سے کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل: 44)

(5) ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' وہ ہر چیز کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور کسی چیز سے عاجز نہیں ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1636)

(6) وہ ہر چیز پر قادر ہے، جو چاہے کرے، نہ کوئی رکاوٹ پیدا کرے اور نہ کوئی مزاحم ہو اور جس چیز کو نہ چاہے، کسی کی طاقت نہیں کہ اسے وجود میں لے آئے۔ (مختصر ابن کثیر: 2074/2)

سوال 2: آسمان و زمین کی تسبیح سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) آسمان وزمین کی تسبیح سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آسمان بھی مومن ہے اور زمین بھی مومن ہے۔
(2) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آسمان وزمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا بادشاہت کسی کی نہیں۔ اس کے سوا اختیار کسی کا نہیں۔ اگر کسی کا اختیار ہے تو اس کا ذاتی نہیں، اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے۔ اگر کسی کے پاس مال ہے تو وہ بھی اس کا ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ حمد کا مستحق کیوں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ حمد کا مستحق اس لیے ہے کہ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے اس کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ جو کچھ کسی کے پاس ہے اسی کا دیا ہے۔ کسی کا ذاتی نہ اختیار ہے نہ کمال اس لیے حمد اسی کی ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی ملکیت سے، اس کی تسبیح سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی قدرت کے شعور کا ایمان لانے والے کے ذہن پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی قدرت کے شعور سے ایمان لانے والے کا ذہن متاثر ہوتا ہے۔ وہ یہ حقیقت جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی ہر چیز میں کارفرما ہے۔ اسی کا ارادہ ہے، اسی کا اختیار ہے۔ اس یقین کے بعد وہ اپنے آپ کو قدرت کے سپرد کر دیتا ہے کہ جو چاہے اس کے ساتھ کرے۔ وہ راضی برضا ہو جاتا ہے۔ اُس کے رب ہونے پر محمد ﷺ کے رسول ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾

''وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی مومن ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (2)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ ''وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی مومن ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ ہدایت کا حق رکھنے والوں کو جانتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ﴾ ''وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے'' یعنی وہ تم سب کا خالق ہے۔ اچھے اور برے انسانوں کی تخلیق اسی کی ہے۔
(2) ﴿فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ ''پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی مومن ہے'' اللہ تعالیٰ کے ارادے سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن۔ (3) اللہ تعالیٰ کامل طریقے سے جانتا ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون ہدایت کا حق نہیں رکھتا۔

(4) پس ان کا ایمان اور کفر تمام اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے، یہی اس کی مشیت ہے، اس نے ان کو قدرت اور ارادہ عطا کیا جس کی بنا پر وہ امر و نہی میں سے جس چیز کا ارادہ کریں، اس کا اختیار رکھتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2779,2778/3)

(5) زجاج رحمہ اللہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ کافر اور اس کے کفر کا خالق ہے جس کو وہ اختیار کرتا ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کا خالق ہے۔ اور اس نے مومن کو تخلیق کیا اور اس کے ایمان کو جس کے ساتھ وہ کام کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایمان کا خالق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے تخلیق کرنے کے بعد کافر کفر کرتا ہے اور کفر کو اختیار کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اسی کا اندازہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو اس کا پورا علم ہے۔ کیونکہ مقدر کے خلاف کوئی چیز وجود میں آنے سے عاجز ہے اور معلوم کے خلاف کسی چیز کا وجود جہالت ہے۔ (فتح القدیر: 287/5)

(6) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اُس کو خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تمہارے اعمال کو وہ دیکھتا ہے اور ان کا پورا علم رکھتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اور وہ تمہیں اس کی جزا دینے والا ہے لہٰذا اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت سے ڈرو۔ (جامع البیان: 126/28)

(7) اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام اعمال خیر و شر کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔ اسی بناء پر وہ سب کو ان کے اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔'' (الملک: 2)

سوال 2: انسانوں میں سے کسی نے کفر اور کسی نے ایمان کا راستہ کیسے اپنایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے نیکی اور بدی حق اور باطل خیر و شر اور کفر اور ایمان کے راستوں کی وضاحت کر کے انسان کو ارادے اور اختیار کی جو آزادی دی ہے اُس کی وجہ سے کسی نے ایمان اور کسی نے کفر کا راستہ اپنایا ہے۔

سوال 3: کیا ایمان اور کفر کا راستہ اختیار کرنے پر انسان پر کوئی جبر ہے؟

جواب: (1) انسان پر کوئی جبر نہیں۔ اگر جبر ہوتا تو انسان کفر کا راستہ اختیار ہی نہ کر سکتا۔ (2) جبر ہونے کی صورت میں امتحان ختم ہو جاتا۔

سوال 4: انسان کو اپنے عمل پر جزا کیوں ملے گی؟

جواب: (1) انسان اپنے ارادہ سے عمل اختیار کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کفر کا خالق بھی ہے اور ایمان کا خالق بھی لیکن جو کفر اختیار کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے اس لیے کافر بننے کی سزا ہے۔ اور جو ایمان کا راستہ اختیار کر کے مومن بنتا ہے وہ اپنے ارادے سے بنتا ہے اس لیے اس کی جزا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے انسان کو برائی بھلائی کی پہچان دی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر، کتابیں عطا کر کے اپنے دین کو واضح کیا ہے۔ اب

اپنی عقل اور وحی کے علم کے ساتھ وہ اپنے لیے ایمان کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔ اگر وہ کرے تو اس کے لیے جزا ہے۔ اور اگر نہ کرے تو سزا ہے۔ (4) انسان کو اس کے اعمال پر جزا اس لیے ملے گی کہ اس کے اعمال کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی صفت بصیر کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ وہی ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾

''اُس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو اچھی صُورتیں بنائیں اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے'' (3)

سوال 1: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اُس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو اچھی صُورتیں بنائیں اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے'' زمین و آسمان اور انسان کو مصلحت کے تحت بنایا گیا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ''اُس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے'' یعنی اس نے زمین و آسمان اور ان تمام چیزوں کو جو ان کے اندر ہیں حکمت کے ساتھ پیدا کیا اور اس مقصد کے لیے جو اسے مطلوب ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا پھر اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں، پس بہت ہی اچھی تمہاری صورتیں بنائیں اور اُس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، پس بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ، سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (غافر:64)

(2) ﴿وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ﴾ ''اور اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو اچھی صُورتیں بنائیں'' یعنی انسان تمام زمینی مخلوقات میں سب سے زیادہ اچھی صورت والا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ماؤں کے رحم میں اپنے بندوں کی صورتیں بنائیں اور انسان کو خوبصورت اور دل کش بنایا، رب العزت نے فرمایا: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔'' (التین:4)

(4) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (۶) الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ (۷) فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ (۸)﴾ ''اے انسان! اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا؟ جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر تجھے درست بنایا، پھر تجھے

برابر کیا۔ جس صورت میں اُس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔'' (الانفطار:6-8)

(5)﴿وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''پھر اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں۔ پھر بہت ہی اچھی تمہاری صورتیں (بنائیں)۔ اور اُس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا۔ وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے۔ پھر بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کائنات کا رب ہے۔'' (المؤمن:64)

(6) انسان کو اللہ تعالیٰ نے روحانی اور شعوری اعتبار سے بھی بہترین بنایا اور قابلیتوں کے لحاظ سے بھی بہترین بنایا۔

(7)﴿وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے'' یعنی اے انسانو! سب انسانوں نے لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔

(8) اس سے مراد قیامت کے دن کا لوٹنا ہے جب اعمال کی جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے اور نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا کہ ان کا شکر ادا کیا یا ناشکری کی؟ (9) اللہ تعالیٰ نے محاسبے اور مواخذے کا شعور دلایا ہے۔ وہ عادل ہے حق پر فیصلے کرنے والا، سب سے غالب اور کمال حکمت رکھنے والا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کائنات کو کیسے پیدا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

سوال 3: کائنات کو حق کے ساتھ پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو عدل و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

سوال 4: عدل اور حکمت کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا عدل اور حکمت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والے کو اس کے احسان کی اور فاجر کو اس کی بدی کی سزا دے۔

(2) اللہ تعالیٰ عدل کا اہتمام قیامت والے دن فرمائے گا جب وہ سب کے درمیان انصاف کرے گا۔

سوال 5: کائنات کی تخلیق حق پر ہے اگر کسی شخص کو اس کا شعور نصیب ہوجائے اور یہ یقین اس کے اندر اتر آئے تو اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: (1) اس شعور اور یقین سے انسان کا اپنے دین پر اعتماد قائم ہوتا ہے۔ کیونکہ دین اسلام کی بنیاد حق ہے۔

(2) انسان جب کائنات کو حق پر قائم دیکھتا ہے تو اسے یقین ہوجاتا ہے کہ حق غالب آئے گا اور حق باقی رہے گا۔ اور باطل تو جھاگ ہے جو اُڑ جائے گا۔

﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ﴾

﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''وہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو
اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' (4)

سوال 1: ﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''وہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''وہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے'' اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات، سارے واقعات کے غیب اور حاضر کا ظاہر اور باطن کا کامل علم رکھنے والا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال، افعال اور نیتوں کو جانتا ہے۔ ان میں سے جو ظاہر ہے جو پوشیدہ ہے وہ سب کا علم رکھتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1637,1636)

(3) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' یعنی جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو اور جو تمہارے سینوں کے اندر اچھے بھید چھپے ہوئے ہیں یا گندے، نیک نیتیں مستور ہیں یا برے مقاصد، سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے تو ایک عقل مند دیدہ ور شخص پر یہ بات متعین ٹھہری کہ وہ اپنے باطن کی اخلاق رذیلہ سے حفاظت کرے اور اخلاق جمیلہ سے متصف ہونے کا حریص ہو اور اس کی کوشش کرے۔ (تفسیر سعدی: 2779/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا شعور ایمان رکھنے والے پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے شعور کی وجہ سے ایمان رکھنے والا ہر وقت خود کو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں محسوس کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی نظروں کے احساس سے انسان کے اندر ڈر پیدا ہوتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے انسان کی ہر حرکت کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتا ہے۔ یوں وہ خدا رُخی زندگی گزارتا ہے۔

﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''کیا تمہارے پاس اُن کی خبر نہیں آئی جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا؟ پھر وہ اپنے کام کا وبال چکھ چکے اور
اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' (5)

سوال: ﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''کیا تمہارے پاس اُن کی خبر نہیں آئی جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا؟ پھر وہ اپنے کام کا وبال چکھ چکے اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ﴾ ''کیا تمہارے پاس اُن کی خبر نہیں آئی جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا؟'' رب العزت نے اپنے وجود کے دلائل اور اپنی عظیم صفات کے تذکرے کے بعد جن سے اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے پہلی قوموں کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے نبوت اور بعث کا انکار کیا۔

(2) رب العزت نے سوال کیا ہے کہ کیا تمہارے پاس پہلی قوموں کے حالات کی خبریں نہیں پہنچیں جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے اعمال پر عذاب کا مزا چکھایا اور آخرت کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

(3) ان لوگوں کے پاس جب رسول حق لے کر آئے تو انہوں نے حق کو جھٹلایا اور اس کے ساتھ دشمنی رکھی۔

(4)﴿فَذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِہِمۡ﴾ ''پھر وہ اپنے کام کا وبال چکھ چکے'' یعنی انہیں دنیا میں اپنے کفر کی سزا دی گئی۔

(5)﴿وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾ ''اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' یعنی آخرت میں ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کا دردناک عذاب ہے۔

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّہٗ کَانَتۡ تَّاۡتِیۡہِمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَقَالُوۡۤا اَبَشَرٌ یَّہۡدُوۡنَنَا ۫ فَکَفَرُوۡا
وَتَوَلَّوۡا وَّاسۡتَغۡنَی اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ﴾

''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آتے رہے تھے تو اُنہوں نے کہا:
''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' چنانچہ اُنہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ بھی
اُن سے بے پرواہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، تمام خوبیوں والا ہے'' (6)

سوال1:﴿ذٰلِکَ بِاَنَّہٗ کَانَتۡ تَّاۡتِیۡہِمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَقَالُوۡۤا اَبَشَرٌ یَّہۡدُوۡنَنَا ۫ فَکَفَرُوۡا وَتَوَلَّوۡا وَّاسۡتَغۡنَی اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آتے رہے تھے تو اُنہوں نے کہا: ''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' چنانچہ اُنہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ بھی اُن سے بے پرواہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، تمام خوبیوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِکَ﴾ ''یہ'' یعنی دنیا اور آخرت کا عذاب۔

(2)﴿بِاَنَّہٗ کَانَتۡ تَّاۡتِیۡہِمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ﴾ ''اس لیے ہے کہ یقیناً اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آتے رہے تھے'' یعنی عذاب کی وجہ یہ تھی کہ ان کے رسول جب ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے ناگواری کا اظہار کیا اور ان کی رسالت کے بارے میں اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

(3) ﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا﴾ ''تو انہوں نے کہا: ''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' یعنی ہمیں انسان کیسے ہدایت دے سکتا ہے؟ کسی بشر کا رسول ہونا ناممکن ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ ''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' (بنی اسرائیل:94)

(4) ﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اُن کے رسولوں نے کہا کہ کیا اُس اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور تمہیں ایک مدتِ مقررہ تک مہلت دے۔ انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان ہی ہو، تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو، جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔'' (ابراہیم:10)

(5) ﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾ ''اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور جن کو دنیا کی زندگی میں ہم نے خوش حال رکھا تھا انہوں نے کہا: ''یہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے، یہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔'' (المومنون:33)

(6) ﴿فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا﴾ ''چنانچہ انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے سے منہ پھیر لیا۔

(7) ﴿وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بھی اُن سے بے پرواہ ہوگیا'' اللہ تعالیٰ نے ان سے نظرِ رحمت پھیر لی ہے۔ وہ بے نیاز ہے اسے کسی کی گمراہی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اسے ان کی پرواہ نہیں ہے۔

(8) مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنے غلبے کی وجہ سے اپنے بندوں کی اطاعت سے بے نیاز ہے۔

(9) ﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، تمام خوبیوں والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بے نیاز اور مخلوق پر اپنی نعمتوں اور اپنے افعال کی وجہ سے قابل تعریف ہے۔ (ایسر التفاسیر:1637) (10) وہ ایسا غنی ہے جو ہر لحاظ سے غنائے کامل اور مطلق کا مالک ہے۔ وہ اپنے اقوال، افعال اور اوصاف میں قابل تعریف ہے۔ (تفسیر سعدی:2780/3)

سوال 2: کفر لوگوں کے لیے عذاب کا باعث بنتا ہے پھر بھی لوگ اسے اختیار کرتے ہیں اس کا سبب کیا ہے؟

جواب: (1) کفر کو انسان اس لیے اختیار کرتا ہے کہ انسان بشر کو رسول تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

(2) کفر انسان اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ انسان کا ہدایت لے کر آنا، اُن کی راہ نمائی کرنا قابل قبول نہ تھا۔اب بھی جو لوگ رسول کو بشر نہیں مانتے وہ ان کی ہدایات کا اتباع نہیں کرتے۔

سوال 3: لوگوں نے رسولوں سے کفر کیسے کیا؟

جواب: (1) لوگوں نے رسولوں کو بشر ماننے سے انکار کیا۔(2) ان پر ایمان لانے سے انکار کیا۔

سوال 4: منہ پھیرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد رسولوں کی دعوت سے منہ پھیرنا ہے۔

سوال 5: حق کی دعوت سے لوگ کیسے منہ پھیرتے ہیں؟

جواب: لوگ حق کی دعوت کو سنتے نہیں، اس کا علم حاصل نہیں کرتے، اس پر غور وفکر نہیں کرتے۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے دعوت قبول نہ کرنے والوں سے کیسے بے نیازی کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان لانے سے اور ان کی عبادت سے بے نیازی کی۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے سے مراد ہے کہ اسے کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں۔

(2) اس سے مراد ہے کہ اگر کوئی اس کی عبادت نہ کرے تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ کے حمید ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں قابل تعریف ہے۔(2) تمام مخلوقات اس کی حمد کرتی ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کسی کی حمد کا محتاج نہیں وہی خود ہی قابل تعریف ہے۔

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ

بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾

”جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے“ (7)

سوال 1: ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

يَسِيْرٌ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے'' یعنی جھوٹے لوگوں نے کہا کہ وہ قبروں سے ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔

(2) ﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ﴾ ''آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے۔'' رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ کہہ دیں اللہ کی قسم! تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڗ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ واقعی حق ہے؟ آپ فرما دیں کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقیناً وہ حق ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں۔'' (یونس:53)

(3) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (سبا:3)

(4) ﴿ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ﴾ ''پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا'' یعنی زندہ کرنے کے بعد ان کے بڑے چھوٹے، کھلے چھپے سب اعمال تمہیں بتا دیں گے۔

(5) ﴿وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے'' اس کے لیے دوبارہ زندہ کرنا اور اعمال کا بدلہ دینا بہت آسان ہے۔ ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔'' (الزمر:68)

سوال 2: کافروں کے گمان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: کافروں کا گمان ہے کہ قیامت والے دن دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ اس گمان کی کوئی حقیقت نہیں اس کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

سوال 3: انسانوں کو ان کے اعمال کی خبر دی جائے گی اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعمال کی پوری پوری جزا کے لیے ایک ایسے دن میں انصاف کرنا ہے جس کے آنے

میں کوئی شک نہیں۔(2) دنیا میں ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ نہیں ملتا اس لیے یوم الدین میں ہر ایک کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔
(3) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔لہٰذا انسان کو اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنے کے لیے نیک اعمال کرنے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ پر حشر آسان ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے تمہارے لیے جس چیز کو سمجھنا مشکل ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا کرنا آسان ہے۔

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ اس سے جو تم عمل کرتے ہو خوب باخبر ہے" (8)

سوال1: ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ "چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ اس سے جو تم عمل کرتے ہو خوب باخبر ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ "چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ" رب العزت نے اس چیز کا حکم دیا جو بدبختی سے بچانے والی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور موت کے بعد کی زندگی پر ایمان ہے۔

(2) ﴿وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا﴾ "اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے" یعنی قرآن پر ایمان لاؤ جسے ہم نے نازل کیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نور سے موسوم کیا ہے کیونکہ اس کی ضد تاریکی ہے۔جو احکام، قوانین اور اخبار اس کتاب میں ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، روشنی ہیں جس کے ذریعے سے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں راہ نمائی حاصل ہوتی ہے اور جس کے ذریعے سے رات کی سیاہ تاریکی میں چلا جاتا ہے کتاب اللہ کی راہ نمائی کے سوا تمام علوم ایسے ہیں جن کے نقصانات ان کے فوائد سے بڑھ کر اور جن کا شر ان کے خیر سے زیادہ ہے بلکہ اس میں کوئی خیر اور کوئی فائدہ ہی نہیں سوائے اس کے جو انبیاء و مرسلین کی لائی ہوئی تعلیمات کے موافق ہو۔اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب پر ایمان، عزم کامل ان (احکامات و قوانین) پر یقین صادق، اس تصدیق کے مقتضی، یعنی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کا تقاضا کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی: 2781/3)

(4) قرآن نور ہے کیونکہ وہ ہر چیز کی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔پھر اس سے لوگ راہ نمائی پاتے ہیں جیسے روشنی کی وجہ سے راستہ دیکھنا ممکن ہوتا ہے اسی طرح زندگی میں سیدھے راستے کو قرآن روشن کرتا ہے۔

(5) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ اس سے جو تم عمل کرتے ہو خوب باخبر ہے۔" اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے

باخبر ہے وہ تمہارے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے تم اس سے کوئی چیز چھپا نہیں سکتے۔ وہ تم سب کو تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی دعوت کس بنیاد پر دی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بعث اور جزا وسزا کے معاملے کو سچ ثابت کرنے کے بعد ایمان کی دعوت دی ہے کہ اب جزا وسزا کا تقاضا یہ ہے کہ تم ایمان لے آؤ۔

﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

"جب اجتماع کے دن کے لیے وہ تم سب کو جمع کرے گا، وہی ہار جیت کا دن ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، تو وہ اُس کی برائیاں اُس سے دور کر دے گا اور اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ اُس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے" (9)

سوال 1: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ "جب اجتماع کے دن کے لیے وہ تم سب کو جمع کرے گا، وہی ہار جیت کا دن ہوگا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ﴾ "جب اجتماع کے دن کے لیے وہ تم سب کو جمع کرے گا" قیامت کا دن ہی جمع کرنے والا دن ہے۔ اس دن پہلوں اور پچھلوں اور حساب اور جزا کے لیے ایک چٹیل میدان میں جمع کیا جائے گا۔ اس دن وہ پکارنے والے کی آواز کو سنیں گے اس دن ہولناک مقام پر سب کو ان کے اعمال کے بارے میں آگاہ کیا جائے گا۔

(2) قیامت کو یوم الجمع اس لیے کہا گیا ہے کہ اس دن پہلے پچھلے سب جمع ہوں گے۔ سب آواز سنیں گے ہر ایک آخر تک دیکھ رہا ہوگا۔ کوئی چیز حائل نہ ہوگی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۗ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ "بلا شبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔" (ہود:103)

(3) ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ (۴۹) لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۵۰)﴾ "آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں۔" (الواقعہ:50,49)

(4) ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ "وہی ہار جیت کا دن ہوگا" تغابن۔ غبن معروف لفظ ہے بمعنی چوری چھپے کسی دوسرے کا حق مار لینا، اور تغابن بمعنی چوری ایک دوسرے کے حقوق، خواہ ان کا تعلق مال ودولت سے ہو یا دوسرے حقوق سے، مارنے کی کوشش کرنا۔ لیکن دنیا میں

جو تغابن ہوتا ہے اور ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 464/4)

(5) یعنی مومن اس دن کافروں کا حق مار لیں گے جنت میں ان کے جو گھر ہیں ان کو مومن لے لیں گے اور کافر جہنم میں جو مومنوں کا مقام ہے اس کو لے لیں گے۔

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے ائمہ تفسیر نے قیامت کو یوم التغابن کہنے کی وجہ بیان کی ہے اور بہت سے ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ اس دن غبن اور خسارے کا احساس صرف کفار فجار اور اشقیاء ہی کو نہیں بلکہ صالحین مؤمنین کو بھی اس طرح ہوگا کہ کاش ہم عمل اور زیادہ کرتے تا کہ جنت کے مزید درجات حاصل کرتے، اس روز ہر شخص کو اپنی عمر کے اوقات پر حسرت ہوگی جو فضول ضائع کئے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ''جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور پوری مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا تو یہ مجلس قیامت کے روز اس کے لئے حسرت ہوگی۔'' (تفسیر معارف القرآن: 466/8)

(7) کافروں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں لے لیا انہوں نے خسارہ اٹھایا اور اس میں انہیں کوئی نفع نہیں ہوا۔ اس دن مومن اپنی جانوں کو جنت کے بدلے میں فروخت کیا اس کا وہ نفع اٹھائیں گے اور خسارہ نہیں اٹھائیں گے۔

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''ہم میں سے مفلس وہ آدمی ہے جس کے پاس مال واسباب نہ ہو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن میری امت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز، روزے، زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم: 6579) (9) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یوم التغابن قیامت کا ایک نام ہے اس نام کی وجہ ایک یہ ہے کہ اہل جنت اہل دوزخ کو نقصان میں ڈالیں گے سیدنا مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ تغابن کیا ہوگا کہ ان کے سامنے انہیں جنت میں اور ان کے سامنے انہیں جہنم میں ڈالیں گے۔ (ابن کثیر: 366)

سوال 2: قیامت کو یوم التغابن کیوں کہا ہے؟

جواب: (1) قیامت ہار جیت کا دن ہے۔ اس میں ایک گروہ جیتے گا اور ایک ہار جائے گا۔ اہل ایمان کی جیت ہوگی وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(2) التغابن غبن سے ہے غبن نقصان اور خسارے کو کہتے ہیں اس دن کافروں کو نقصان ہوگا اس لیے اسے یوم التغابن کہتے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، تو وہ اُس کی برائیاں اُس سے دور کر

دے گا اور اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ اُس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ﴾''اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے''یعنی جو اللہ تعالیٰ پر ایسا ایمان رکھتا ہے جو کامل ہے جس کا رب العزت نے حکم دیا ہے۔(2)﴿وَيَعۡمَلۡ صَالِحًا﴾''اور نیک عمل کرے''یعنی جو نیکی کے کام اللہ تعالیٰ کی خوشی اور نبی ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیتے ہیں۔وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتے ہیں۔

(3)﴿وَيُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ﴾''اور اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں''یعنی جنت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔اس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل تمنا کریں گے اور جس کی طرف روحوں کی رغبت ہوگی۔

(4)﴿خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾''وہ ہمیشہ اُس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے''یعنی اس جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ وہ مریں گے اور نہ اس سے نکلیں گے۔(جامع البیان:129/28)

(5)﴿ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾''یہی بہت بڑی کامیابی ہے''یعنی برائیوں کو دور کرنا اور ایسی جنتوں میں داخل کرنا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ بڑی کامیابی ہے۔

سوال4:ایمان لا کر نیک عمل کرنے کی جزا کیا ہے؟

جواب:(1)ایمان لا کر نیک عمل کرنے کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ برائیاں دور کر دے گا۔

(2)اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(3)ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو بڑی کامیابی نصیب ہوگی۔

﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، یہی لوگ آگ والے ہیں جو اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور لوٹ کر جانے کی بہت بری جگہ ہے''(10)

سوال1:﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، یہی لوگ آگ والے ہیں جو اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور لوٹ کر جانے کی بہت بری جگہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا''یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اس کی ملاقات کا

انکار کیا۔(2)﴿وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ﴾"اور ہماری آیات کو جھٹلایا" یعنی قرآن کا اور اس پر عمل کرنے کا انکار کیا۔
(3) یعنی انہوں نے واضح دلائل کو جھٹلایا۔(4)﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾"یہی لوگ آگ والے ہیں جو اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور لوٹ کر جانے کی بہت بری جگہ ہے" یہی لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور کتنا برا ہے وہ ٹھکانہ جہاں پر بدبختی، ہر مصیبت اور عذاب ہوگا یا ارحم الرحمین ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمالینا جن سے آپ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل نہ کرنا جن کو آپ نے وعیدیں دی ہیں۔(آمین)

سوال2: کفر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی آیات جھٹلانے والوں کا کیا بدلہ ہے؟

جواب: جن لوگوں نے کفر کیا۔ اللہ کی آیات کو جھٹلایا جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ اور وہاں تک پہنچنا سب سے بڑی ناکامی ہے۔

## رکوع نمبر 16

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

"اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا کوئی مصیبت نہیں پہنچتی اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"(11)

سوال1:﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾"اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا کوئی مصیبت نہیں پہنچتی" مصیبت اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے پہنچتی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے ہے۔
(2) یہ آیت کریمہ جان، مال، اولاد اور احباب کے مصائب وغیرہ سب کو شامل ہے، چنانچہ بندوں پر نازل ہونے والے تمام مصائب اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہے، اس پر اس کا قلم جاری ہو چکا، اس پر اس کی مشیت نافذ ہو چکی اور اس کی حکمت نے اس کا تقاضا کیا۔ مگر اصل معاملہ یہ ہے کہ آیا بندے نے اس ذمے داری کو پورا کیا جو اس مقام پر اس پر عائد تھی یا وہ اس کو پورا نہ کر سکا؟ اگر اس نے اس ذمے داری کو پورا کیا تو اس کے لئے دنیا وآخرت میں ثواب جزیل اور اجر جمیل ہے۔(تفسیر سعدی:2784,2783/3) رب العزت نے فرمایا:﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾"کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ ہی تمہاری ذات میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اُسے پیدا کریں وہ ایک کتاب میں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔"(الحدید:22)

(3) واضح رہے کہ مصائب تین قسم کے ہوتے ہیں۔ایک وہ جو لوگوں کے اپنے اعمال کے نتیجہ یا شامت اعمال کے طور پر آتے ہیں۔جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ دوسرے وہ مصائب جن سے ایمانداروں کو آزمائش اور تربیت کیلئے گزارا جاتا ہے۔جیسے فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ﴾ تیسرے وہ جن کا تعلق مندرجہ بالا دونوں اقسام سے نہیں ہوتا اور وہ محض اتفاقی قسم کے حوادث ہوتے ہیں۔ایسے مصائب مومنوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔(تیسیر القرآن:4/466,465)

(4) یعنی کائنات کا کوئی ذرہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور تقدیر کے بغیر نہیں ہلتا۔اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پہ مصیبت پہنچی پھر اس پر صبر کرے اور اس کی رضا پر راضی رہے اور اس کی قضا کے آگے سر تسلیم خم کر دے اور اپنی بہتری کی امید رکھے تو اس کے دل کی کھوئی ہوئی دنیا کے لیے ہدایت کی درخشانی اور یقین کی چمک پیدا کر دیتا ہے اور کبھی اس کے بدلے دنیا ہی میں اس کے برابر یا اس سے زیادہ نعمت مل جاتی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مصائب سے انسان کے ایمان و یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اسے پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ جو مصیبت آئی وہ ٹلنے والی نہ تھی اور جو نہیں آئی وہ آنے والی نہ تھی۔

(5) (i) مومن پر دو چیزیں واجب ہیں سعی اور توکل۔سعی سے مراد خیر کے حصول اور نقصان سے بچنے کے لیے استطاعت کے مطابق اس راستے پر چلنے کی کوشش کرنا (ii) دوسرے اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے واقع ہوتی ہے پھر نہ وہ غم کھاتے ہیں اور جو شر واقع ہوتا ہے اس پر غمگین نہیں ہوتے اور خوشی کے موقع یا خیر پہنچنے پر اتراتے نہیں۔

سوال 2: ﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے۔اور وہ جانتا ہے کہ کسی پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اس کے دل کو اپنے حکم سے سر تسلیم خم کرنے کی توفیق دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہو جاتا ہے۔

(2) جو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو بھلائی میں اضافے کے لیے کھول دیتا ہے اور اس کے قدم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں چلا دیتا ہے اور اس سے عظیم اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے خیر کے کاموں میں آگے نکل جاتا ہے اور غم و حزن کے موقع پر اسے راحت ملتی ہے اور نفس کو اطمینان ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر وہ اعتماد کرتا ہے۔(تفسیر مراغی:107/10)

(3) پھر جب وہ اس حقیقت پر ایمان لے آیا کہ یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تب اس پر راضی ہوا اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو ہدایت سے بہرہ مند کر دیتا ہے، پس وہ مطمئن ہو جاتا ہے، تب وہ مصائب کے وقت گھبراتا نہیں

جیسا کہ اس شخص کا وطیرہ ہے جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرتا ہے اور مصائب کے وارد ہونے پر اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی اور موجبات صبر کو قائم کرنے کی توفیق سے نوازتا ہے، اس سے اس کو دنیاوی ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ، جزا و سزا کے دن کے لئے ثواب کو ذخیرہ کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قُلۡ يٰعِبَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈر جاؤ، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی، بڑی بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا۔'' (الزمر:10) اس سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ جو کوئی مصائب کے وارد ہونے پر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر کا لحاظ نہیں کرتا بلکہ محض اسباب کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے، تو اسے بے یارومددگار چھوڑ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔ جب بندہ نفس پر بھروسا کرتا ہے تو نفس کے پاس چیخ و پکار اور بے صبری کے سوا کچھ نہیں، یہ وہ فوری سزا ہے جو آخرت کی سزا سے پہلے بندے کو اس دنیا میں اس پاداش میں ملتی ہے کہ اس نے صبر میں کوتاہی کی جو اس پر واجب تھا۔ (تفسیر سعدی:2784,2783/3)

(4) اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے تو مصائب کے خاص وقت میں بھی اللہ اس کے دل کو ہدایت عطا کرتا ہے۔ رہی وہ چیز جو عموم لفظی کی حیثیت سے اس سے تعلق رکھتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ہر وہ شخص جو ایمان لایا، یعنی ایسا ایمان جو مامور بہ ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا۔ پھر ایمان جن لوازم و واجبات کا تقاضا کرتا ہے، اس کے ایمان نے ان کی تصدیق کی۔ بلاشبہ یہی سبب جس کو بندے نے اختیار کیا، اس کے اقوال و افعال، اس کے تمام احوال اور اس کے علم و عمل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ہدایت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ یہ بہترین جزا ہے جو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عطا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اہل ایمان کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں ثابت قدمی سے بہرہ مند کرتا ہے۔﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ وَيَفۡعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' (ابراہیم:27) پس اہل ایمان کے دل لوگوں میں سب سے زیادہ راہ ہدایت پر ہوتے ہیں اور وہ گھبراہٹ اور خوف کے موقعوں پر سب سے زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایمان ہے۔ (تفسیر سعدی:2784,2783/3)

(5) سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے

بہتر ہے ( کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے )۔(مسلم:7500)

(6)﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اشیاء کا کامل علم رکھتا ہے وہ دلوں اور ان کے احوال کا کامل علم رکھتا ہے اور وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کی خبر رکھتا ہے۔اس لیے اس سے ڈر جائیں اور پوشیدہ اعلانیہ معاملات کی نگہبانی کریں۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:﴿أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ﴾ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گو یا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا '' (بخاری:50)

(7) یعنی تمہارے ایمان کے مراتب تمہارے دلوں کے راز اور تمہارے اعمال کے حالات و آفات اور اس کے خلوص کا کامل علم رکھتا ہے۔(تفسیر قاسمی:184/16)

سوال3:اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کیسے ہدایت دیتا ہے؟

جواب:سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے دل میں یہ یقین پختہ کر دیتا ہے کہ اسے جو پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے پہنچتا ہے جس سے وہ جان لیتا ہے کہ جو اسے پہنچتا ہے وہ پہنچ کر رہنا ہے اور جو چیز اسے نہیں پہنچی وہ نہیں پہنچ سکتی۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہنچنے والی مصیبت سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں۔انسان مصیبت میں دعائیں کرتا ہے تو اس یقین کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ میرے حال سے باخبر ہے اور اللہ تعالیٰ میری مصیبت دور کر سکتا ہے۔یوں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مصیبت سے اللہ تعالیٰ کے علم کا شعور یقینی طور پر ملتا ہے۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر محض صاف صاف پہنچا دینا ہے''(12)

سوال1:﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر محض صاف صاف پہنچا دینا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اس کے اوامر کی تعمیل کریں اور نواہی سے اجتناب کر کے ان کی اطاعت کریں۔

(2) رب العزت نے اطاعت کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اطاعت پر ہی فلاح کا دارومدار ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے مصائب سے بندہ مومن کو نکال کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں مشغول ہو جانے کا حکم دیا۔

(4) یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب کی اطاعت کر کے اس کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ان کی شخصی اطاعت کرو اور ان کی وفات کے بعد ان کی سنت کی اطاعت کرو۔ (5) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔

(6) ﴿فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ﴾ ''اگر تم پھر جاؤ'' یعنی اگر وہ اس دعوت سے منہ موڑیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کریں تو ہمارے رسول کو نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری صرف بلاغ مبین، کھلم کھلا پہنچا دینا ہے۔

(7) یعنی ہدایت دینا رسول کے اختیار میں نہیں کیونکہ رسول کا کام صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

(8) ﴿فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ فَاِنَّ الۡاِنۡسَانَ كَفُوۡرٌ﴾ ''پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا۔ آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔ اور یقیناً جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اُس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو کوئی مصیبت آ جاتی ہے اس کے سبب جو اُن کے اپنے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے۔'' (الشوریٰ:48)

(9) امام زہری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام بھیجنا ہے، رسول اللہ ﷺ کا کام اس پیغام کو (لوگوں تک) پہنچا دینا ہے اور ہمارا فرض اسے تسلیم کر لینا ہے۔ (بخاری قبل الحدیث:7530)

(10) ﴿فَذَكِّرۡ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ (۲۲)﴾ ''پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے ہی والے ہیں۔ آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' (الغاشیہ:22,21)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت کا مطالبہ کیوں کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت کا مطالبہ اس لئے کیا ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

## ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' (13)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی جس نے تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس کے سوا عبادت کسی کے لائق نہیں، کسی کا حق نہیں کیونکہ وہ خالق، رازق، اور تمہاری زندگی کا مدبر ہے۔ (ایسر التفاسیر:1648) (2) وہ اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا ہر معبود باطل ہے۔ وہی عبادت اور الوہیت کا مستحق ہے۔

(3)﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور ایمان والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے لہٰذا ایمان والوں کو جو معاملہ بھی پیش آئے انہیں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا چاہیے۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ ''وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ۔'' (المزمل:9)

(4) پس اہل ایمان کو ہر معاملے میں جو بھی انہیں پیش آئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ کوئی معاملہ آسان نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر بندے کا اعتماد اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک بندے کا اپنے رب کے ساتھ حسن ظن نہ ہو اور اس معاملے میں اس کے کافی ہونے کا وثوق نہ ہو جس پر بھروسا کر رہا ہے اور بندے کے ایمان کے مطابق اس کے توکل میں قوت اور ضعف ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2784/3)

سوال 2: توکل کرنے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: توکل کرنے کا مطلب ہے کہ: (1) اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں۔ (2) اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کریں۔

(3) اپنے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے لیے دشمن ہیں سو اُن سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (14)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے لیے دشمن ہیں سو اُن سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' بیوی بچوں سے ہوشیار رہنے کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے لیے دشمن ہیں سو اُن سے ہوشیار رہو'' رب العزت نے ایمان والوں کو بیوی بچوں سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ بعض کی بیویاں دشمن ہو جاتی ہیں اور بعض کی اولاد دشمن ہو جاتی ہے۔

(2) بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بیویاں شوہروں کو اور بچے ماں باپ کو نیک اعمال سے روک دیتے ہیں۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے آیت: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ ''اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے، انہوں نے مدینہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا مگر ان کے بیوی بچوں نے اصرار کیا کہ وہ انہیں چھوڑ کر نہ جائیں۔ بہر حال جب وہ ( کچھ عرصہ بعد ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ ( پہلے آنے والے ) لوگوں نے دین میں کافی سمجھ بوجھ حاصل کر لی ہے، تو انہوں نے بیوی بچوں کو ( پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ) سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: (ترمذی:3317)

(4) سیدنا ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سرخ رنگ کے لمبے لمبے کرتے پہنے ہوئے آ گئے۔ کیفیت یہ تھی کہ دونوں بچے کرتوں میں الجھ کر گرتے پڑتے آ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جب ان پر پڑی تو آپ منبر سے اتر کر انھیں اٹھا لائے اور انھیں اپنے سامنے بٹھا کر فرمانے لگے: ''سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے: ﴿اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ''تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں۔'' میں ان دونوں بچوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر صبر نہ کر سکا، آخر میں نے خطبہ چھوڑ کر انھیں اٹھا لیا۔'' (ترمذی:3774، ابوداود:1109)

(5) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ ان میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ دشمن وہ ہوتا ہے جو تمہارے خلاف برائی کا ارادہ رکھتا ہو اور تمہارا وظیفہ ( ذمے داری ) ایسے شخص سے بچنا ہے جس کی یہ صفت ہو۔ بیویوں اور اولاد کی محبت نفس کی جبلت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی ایسی محبت کے بارے میں نصیحت کی ہے جو ان کے لئے بیوی اور اولاد کے ایسے مطالبات کے سامنے جھکنے کا موجب بنتی ہے جس میں کوئی شرعی ممانعت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے احکام کی تعمیل اور اس ثواب عظیم کے لئے اس کی رضا کو مقدم رکھنے کی ترغیب دی ہے جو بلند مطالب اور عالی قدر محبت پر مشتمل ہے اور اس امر کی ترغیب دی ہے کہ وہ آخرت کو ختم ہو جانے والی فانی دنیا پر ترجیح دیں۔ (تفسیر سعدی:2785/3)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنا دی گئی، جو عورتیں اور بیٹے اور سونا چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان زدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔'' (آل عمران:14)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مکہ میں بعض لوگ مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا چاہتے تھے مگر بیوی

بچوں کی محبت آڑے آرہی تھی اس لیے ہجرت نہ کرتے تھے۔ایک عرصہ کے بعد جب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا لوگ دینی مسائل بہت کچھ سیکھ چکے اور یہ ان سے بہت پیچھے رہ گئے۔اب انہوں نے بچوں کو سزا دینی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(8)﴿وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا﴾اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو“یعنی اے مومنو!اگر تم معاف کردو گے اور درگزر کرو گے اور بخش دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرما کر انہیں بخش دے گا۔(ترمذی)

(9)عمل کی جزا اس کی جنتیں ہوتی ہیں لہذا جو کوئی معاف کردے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردیتے ہیں اور جو درگزر کرتا ہے،اللہ تعالیٰ بھی اس سے درگزر کرتا ہے۔جو اس کے بندوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی اور بندوں کی محبت عطا کرتے ہیں اس طرح وہ کامیاب ہوجاتا ہے۔

(10)﴿فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾”یقینا اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے“یعنی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے جو دوسروں کے گناہ معاف کرتا ہے اور رحم کرنے والے پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔

(11)جو بندہ اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتا ہے تو وہ غفور گناہ بخش دیتا ہے اور وہ رحیم ہے وہ توبہ کرنے والے پر توبہ کرنے کے بعد بھی پلٹ جاتا ہے۔(جامع البیان:133/28)

(12)اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور رحیم کی طرف متوجہ کر کے انہیں معاف کرنے کے لئے تیار کیا۔اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا کہ اللہ تعالیٰ پچھلے گناہوں،غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کہ اُس نے رحمت سے ایمان قبول کرنے اور ہجرت کرنے کی توفیق دی۔جب اُس کی مغفرت نے تمہیں ڈھانپ لیا اور اس کی رحمت سے تمہیں معاف کردیا تو تم بھی معاف کردو۔

سوال 2:بیوی بچے ایمان والے کے کیسے دشمن بن جاتے ہیں؟

جواب:جب بیوی بچے نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دشمن ہیں کیونکہ کوئی خیر خواہ بھلائی سے نہیں روک سکتا۔

سوال 3:اللہ تعالیٰ نے بیوی بچوں کی دشمنی کے بارے میں کیا حکم دیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اُس سے بچ جاؤ یعنی اُن کے پیچھے لگنے سے بچو۔بچوں کو ایمان اور نیک اعمال کا خوگر بناؤ انہیں نیکی کے راستے پر چلاؤ اور اپنی آخرت خراب ہونے سے بچالو۔

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾

”تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے“(15)

سوال1:﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے'' مال اور اولاد آزمائش ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ مال اور اولاد دے کر آزماتا ہے تو کوئی فرماں برداری کرنے والا ہے اور کوئی نافرمانی کرنے والا ہے۔

(2) انسان کو اولاد کی محبت قطع رحمی اور گناہوں پر مجبور کر دیتی ہے۔

(3) سیدنا کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔'' (ترمذی:2336)

(4)﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے لیے عظیم ثواب ہے جب کہ اپنی اولاد اور اپنی بیویوں کی مخالفت برداشت کرتے ہو۔ تم اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہو اور جنت میں ایسے لوگوں کے لیے اجر عظیم ہے۔

سوال2: مال اور اولاد کی آزمائش میں انسان کیسے کامیاب ہو سکتا ہے؟

جواب: مال اور اولاد کی آزمائش میں انسان تبھی کامیاب ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہ کی جائے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم کس کے لئے ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا اجر عظیم اس کے لئے ہے:

(1) جو مال اور اولاد کی محبت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دیتا ہے۔ (2) جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رُکتا ہے۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرتے رہو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں'' (16)

سوال1:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرتے رہو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو'' اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ اس کی اطاعت اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے بچنے کا نام ہے۔

(2) یعنی جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

(3) ابن ابی حاتم نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت ﴿اتقوا الله حق تقاته﴾ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عمل کرنا شاق ہو گیا چنانچہ وہ نفلوں میں اس قدر کھڑے ہوتے کہ ان کے قدموں پر سوج آجاتی اور چہرے پھٹ جاتے تھے تب مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے تخفیف نازل فرمائی۔ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (تفسیر ابن عباس: 3/383)

(4) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ واجب جس کو ادا کرنے سے بندہ عاجز ہو، اس سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر کچھ امور پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور کچھ پر قدرت نہیں رکھتا تو وہ انہی امور پر عمل کرے گا جن پر عمل کرنے کی وہ قدرت رکھتا ہے اور جن پر عمل کرنے سے عاجز ہے وہ اس سے ساقط ہو جائیں گے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس شرعی قاعدے میں اتنی زیادہ فروع داخل ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ (تفسیر سعدی: 3/2786،2787)

(5) ﴿وَاسْمَعُوْا﴾ ''اور سنو'' یعنی اللہ تعالیٰ جو نصیحت کریں تم اسے سنو، جان لو اور سر جھکا دو۔

(6) ﴿وَاَطِيْعُوْا﴾ اور اطاعت کرو'' یعنی اپنی زندگی کے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب سمع و اطاعت پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کیا کرتے تھے، تو آپ ﷺ ہم سے فرمایا کرتے تھے: ''جہاں تک تم سے ہو سکے۔'' (بخاری: 7202)

(8) ﴿وَاَنْفِقُوْا﴾ ''اور خرچ کرتے رہو'' اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرو اس میں واجب اور مستحب انفاق آجاتے ہیں۔

(9) ﴿خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ﴾ ''یہی تمہارے لیے بہتر ہے'' یعنی تمہارا خرچ کرنا تمہارے لیے دنیا و آخرت میں بہتر ہوگا۔

(10) خیر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں ہے اور اس کی نصیحت قبول کرنے میں اور شر اس کی مخالفت کرنے میں۔

(11) ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں'' یعنی جس کو مال خرچ کرنے کی توفیق دے دی گئی وہ فلاح پانے والا ہے۔

(12) کیونکہ بخیل انسان اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے روکتا ہے تو جیسے نفس کے بخل سے بچا کر مال خرچ کرنے کی توفیق دی گئی ہے تو وہ فلاح پا گیا۔ (14) جس کا نفس سخی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت پر شرح صدر کے ساتھ مطمئن ہو جاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ ''سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا

جاتا ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔" (محمد:38)

(15) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان بیک وقت کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔" (نسائی:3112)

سوال 2: دنیا کی آزمائشوں سے بچنے کے لئے مومن کو کیا لائحہ عمل دیا گیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو۔ (2) سنو اور اطاعت کرو۔ (3) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔

سوال 3: سننے کے ساتھ اطاعت کی شرط کیوں لگائی گئی؟

جواب: صرف سننا بے فائدہ ہے اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔

سوال 4: اطاعت سے پہلے سماعت کی بات کیوں کی گئی؟

جواب: یہ بات اس لئے کی گئی کہ توجہ سے اور غور سے سُننے پر ہی عمل ہو سکتا ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہر طرح کا خرچ ہے زکوٰۃ بھی صدقات بھی۔

سوال 6: کون سا انسان کامیاب ہے؟

جواب: جس کو اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا وہ کامیاب ہے۔

﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾

"اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے تو وہ اُسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان، بے حد بردبار ہے" (17)

سوال: ﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ "اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے تو وہ اُسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان، بے حد بردبار ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ "اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے" یعنی جب بھی تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی حلال کمائی سے خرچ کرو گے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور صحیح مقام پر خرچ ہو تو وہ قرض حسنہ قرار دیا گیا۔

(2) اللہ رب العزت نے اپنی شفقت سے انفاق کو اپنے ذمے قرض قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون مال کو بڑھا سکتا ہے۔

(3)﴿يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ﴾ تو وہ اُسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا'' وہ تمہارے لیے صدقے کے اجر کو دس سے سات سو گنا اور اس سے بھی کئی گنا کرے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲۶۱) اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۲۶۲)﴾ ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اُگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر جو انہوں نے خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لاتے ہیں اور نہ ہی کوئی تکلیف پہنچانا، اُن کے لئے اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے اور اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (البقرہ:262,261)

(4)﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:245)

(5)﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ تو وہ اُسے کئی گنا تک اُس کے لئے بڑھا دے اور اُسی کے لیے باعزت اجر ہے۔'' (الحدید:11)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ لے لیتا ہے پھر اس کو صدقہ دینے والے کے لیے بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچے کو بڑھائے یہاں تک کہ وہ (کھجور کے برابر والا صدقہ احد) پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (بخاری:1410)

(7)﴿وَيَغْفِرْ لَكُمْ﴾ ''اور تمہیں بخش دے گا'' یعنی تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا۔

(8)﴿وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان'' یعنی وہ کم قبول کر کے کثیر بدلہ عطا کرتا ہے۔

(9)﴿حَلِيْمٌ﴾ ''بے حد بردبار ہے'' جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف کرتا ہے اور ان کے گناہ ڈھانپ دیتا ہے اور برائیوں کو دور کر دیتا ہے۔

(10) جو اس کی نافرمانی میں تیزی کرتا ہے اور اسے پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطحِ زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ اُنہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آ جائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (فاطر:45)

## ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (18)

سوال: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا'' یعنی وہ ان ساری مخلوقات کا علم رکھتا ہے جنہیں لوگ دیکھتے ہیں اور جن کا وہ علم نہیں رکھتے۔ (2) رب العزت نے انفاق کی ترغیب دی ہے کہ جو کام چھپا کر کرتے ہو اس سے مخفی نہیں ہے۔

(3) ﴿الْعَزِيْزُ﴾ ''سب پر غالب'' جو ہر چیز کے کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے جس کے مقابلے میں نہ کوئی غالب آسکتا ہے، نہ رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیب کے علم سے اپنے غلبے کا شعور دلایا ہے۔

(4) ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' جو اپنے خلق اور امر میں حکمت والا ہے، جو چیزوں کو اپنے مقام پر رکھتا ہے۔ وہ اشیاء کو اپنے مقام پر رکھتا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ نے غیب کو چھپا لینے اور حاضر کو سامنے رکھنے سے اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے۔

**ایاتها ۱۲ | ۶۵ سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ۹۹ | رکوعاتها ۲**

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس میں 2 رکوع اور 12 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 65 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 11 ہے۔

### رکوع نمبر 17

**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۗ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾

''اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں اُن کی عدت میں طلاق دو اور عدت کو شمار کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے تم اُنہیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بلاشبہ اُس نے خود پر ہی ظلم کیا ہے آپ نہیں جانتے اس کے بعد شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے'' (1)

سوال 1: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ﴾ ''اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں اُن کی عدت میں طلاق دو اور عدت کو شمار کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ ''اے نبی!'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ اور اہل ایمان سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔

(2) ﴿اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ﴾ ''جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو'' جب تم انہیں طلاق دینے کا ارادہ کرو۔ یعنی طلاق کی شرعی وجہ تلاش کرو اور اگر سبب مل جائے تو طلاق میں جلدی نہ کرو۔

(3) ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ ''تو انہیں اُن کی عدت میں طلاق دو'' یعنی ان کو ان کی عدت کے لئے طلاق دو، وہ اس طرح کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کے طاہر ہونے کی حالت میں، نیز اس طہر میں اس سے مجامعت کئے بغیر طلاق دے، پس یہی وہ طلاق ہے جس میں عدت واضح ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر اس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو وہ اس حیض کو شمار نہیں کرے گی جس کے دوران طلاق واقع ہوئی ہے، تو سبب سے اس پر عدت کا عرصہ طویل ہو جائے گا۔ (تفسیر سعدی: 2789/3)

(4) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تو اس وقت وہ حائضہ تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ رجعت کر لیں اور انہیں اس وقت تک اپنے ساتھ رکھیں جب تک وہ اس حیض سے پاک ہونے کے بعد پھر دوبارہ حائضہ نہ ہوں۔ اس وقت بھی ان سے کوئی تعرض نہ کریں اور جب وہ اس حیض سے بھی پاک ہو جائیں تو اگر اس وقت انہیں طلاق دینے کا ارادہ ہو تو طہر میں اس سے پہلے کہ ان سے ہم بستری کریں طلاق دیں۔ پس یہی وہ وقت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دی جائے۔ (صحیح بخاری: 5332)

(5) ﴿وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ ''اور عدت کو شمار کیا کرو'' یعنی عدت حیض شمار کرو یہاں تک کہ تمہارے لیے مراجعت کا امکان ہو۔

(6) یعنی 3 حیض شمار کر لو جو کامل ہیں اس میں کمی نہ ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: آغاز اور انجام یاد رکھو اور عدت کی مدت کی حفاظت کرو۔ عورت کی عدت کی حفاظت کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ عورت کی عدت لمبی ہو جائے اور وہ نکاح نہ کر پائے۔ (الاساس فی التفسیر: 5973/10)

(7) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے'' یعنی تمام امور میں تقویٰ اختیار کرو اور طلاق یافتہ بیویوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو۔

سوال2:﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ ''تم اُنہیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ﴾ ''تم اُنہیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو'' یعنی عدت کے دوران عورتوں کو گھروں سے نہ نکالو بلکہ مطلقہ اس گھر میں رہے جس گھر میں شوہر نے اس کو طلاق دی ہے۔ مطلقہ کو گھر سے نکالنے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ بیوی کو گھر فراہم کرنا شوہر پر واجب ہے تا کہ وہ اس گھر میں رہ کر عدت پوری کر سکے جو شوہر کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2789)

(2) عورتوں کو گھروں سے نہ نکالنے کا حکم اس لیے ہے کیونکہ اس مدت میں نفقہ اور مکان شوہر کے ذمہ ہے۔

(3)﴿وَلَا يَخْرُجْنَ﴾ ''اور نہ ہی وہ خود نکلیں'' یعنی طلاق یافتہ بیویوں کے لیے ان کے گھروں سے نکلنا جائز نہیں۔ مطلقہ عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شوہر کے حق کو ضائع کرتی ہے عدت پوری ہونے تک یہ حکم برقرار رہے گا۔

(4) یہ حکم اس مطلقہ کے لئے ہے جو رجعی طلاق کی عدت گزار رہی ہو۔ وہ مطلقہ جس کی طلاق بائنہ ہو، اس کو سکونت فراہم کرنا واجب نہیں کیونکہ سکونت نان ونفقہ کے تابع ہے اور نان ونفقہ صرف اس مطلقہ کے لئے ہے جسے رجعی طلاق دی گئی ہو اور جس کو طلاق بائنہ دی گئی ہو اس کے لئے نان ونفقہ نہیں ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2789)

(5)﴿اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ ''مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں'' کھلی بدکاری سے مراد زنا ہے اور بعض مفسرین کے بقول بدکاری اور بدزبانی بھی۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''عورت کا عدت پوری ہونے سے پہلے (بلاضرورت) نکلنا (بجائے خود) کھلی بدکاری ہے۔ (شوکانی)(اشرف الحواشی:1/666)

(6)﴿بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ ''کھلی بدکاری'' سے مراد نشوز کی بداخلاقی اور زبان درازی کی یعنی یہ طلاق کے بعد عدت کے شمار اور بیوہ عورت کے گھر سے نکلنے کے بارے میں یعنی جب تک اس کی عدت باقی ہو۔ (ایسر التفاسیر:164)

سوال3:﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بلاشبہ اُس نے خود پر ہی ظلم کیا ہے آپ نہیں جانتے اس کے بعد شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے احکام اور اس کے محارم ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر:3/375)

(2) جو حرمتوں کے پردے چاک کرتا ہے وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑتا اپنا ہی کچھ بگاڑے گا۔﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بلاشبہ اُس نے خود پر ہی ظلم کیا ہے۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی اتباع

میں سے، جن میں دنیا و آخرت کی اصلاح ہے، اپنے حصے کو ضائع کیا۔ (تفسیر سعدی:2790/3)

(3)﴿لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا﴾ ''آپ نہیں جانتے اس کے بعد شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے طلاق کو مشروع کر کے عدت کے ذریعے محدود کیا ہے۔ عدت میں بڑی حکمت ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل میں محبت پیدا کر دے پھر وہ بیوی کی جدائی پر نادم ہو جائے اور رجوع کرنا چاہے۔

(4) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شوہر نے کسی خاص وجہ سے طلاق دی ہو اور عدت کی مدت میں وہ وجہ دور ہو جائے اور مرد اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ (5) ہوسکتا ہے کہ عدت کی مدت میں عورت کا حمل ظاہر ہو جائے۔

سوال 4: عدت کے آغاز سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اس سے مباشرت کے بغیر طلاق دے دو یہی مسنون طریقہ ہے۔

سوال 5: طلاق دینے کا غلط طریقہ کیا ہے؟

جواب: (1) حیض کی حالت میں طلاق دینا۔

(2) جس طہر میں مباشرت کی ہو اس میں طلاق دینا۔ ایسی طلاق کو طلاق بدعی کہتے ہیں۔

سوال 6: عدت کا حساب رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد عدت کی ابتدا اور انتہا کا حساب رکھنا ہے۔

سوال 7: عدت کا حساب رکھنے کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: (1) عورت عقد ثانی کر سکتی ہے۔

(2) مرد رجوع کرنا چاہے تو پہلی اور دوسری طلاق میں ہی رجوع کر سکتا ہے۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: معاملات میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی انسان کو حق پر قائم رکھتا ہے تو حق پر رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمۡ يُوۡعَظُ بِهٖ مَنۡ كَانَ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا﴾

''چنانچہ جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو اُن کو معروف کے مطابق روک لو یا معروف کے مطابق ان کو جدا کر دو اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ بنالو اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کرو۔ اس کے ساتھ تم میں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے'' (2)

سوال1: ﴿فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو اُن کو معروف کے مطابق روک لو یا معروف کے مطابق ان کو جدا کر دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں'' یعنی جب طلاق یافتہ عورت کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو دو میں سے کسی ایک بات کا پختہ ارادہ کر لے یا تو اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کر لے یا اسے چھوڑ دینے کا ارادہ کر لے۔ کیونکہ اگر عدت پوری ہوگئی تو شوہر کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

(2) ﴿فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ﴾ ''تو اُن کو معروف کے مطابق روک لو'' یعنی یا تو حسن معاشرت کے طور پر انہیں روک لو کیونکہ برائی کے ارادے سے طلاق یافتہ عورت کو روکنا جائز نہیں ہے اس لیے ضرر پہنچانے یا محض اپنی قید میں رکھنے کے لیے عورت کو روکے رکھنا جائز نہیں۔

(3) ﴿اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ﴾ ''یا معروف کے مطابق ان کو جدا کر دو'' یا برا بھلا کہے بغیر اسے عدت پوری ہونے پر چھوڑ دے۔

(4) یہ اس طرح ہو کہ جو مہر کا حصہ ہے وہ واپس کر دے غنی ہو یا فقیر اپنی استطاعت کے مطابق کچھ دے دلا کر رخصت کرے۔

سوال2: ﴿وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمۡ يُوۡعَظُ بِهٖ مَنۡ كَانَ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ﴾ ''اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ بنالو اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کرو۔ اس کے ساتھ تم میں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ﴾ ''اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ بنالو'' یعنی نکاح، طلاق اور رجوع پر گواہ کر لو۔ نکاح کے موقع پر گواہی نکاح کا رکن ہے۔ اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہوگا۔ جہاں تک طلاق اور رجوع کا تعلق تو وہ دونوں گواہی کے بغیر بھی درست ہو جاتی ہیں۔ (2) ﴿وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ﴾ ''اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ بنالو'' یعنی طلاق اور رجوع مل کر دو عادل مردوں کو گواہ کر لو۔ (3) گواہوں کے لیے عادل ہونا شرط ہے۔ اور یہ کہ مسلمان ہوں کافر نہ ہوں۔ (ایسر التفاسیر: 1644)

(4) ﴿وَاَقِيۡمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾ ''اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کرو'' یعنی جب بھی گواہی دیں حق پر دیں۔ اور ٹھیک گواہی دو جب بھی تمہیں گواہی کے لیے بلایا جائے۔ (جامع البیان: 145/28)

(5) یعنی کسی کمی بیشی کے بغیر گواہی کو اسی طرح ادا کرو جس طرح کہ وہ حقیقت میں ہے گواہی دینے میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھو اور گواہی میں کسی رشتے دار کی، اس کی رشتے داری اور کسی دوست کی، اس کی محبت کی وجہ سے رعایت نہ رکھو۔ (تفسیر سعدی: 2791,2790/3)

سوال 3: ﴿ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اس کے ساتھ تم میں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكُمْ﴾ ''یہ'' یعنی یہ جو تمہارے لیے احکام اور حدود بیان کیے ہیں۔

(2) ﴿يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اس کے ساتھ تم میں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان صاحب ایمان پر واجب ٹھہراتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرے اور جتنے بھی نیک اعمال ممکن ہیں اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجے۔ اس شخص کے برعکس جس کے دل سے ایمان کوچ کر گیا، پس اسے کوئی پروانہیں ہوتی کہ اس نے کیا برائی آگے بھیجی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ کی تعظیم بھی نہیں کرتا کیونکہ اس کا موجب معدوم ہے۔ (تفسیر سعدی:2781/3)

(3) ان معاملات پر گواہ بنانے اور درست ادا کرنے کا حکم وہ شخص مانے گا جس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہوگا۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہو۔

سوال 4: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) شعبی رحمہ اللہ اور ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جو شخص مسنون طریقہ سے طلاق دیتا ہے اللہ تعالیٰ عدت میں رجوع کے لئے اس پر راستہ کھول دیتا ہے یا مصیبت میں صبر پر دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل ہونے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ یہ قول کلبی کا ہے۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ حرام کاموں سے بچنے کا راستہ نکال دیتا ہے وغیرہ آیت اپنے تمام عموم کے اعتبار سے ان تمام اقوال کو شامل کیا ہے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:666/1)

(2) ابن ابی حاتم میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت ہی جامع آیت ہے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:666/1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ اور سب سے زیادہ کشادگی کا وعدہ اس آیت ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ﴾ میں ہے۔ مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دے گا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے خیال و گمان تک نہ ہو۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہر کرب و بے چینی سے نجات دے گا۔ سیدنا ربیع رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگوں پر جو کام بھاری ہو اس پر آسان ہو جائے گا۔ سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ اسے نکاسی اور نجات دے گا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے۔ سیدنا قتادہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچا لے گا اور روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں گمان بھی نہ ہو۔ سیدنا سدی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے یہ معنی ہیں کہ

سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کرے۔ (ابن کثیر:373)

(3) چونکہ طلاق کبھی کبھی تنگی، کرب اور غم میں مبتلا کر دیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے اور اس شخص کے ساتھ جو طلاق وغیرہ میں تقویٰ پر مبنی رویہ اختیار کرتا ہے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کے لئے کشادگی اور (رنج وغم سے) نجات کی راہ نکالے گا، لہٰذا جو کوئی طلاق کا ارادہ کرے تو وہ شرعی طریقے سے طلاق دے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک ہی طلاق دے اور وہ حیض میں نہ ہو، نہ ایسے طہر میں ہو جس میں اس نے مطلقہ کے ساتھ مجامعت کی ہو، تو اس کے لئے معاملہ تنگی کا حامل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے فراخی اور وسعت پیدا کرتا ہے، جب اسے طلاق پر ندامت ہوتی ہے تو نکاح کے لئے مطلقہ کی طرف رجوع کرنا ممکن ہوتا ہے۔ آیت کریمہ اگرچہ طلاق اور رجوع کے سیاق میں ہے مگر اعتبار عموم لفظ کا ہے، پس ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اپنے احوال میں اس کی رضا کا التزام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے ثواب سے بہرہ مند کرتا ہے۔ منجملہ اس کا ثواب یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی سختی اور مشقت میں سے اس کے لئے فراخی اور نجات کا راستہ پیدا کرتا ہے جیسا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے فراخی اور نجات کی راہ نکالتا ہے اور جو کوئی اس سے نہیں ڈرتا وہ بوجھ تلے اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا پڑا رہتا ہے جن سے گلوخلاصی اور ان کے ضرر سے نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ طلاق کے معاملے میں اس پر غور کیجئے کیونکہ جب بندہ طلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا بلکہ حرام کردہ طریقے سے طلاق دیتا ہے، مثلاً یک بارگی تینوں دے دینا وغیرہ، تو اسے ایسی پشیمانی ہوگی کہ جس کا تدارک کرنا اور اس سے نجات حاصل کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ (تفسیر سعدی:3/279)

سوال 5: عدت پوری کرنے کے قریب ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے تین حیض کی مدت پوری ہو جائے تو رجوع کرنا ہو تو مدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لو۔ (2) معروف طریقے سے اپنے سے جدا کرو۔ (3) جدا کرنے کے لئے دو عادل شخصوں کو گواہ کر لو۔ اور گواہ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں۔

﴿وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَىۡءٍ قَدۡرًا﴾

''اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہنے والا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے'' (3)

سوال 1: ﴿وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَىۡءٍ قَدۡرًا﴾ ''اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہنے والا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ ''اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا'' یعنی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے وہ ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ کیا ہو۔

(2) یعنی اس کے رزق کے لیے ایسے اسباب پیدا کیے جاتے ہیں جن کو نہ وہ جانتا ہے نہ اسے علم ہوتا ہے۔(تفسیر جامع البیان:146/28)

(3) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:﴿يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ سے مراد ہے امور میں شبہات اور موت کے وقت اسے کرب سے بچا لیا جاتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیا جاتا ہے جس کی امید تک نہیں ہوتی۔(تفسیر جامع البیان:147/28)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں بھی نجات دے گا(الدر المنثور:353/6)

(5)﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کافی ہو جاتا ہے۔ یعنی کسی نفع مند چیز کو حاصل کرنے اور ضرر رساں چیز کو ہٹانے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے۔﴿فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''تو وہی اُس کو کافی ہے'' اس معاملے میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن (سواری پر) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تجھے چند (اہم) باتیں بتلاتا ہوں (انہیں یاد رکھ)۔ تو اللہ تعالیٰ کے (احکام) کی حفاظت کر! اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ، تو اس کو اپنے سامنے پائے گا (یعنی اس کی حفاظت کر مدد تیرے ہم رکاب رہے گی)۔ جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کر جب تو مدد چاہے (ماورائے اسباب طریقے سے) تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لکھ دیا ہے اور وہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہین پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے (یعنی لکھ کر فارغ ہو گئے) اور صحیفے (نوشتہ ہائے تقدیر) خشک ہو گئے۔(ترمذی:2516)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اللہ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔'' (جامع ترمذی:2344)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اونٹ کو پہلے باندھ دوں پھر اللہ پر توکل کروں یا چھوڑ دوں پھر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا: اسے باندھ دو، پھر توکل کرو۔(جامع ترمذی:2517)

(8) اللہ رب العزت نے توکل کے لیے تدبیر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا

﴿تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور جو تم استطاعت رکھتے ہو ان کے (مقابلے) کے لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، تم اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو خوف زدہ کرو گے، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الانفال:60)

(9)﴿اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمۡرِہٖ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے امر کو نافذ کرتا ہے اور اس کی مخلوق میں اس کی قضا جاری ہے۔

(10)﴿قَدۡ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیۡءٍ قَدۡرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جیسے چاہتا ہے احکامات نافذ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک مقدار اور وقت رکھا ہے۔ لہٰذا کسی مومن کو جانے والی چیز جس کی وہ امید رکھتا تھا اس پر غم نہیں ہونا چاہیے کیونکہ کام اپنے وقت پر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے وقت مقرر کر رکھا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ کُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَہٗ بِمِقۡدَارٍ﴾ اور ہر چیز اُس کے یہاں ایک اندازے سے ہے'' (الرعد:8) (تفسیر المراغی:10/120)

(11) سیدنا ربیع بن خیثم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر لازم کر رکھا ہے کہ جو اس پر توکل کرے گا وہ اس کے لیے کافی ہو جائے گا جو اس پر ایمان لائے گا وہ اس کو ہدایت دے گا۔ جو اس پر اعتماد کرے گا وہ اس کو نجات دے گا اور جو اس سے دعا کرے گا، وہ اس کی دعا قبول کرے گا اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ملتی ہے۔ ﴿وَ مَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ یَہۡدِ قَلۡبَہٗ﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے'' (التغابن:11) ﴿وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔'' (الطلاق:3) ﴿وَ مَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ہُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے گا تو یقیناً وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیا گیا۔'' (آل عمران:101) ﴿وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ﴾ ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں۔'' (البقرہ:186) نبی ﷺ نے فرمایا: جو یہ پسند کرتا ہو سب انسانوں سے زیادہ قوی ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے۔ (تفسیر الرازی الکبیر:70/34)

سوال 2: طلاق کے احکامات کے ساتھ رزق کی بات کیوں کی گئی؟

جواب: (1) یہ بات اس لئے کی گئی کہ بعض اوقات لوگ بیٹی کو طلاق کی بجائے صرف اس لئے طلاق کو روکنا چاہتے ہیں کہ پھر آئندہ رزق کا مسئلہ کیسے حل ہوگا۔ (2) بعض اوقات شوہر بھی اپنی کسی بیوی کو اسی وجہ سے لٹکتا چھوڑ دیتے ہیں کہ پڑی رہے ورنہ بیچاری کھائے گی کہاں سے؟ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ رزق تو اس کی ذمہ داری ہے اس کی فکر نہ کرو۔

سوال3: توکل کرنے والے کے لئے کیا خوش خبری ہے؟

جواب: (1) توکل کرنے والے کے لئے خوش خبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے کوئی اس کا راستہ روکنے والا نہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ نے تنگی اور آسانی کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

(2) کچھ لوگوں کے خیال میں اس سے مراد حیض اور عدت ہے جس کا اندازہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے۔

﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تمہیں شک ہو تو اُن کی عدت تین ماہ ہے اور اُن کی بھی جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا اور حمل والی عورتوں کی عدّت یہ ہے کہ وہ وضعِ حمل کر دیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا'' (4)

سوال1: ﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾ ''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تمہیں شک ہو تو اُن کی عدت تین ماہ ہے اور اُن کی بھی جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ﴾ ''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تمہیں شک ہو تو اُن کی عدت تین ماہ ہے'' یعنی وہ عورتیں جن کو بڑھاپے میں حیض آنا بند ہو گیا۔ وہ تین حیضوں کے بدلے تین ماہ کی عدت گزاریں گی۔ (2) ﴿وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾ ''اور اُن کی بھی جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا'' یہی معاملہ ان نابالغ بچیوں کا بھی ہے جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا۔

سوال 2: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ''اور حمل والی عورتوں کی عدّت یہ ہے کہ وہ وضعِ حمل کر دیں'' حاملہ عورت کی عدت کیا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ''اور حمل والی عورتوں کی عدّت یہ ہے کہ وہ وضعِ حمل کر دیں'' حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ اگرچہ وضع حمل طلاق یا شوہر کی وفات کے تھوڑی دیر بعد ہو جائے۔

(2) ایک شخص سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آنے والے نے پوچھا کہ آپ مجھے عورت کے متعلق مسئلہ بتائیے جس نے اپنے شوہر کی وفات کے چار مہینے بعد بچہ جنا؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس کا خاوند فوت ہو وہ عدت کی دو مدتوں میں جو مدت لمبی ہو اس کی رعایت کرے (ابو سلمہ نے بیان کیا کہ) میں نے عرض کیا کہ (قرآن مجید میں تو ان کی عدت کا یہ حکم ہے) حمل والیوں کی عدت ان کے حمل کا پیدا ہو جانا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی اس مسئلہ میں اپنے بھتیجے کے ساتھ ہی ہوں۔ ان کی مراد سیدنا ابو سلمہ بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے تھی آخر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کریب کو ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا یہی مسئلہ پوچھنے کے لیے۔ ام المومنین نے بتایا کہ سبیعہ اسلمیہ کے شوہر (سعد بن خولہ) شہید ہو گئے تھے وہ اس وقت حاملہ تھیں شوہر کی موت کے چالیس دن بعد ان کے یہاں بچہ پیدا ہوا پھر ان کے پاس نکاح کا پیغام پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا۔ ابو السنابل بھی ان کے پاس پیغام نکاح بھیجنے والوں میں سے تھے۔'' (صحیح بخاری:4909)

(3) روایت ہے ابی السنابل بن بعکک سے کہا وضع حمل کیا سبیعہ نے اپنے خاوند کے مرنے کے تیئیس دن یا پچیس دن بعد پھر جب نفاس سے پاک ہو چکیں تو زینت کی نکاح کے لئے سو اعتراض کیا ان لوگوں نے سو ذکر کیا گیا اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر نکاح کرے وہ تو کیا ہوا اس کی عدت تو پوری ہو چکی۔ (جامع ترمذی:1193)

سوال 3: ﴿وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا ۞﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا ۞﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا'' یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اطاعت کے کام کرے اور اس کے عذاب کے خوف سے نواہی کو چھوڑ دے اللہ تعالیٰ ایسے متقی کے کام آسان کر دے گا یعنی ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے نجات عطا فرمائے گا۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن (سواری پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تجھے چند (اہم) باتیں بتلاتا ہوں (انہیں یاد رکھ)۔ تو اللہ تعالیٰ کے (احکام) کی حفاظت کر! اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ، تو اس کو اپنے سامنے پائے گا (یعنی اس کی حفاظت کر مدد تیرے ہم رکاب رہے گی)۔ جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کر۔ جب تو مدد چاہے (ماورائے اسباب طریقے سے) تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لکھ دیا ہے اور وہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے (یعنی لکھ کر فارغ ہو گئے) اور صحیفے (نوشتہ ہائے تقدیر) خشک ہو گئے۔ (مسند احمد:2673، ترمذی:2516)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص فاقہ اور رزق کی تنگی میں مبتلا ہوا تو اس نے اپنی حالت زار لوگوں سے بیان کی (تاکہ وہ اس سے تعاون کریں) تو اس کا فاقہ کبھی ختم نہیں ہوگا اور جو فاقہ میں مبتلا ہوا اور اس نے اپنی محتاجی کا اظہار اللہ تعالیٰ سے کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جلد یا بدیر رزق دے گا۔'' (ابوداود: 1645)

سوال 4: عدت کا کیا حکم ہے؟

جواب: (1) جن کو عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے حیض نہیں آتا ان کی عدت تین ماہ ہے۔ (2) جن کو حیض آنا شروع نہیں ہوا ان کی عدت تین ماہ ہے۔
(3) حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے چاہے وہ بیوہ ہو یا طلاق یافتہ۔ (4) عام طلاق یافتہ عورت کی عدت تین حیض ہے۔
(5) بیوہ کی عدت 4 ماہ اور دس دن ہے۔

﴿ذٰلِكَ اَمۡرُ اللّٰهِ اَنۡزَلَهٗۤ اِلَيۡكُمۡ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرۡ عَنۡهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعۡظِمۡ لَهٗۤ اَجۡرًا﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اُس نے تمہاری جانب نازل کیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا وہ اُس کی برائیاں دور کردے گا اور اسے اس کا بڑا اجر دے گا'' (5)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ اَمۡرُ اللّٰهِ اَنۡزَلَهٗۤ اِلَيۡكُمۡ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرۡ عَنۡهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعۡظِمۡ لَهٗۤ اَجۡرًا﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اُس نے تمہاری جانب نازل کیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا وہ اُس کی برائیاں دور کردے گا اور اسے اس کا بڑا اجر دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ اَمۡرُ اللّٰهِ اَنۡزَلَهٗۤ اِلَيۡكُمۡ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اُس نے تمہاری جانب نازل کیا ہے۔'' یعنی اس سورت میں طلاق، رجوع اور عدت اور ان کی تفصیلات کے جو احکامات دیے گئے ہیں۔ اس نے اس لیے تم پر نازل کیے ہیں تاکہ تم اس کا حکم مانو، عمل کرو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اس کے عذاب کے خوف میں ڈھیلے نہ ہو جاؤ۔ (ایسر التفاسیر: 1645)

(2) ﴿وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرۡ عَنۡهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعۡظِمۡ لَهٗۤ اَجۡرًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا وہ اُس کی برائیاں دور کردے گا اور اسے اس کا بڑا اجر دے گا۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی برائیاں دور کردے گا اور اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ (3) اللہ تعالیٰ متقیوں کے گناہ بخش دے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکامات ہیں۔

(2) جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان کی پابندی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دے گا۔

(3) اللہ تعالیٰ اپنے احکامات کی پابندی پر بھاری اجر دے گا۔

﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى﴾

’’اُنہیں بھی وہیں رہائش دو اپنی حیثیت کے مطابق جہاں تم خود رہتے ہو اور تم اُنہیں تکلیف نہ دو کہ تنگی کرو ان پر اور اگر وہ حمل والی ہوں تو اُن پر خرچ کرو یہاں تک کہ وہ وضعِ حمل کر دیں پھر اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کی اجرت اُنہیں دے دو اور اچھے انداز سے آپس میں مشورہ کرو اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو جلد ہی کوئی دوسری عورت اُس کے لیے دودھ پلائے گی‘‘ (6)

سوال 1: ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾ ’’اُنہیں بھی وہیں رہائش دو اپنی حیثیت کے مطابق جہاں تم خود رہتے ہو اور تم اُنہیں تکلیف نہ دو کہ تنگی کرو ان پر‘‘ کیا طلاق یافتہ عورت کو عدت کی مدت میں حسب حیثیت گھر دیا جائے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ﴾ ’’اُنہیں بھی وہیں رہائش دو اپنی حیثیت کے مطابق جہاں تم خود رہتے ہو‘‘ اللہ رب العزت نے طلاق یافتہ عورت کو گھر سے نکلنے سے روکا ہے اور یہاں اس کے لیے سکونت یعنی رہائش کا انتظام کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ رہائشی مکان حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔

(2) سیدہ زینب بنت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا (ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن) نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں، وہ آپ سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا وہ قبیلہ بنی خدرہ میں اپنے گھر والوں کے پاس جا کر رہ سکتی ہیں؟ کیونکہ ان کے شوہر جب اپنے فرار ہو جانے والے غلاموں کا پیچھا کرتے ہوئے طرف القدوم نامی مقام پر پہنچے اور ان سے جا ملے تو ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤں؟ کیونکہ انہوں نے مجھے جس مکان میں چھوڑا تھا وہ ان کی ملکیت میں نہ تھا اور نہ ہی خرچ کے لیے کچھ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں (وہاں چلی جاؤ)“ فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: (یہ سن کر) میں نکل پڑی لیکن حجرے یا مسجد تک ہی پہنچ پائی تھی کہ آپ ﷺ نے مجھے بلا لیا، یا بلانے کے لیے آپ ﷺ نے کسی سے کہا، (میں آئی) تو پوچھا: ”تم نے کیسے کہا؟“ میں نے وہی قصہ دہرا دیا جو میں نے اپنے شوہر کے متعلق ذکر کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے اسی گھر میں رہو یہاں تک کہ قرآن کی بتائی ہوئی مدت (عدت) پوری ہو جائے“ فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر میں نے عدت کے چار مہینے دس دن اسی گھر میں پورے کیے، جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے مجھے بلوایا اور

اس مسئلہ سے متعلق مجھ سے دریافت کیا، میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے اسی کی پیروی کی اور اسی کے مطابق فیصلہ دیا۔ (سنن ابوداؤد:2300)

(3)﴿وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾ ''اور تم انہیں تکلیف نہ دو کہ تنگی کرو ان پر'' یعنی ان کی سکونت کے دوران انہیں اپنی زبان سے یا اپنے عمل سے اس لیے تکلیف نہ پہنچاؤ کہ وہ عدت پوری ہونے سے پہلے تنگ آ کر گھروں سے نکل جائیں، اس صورت میں تم انہیں گھروں سے نکالنے والے شمار ہو گے۔

سوال 2:﴿وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ''اور اگر وہ حمل والی ہوں تو اُن پر خرچ کرو یہاں تک کہ وہ وضعِ حمل کر دیں'' کیا طلاق یافتہ عورت کا خرچ وضع حمل تک شوہر کے ذمہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ''اور اگر وہ حمل والی ہوں تو اُن پر خرچ کرو یہاں تک کہ وہ وضعِ حمل کر دیں''

(2) اگر طلاق بائنہ ہے تو یہ نان ونفقہ اس حمل کی وجہ سے ہے جو اس کے پیٹ میں ہے اور اگر طلاق رجعی ہے تو یہ نفقہ خود اس کے لئے اور اسکے حمل کے لئے ہے۔ نان ونفقے کی انتہا وضع حمل تک ہے۔ (تفسیر سعدی:2793,2795/3)

(3) طلاق یافتہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے۔

سوال 3:﴿فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى﴾ ''پھر اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کی اجرت اُنہیں دے دو اور اچھے انداز سے آپس میں مشورہ کرو اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو جلد ہی کوئی دوسری عورت اُس کے لیے دودھ پلائے گی۔'' کیا طلاق یافتہ عورت کو رضاعت کی اجرت دی جائے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ ''پھر اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کی اجرت اُنہیں دے دو'' وضع حمل کے بعد اگر طلاق یافتہ عورتیں آپ کے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں رضاعت کی اجرت دے دو۔ کیونکہ طلاق کے بعد عورت کو اختیار ہے خواہ وہ دودھ پلائے یا نہ پلائے۔

(2) عورت کو پہلا دودھ ضرور پلانا چاہیے کیونکہ اسی پر بچے کی زندگی موقوف ہے پھر بھی اگر وہ دودھ پلاتی رہے تو ہم مثل اجرت کی حق دار ہے۔ اگر وہ بچے کے سرپرست سے مزدوری طے کر لے تو کر سکتی ہے۔ فرمایا: تمہارے باہمی کام خیر خواہی اور دستور کے موافق ہونے چاہئیں۔ نہ مرد عورت کو نقصان پہنچائے اور نہ عورت مرد کو جیسا کہ فرمایا:﴿لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

﴿بَصِيۡرٌ﴾ ''نہ کسی ماں کو اُس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی باپ کو اُس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور یہی ذمہ داری وارث پر بھی ہے، پھر اگر دونوں باہمی رضامندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں تو بھی ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اور اگر تم ارادہ کر لو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کر دو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان رکھو یقیناً جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (البقرہ:233)

(3)﴿وَأۡتَمِرُوۡا بَيۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ﴾ ''اور اچھے انداز سے آپس میں مشورہ کرو'' یعنی شوہر اور بیوی عدت کے اختتام پر جب کہ ان دونوں کا مشترکہ بچہ ہو ایک دوسرے کو معروف کا حکم دیں یعنی ایسا کام کرنے کا جس کا دنیا وآخرت میں کوئی فائدہ اور اس کی کوئی مصلحت ہو۔

(4) اگر معروف کی تلقین نہ کی جائے تو نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(5) ایک دوسرے کو معروف کا حکم دینے میں نیکی اور تقویٰ پر تعاون ہے۔

(6) عدت کے اختتام پر جدائی کے وقت بیوی اور بچے کے نفقے کے بارے میں عموماً جھگڑا ہو جاتا ہے اور دلوں میں بغض پیدا ہو جاتا ہے لہٰذا آپس کے معاملات میں نیکی، حسن معاشرت اور خیر خواہی کی جائے۔

(7)﴿وَإِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ أُخۡرٰى﴾ ''اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو جلد ہی کوئی دوسری عورت اُس کے لیے دودھ پلائے گی۔'' یعنی اگر شوہر اور طلاق یافتہ بیوی متفق نہ ہو سکیں کہ بچے کی ماں اپنے بچے کو دودھ پلائے تو اس طلاق یافتہ عورت کی جگہ کوئی دوسری عورت بچے کو دودھ پلائے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ إِذَا سَلَّمۡتُمۡ مَّاۤ اٰتَيۡتُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ﴾ ''تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کر دو۔'' (البقرہ:233)

(8) یہ اس صورت میں ہے جب بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ قبول کرتا ہو، اگر بچہ اپنی ماں کے سوا کسی عورت کا دودھ قبول نہ کرتا ہو، تو اس کی ماں رضاعت کے لئے متعین ہوگی اور ماں پر رضاعت واجب ہوگی اور اگر وہ دودھ پلانے سے انکار کرے تو اس کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر دونوں میں اجرت پر اتفاق نہ ہو سکے تو اس کے لئے ہم مرتبہ دودھ پلانے والی کی اجرت ہے۔

یہ حکم اس آیت کریمہ کے معنی سے ماخوذ ہے کیونکہ بچہ جب حمل کی مدت کے دوران میں اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور وہ تو باہر نہیں آ سکتا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بچے کے ولی پر نفقہ کی ادائیگی ضروری ہے اور جب بچہ متولد ہو جاتا ہے اور وہ خوراک اپنی ماں سے یا ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت سے حاصل کر سکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دونوں صورتیں مباح کر دی ہیں۔ چنانچہ بچہ اگر ایسی حالت میں ہو کہ وہ اپنی ماں کے سوا کہیں سے خوراک نہ لیتا ہو تو وہ بمنزلہ حمل کے ہے اور اس خوراک کے لئے اس کی ماں ہی کو مقرر کیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی:2793,2795/3)

سوال 4: طلاق والی عورتوں کو کیسے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: (1) اپنی طاقت کے مطابق انہیں وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو۔ (2) انہیں تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ پہنچاؤ۔ (3) اگر حمل سے ہوں تو بچے کی پیدائش تک انہیں خرچ دو۔ (4) اگر تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو انہیں اُجرت دو۔ (5) مناسب طور پر مشورہ کرلیا کرو۔

سوال 5: حاملہ عورت کو خرچ دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حاملہ عورت کا نفقہ وسکنی ضروری ہے خواہ طلاق بائنہ ہی کیوں نہ ہو۔

سوال 6: دودھ پلانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق دینے کے بعد اگر عورت بچے کو دودھ پلائے تو اس کی اُجرت مرد کے ذمے ہے۔

سوال 7: مناسب مشورہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد مشورے سے رضاعت کی اُجرت اور دیگر معاملات طے کرنا ہے۔

سوال 8: اگر اُجرت کا معاملہ طے نہ ہو سکے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں کوئی اور عورت بچے کو دودھ پلائے گی۔

﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾

”لازم ہے کہ خوش حال اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے اللہ تعالیٰ تنگ دستی کے بعد جلد ہی آسانی پیدا کر دے گا“ (7)

سوال 1: ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ ”لازم ہے کہ خوش حال اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے اللہ تعالیٰ تنگ دستی کے بعد جلد ہی آسانی پیدا کر دے گا“ خرچ دستور اور حیثیت کے مطابق ہوگا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ﴾ ”لازم ہے کہ خوش حال اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے“ یعنی بچے کا سرپرست اگر

خوش حال ہے تو وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے گا۔

(2)﴿وَمَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡيُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ﴾ ''اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا ہے۔'' یعنی جو تنگ دست اور نادار ہو تو وہ اپنی بساط کے مطابق جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے وہ خرچ کرے گا۔

(3)﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کسی پر اتنا ہی بوجھ اور ذمہ داری ڈالتا ہے جتنا اس نے دیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت سے یہ بات مناسبت رکھتی ہے کہ اس نے ہر ایک کو اتنی ہی تکلیف دی ہے جتنی اس میں استطاعت ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ کسی جان کو صرف اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنا اس نے اسے رزق دیا۔

(5) اللہ تعالیٰ نفقے میں کسی کی طاقت سے بڑھ کر اسے تکلیف نہیں دیتا۔

(6)﴿سَيَجۡعَلُ اللّٰهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ يُّسۡرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ تنگ دستی کے بعد جلد ہی آسانی پیدا کردے گا'' رب العزت نے نادار لوگوں کو بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے برے حالات سے اچھے حالات نکال دے گا۔ جو رب اندھیری رات سے روشن سورج نکالتا ہے وہ ہمیں بھی ہمارے مشکل حالات سے نکال لے گا۔

(7) اللہ تعالیٰ عنقریب مالی تنگیوں کو دور کردے گا اور مشقت سے نکالے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝﴾ ''پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔'' (الم نشرح:6,5)

(8) جو انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حالات کی شدتوں میں آسانی دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

سوال 2: کشادگی والے کو کشادگی سے خرچ کرنا چاہئے، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے دودھ پلانے کی اُجرت اپنی طاقت کے مطابق دی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت دی ہے تو دودھ پلانے والی کا حق نہیں رکھنا چاہئے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے تنگیوں کو دور کرنے کے لئے توجہ کس جانب مبذول کروائی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تنگیوں کے ساتھ آسانیاں بھی دے گا۔

(2) یعنی جو اس پر توکل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے کشادگی بھی دے گا۔

## رکوع نمبر 18

﴿وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ عَتَتۡ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبۡنٰهَا حِسَابًا شَدِيۡدًا ۙ وَّعَذَّبۡنٰهَا عَذَابًا نُّكۡرًا﴾

''اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اُس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے اُن کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا اور ہم نے

اُنہیں سزا دی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی‘‘ (8)

سوال:﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴾ ’’اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اُس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے اُن کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا اور ہم نے اُنہیں سزا دی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی۔‘‘ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی اور سرکشی خوف ناک عذاب میں مبتلا کروانے کا سبب بنتی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا﴾ ’’اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔‘‘ سیدنا ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عتو سے مراد یہاں لغو اور معصیت ہے۔ یعنی کتنی ہی بستیاں ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا چھوڑ دیا اور انہیں قبول نہیں کیا۔ (تفسیر جامع البیان: 159/28)

(2)﴿فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا﴾ ’’تو ہم نے اُن کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا۔‘‘ اللہ رب العزت نے انبیاء کو جھٹلانے والوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرایا ہے کہ پہلی قوموں کا بھی ان کے اعمال کی وجہ سے سخت حساب لیا گیا اور انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔

(3)﴿وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴾ ’’اور ہم نے اُنہیں سزا دی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی۔‘‘ یعنی سرکشوں کو ان کے برے اعمال کی وجہ سے عذاب کا مزا چکھایا۔

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ سرکش قوموں اور رسولوں کی تکذیب کرنے والے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بارے میں آگاہ فرماتے ہیں کہ جب سخت حساب اور دردناک عذاب کا وقت آیا تو ان کی کثرت اور قوت ان کے کسی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کا مزا چکھایا جو ان کے اعمال بد کا نتیجہ تھا۔ دنیا کے عذاب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2796/3)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ ’’اور کتنی ہی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تمہیں نکال دیا ہے ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا پھر اُن کے لیے کوئی مددگار نہ تھا۔‘‘ (محمد: 13)

(6)﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا (۳۷) وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا (۳۸) وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (۳۹) وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾ ’’اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار

کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ دوبارہ اُٹھائے جانے کی اُمید ہی نہیں رکھتے۔'' (الفرقان: 37-40)

﴿فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا﴾

''تو اُنہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے کام کا انجام خسارہ ہی ہوا'' (9)

سوال 1: ﴿فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا﴾ ''تو اُنہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے کام کا انجام خسارہ ہی ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا﴾ ''تو اُنہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا'' یعنی انہوں نے اپنی حرکتوں کا مزا چکھ لیا تو نادم ہوئے مگر ندامت کام نہ آئی۔ (2) ﴿وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا﴾ ''اور اُن کے کام کا انجام خسارہ ہی ہوا۔'' یعنی ان کی سزا دنیا میں ہی ختم نہیں ہوئی ان کا آخرت کا انجام خسارہ اور ہلاکت ہے۔

سوال 2: انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اپنے انجام کو پہنچتا ہے اس بات کا اللہ تعالیٰ نے کیسے شعور دلایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پچھلی بستیوں کی مثال دے کر شعور دلایا ہے کہ انہوں نے اپنے کاموں کا مزہ چکھ لیا ہے اور ان کا انجام خسارہ تھا۔

﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا﴾

''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سخت عذاب تیار کیا ہے۔ سوائے عقل مندو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت نازل کی ہے'' (10)

سوال 1: ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سخت عذاب تیار کیا ہے۔ سوائے عقل مندو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سخت عذاب تیار کیا ہے'' یعنی ان کے لیے جنہوں نے شرک اور ظلم کیا قیامت کے دن شدید عذاب ہوگا۔

(2) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''سوائے عقل مندو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی عقل رکھنے والو! اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور و فکر کرو۔

گزرے ہوئے زمانوں کے لوگوں سے عبرت پکڑو کیسے ان کے جھٹلانے کی سزا میں انہیں ہلاک کر دیا گیا۔تم ان جیسے نہ ہو جانا جو عذابوں میں گرفتار ہوئے۔اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور فرائض ادا کرو اور معاصی سے اجتناب کرو۔

سوال2:﴿الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا﴾''جو ایمان لائے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت نازل کی ہے'' ذکر کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا﴾''جو ایمان لائے ہو'' یعنی بصیرت والے وہ ہیں جو ایمان لے آئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے اور قرآن پر ایمان لائے۔

(2)﴿قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت نازل کی ہے'' ذکر سے مراد قرآن ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾''بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (الحجر:9)

(3)ذکر سے مراد رسول ہے چونکہ مبلغ قرآن رسول ہے اس لیے آپ کو ذکر سے تعبیر کیا گیا۔(ابن جریر)

(4)عقل والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا جس میں تمہارا ہی ذکر ہے۔جیسا کہ فرمایا:﴿لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ کِتٰبًا فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ﴾''بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے۔'' (الانبیاء:10)

(5)اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا جو کہ اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ قرآن ایک رسی ہے، اس کا ایک کنارہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھ میں ہے، اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو، کیونکہ اس کے بعد تم ہرگز نہ گمراہ ہو سکتے ہو اور نہ ہلاک۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:713) تاکہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس کی اطاعت کریں۔اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تمہیں اللہ کی آیات تلاوت کر کے سناتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔اس کی آیات اس کے لیے واضح ہیں جو اس پر تدبر کرتا ہے اس کو سمجھ لیتا ہے جیسا کہ وہ ہدایت کی استعداد رکھنے والوں کو گھرے اندھیروں سے نکال کر ایمان کے نور میں لے آتا ہے۔(تفسیر مراغی:127/10)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پیدا کرنے کے لیے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے ذکر کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس نے نازل کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب جو عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔

﴿رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴾

''وہ ایک رسول ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی واضح بیان کرنے والی آیات پڑھ کر سناتا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان کو تاریکیوں سے روشنی کی جانب نکال لائے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اُسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے بہترین رزق بنایا ہے'' (11)

سوال 1: ﴿رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''وہ ایک رسول ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی واضح بیان کرنے والی آیات پڑھ کر سناتا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان کو تاریکیوں سے روشنی کی جانب نکال لائے۔'' رسول اللہ کی صفات آیت کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ﴾ ''وہ ایک رسول ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی واضح بیان کرنے والی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔'' رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی واضح آیات پڑھ کر سناتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''الر۔ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں، اس کے راستے کی طرف جو سب پر غالب، بے حد تعریف والا ہے۔'' (ابراہیم:1)

(2) ﴿لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان کو تاریکیوں سے روشنی کی جانب نکال لائے۔'' تاکہ وہ ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو سچا مانا اور نیک اعمال کیے، انہیں کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لے آئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ:257) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ

﴿اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ’’اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح کی وحی کی ،آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنادیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔‘‘ (الشوریٰ:52)

(3) یہاں وحی کو نور کہا گیا کیونکہ اس سے ہدایت ملتی ہے اور اسے روح کہتے ہیں کیونکہ اس سے دل زندہ ہوتے ہیں۔

سوال 2: ﴿وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰہِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزْقًا﴾ ’’اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اُسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے بہترین رزق بنایا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰہِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا﴾ ’’اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے‘‘ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر نیک عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو واجب قرار دیا ہے ان کو پابندی کے ساتھ ہمیشہ بجالائے اور جن کاموں کو مستحب قرار دیا ہے ان پر عمل کرے۔

(2) ﴿یُّدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ﴾ ’’وہ اُسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں‘‘ ان جنتوں میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی کان نے سنی ہیں، نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں۔ وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے جہاں نہریں جاری ہیں انہیں باغات میں بسایا جائے گا۔ ان کے لیے پاکیزہ روزی ہوگی۔

(3) ﴿قَدْ اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزْقًا﴾ ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے بہترین رزق بنایا ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا ہی خوب رزق دیا ہے جنت کی نعمتیں جو کبھی ختم نہیں ہوں۔ (زادالمسیر:46/8)

﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾

’’اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی مثل۔ اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے‘‘ (12)

سوال: ﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾ ’’اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے

بھی اُن ہی کی مثل۔ اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے" اللہ تعالیٰ کی جلالت قدرت کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ "اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی مثل" اللہ رب العزت نے اپنی جلیل الشان قدرت اور سلطنت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟" (نوح:15)

(2) اللہ تعالیٰ نے سات زمینوں کو پیدا کیا اور ان تمام چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ "ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔" (بنی اسرائیل:44)

(3) یقیناً وہ خالق ہی معبودِ حقیقی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(4) سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی کی زمین ظلم سے لے لی اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔" (صحیح بخاری:2452) ﴿يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ﴾ "اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے۔" یعنی اس نے اپنی شریعت اور دین کے احکامات نازل فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان احکامات کو اس لیے نازل فرمایا تاکہ مخلوق نصیحت حاصل کرے اور اس پر عمل کرے اور یہ کہ وہ جان لیں۔

(5) رب العزت نے اپنی جلالت شان اور قدرت کو اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ لوگ اس کی قدر و منزلت پہچانیں اور اس کی شریعت پر عمل کریں۔ ﴿لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ "تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔" یعنی بندے خوب اچھے طریقے سے جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اور تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غلبہ ایسا ہے کہ وہ ارادہ کرتا ہے اور اس کے ارادے میں کوئی حائل نہیں ہوتا۔ وہ جو چاہتا ہے اس پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

(6) ﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ "اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے تاکہ تم اس سے خوف رکھو اور اس کی نگرانی کو محسوس کرو اور اس کی رضا کے مستحق ہو جاؤ۔

(7) جب وہ اس کے اسمائے حسنیٰ سے اسے پہچانیں گے تو وہ اس کی عبادت کریں گے، اس سے محبت کریں گے اور اس کے حقوق کو ادا کریں گے۔ خلق و امر کا یہی مقصد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول اور اس کی عبادت، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے، جن کو توفیق سے

بہرہ مند کیا گیا ہے، وہ اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں جبکہ ظالم اور روگردانی کرنے والے لوگ اس سے روگرداں ہیں۔ (تفسیر سعدی:2797/3)

ایاتھا ۱۲ ۶۶ سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۷ رکوعاتھا ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ التحریم مدنی سورت ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 12 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 66 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 107 ہے۔

## رکوع نمبر 19

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اے نبی! آپ اُس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (1)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے نبی! آپ اُس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ ''اے نبی!'' یہ رب العزت کی جانب سے اپنے نبی محمد ﷺ پر عتاب ہے۔ یعنی اے وہ ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نبوت کے لیے منتخب فرمایا۔

(2) ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ ''آپ اُس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟'' آپ ﷺ ان پاک چیزوں کو اپنے اوپر کیوں حرام ٹھہراتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے حلال فرمایا۔

(3) نبی ﷺ سیدنا زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں نسبتاً زیادہ ٹھہرتے تھے اور وہاں شہد کا مشروب پیتے تھے۔ معمول سے زیادہ دیر تک ٹھہرنے سے روکنے کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ سکیم تیار کی کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو وہ ان سے یہ

کہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ! آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ (مغافیر ایسا پھول ہے جس میں بساند ہوتی ہے)۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے زینب رضی اللہ عنہا کے گھر صرف شہد پیا ہے۔ اب میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ نہیں پیوں گا لیکن یہ بات تم کسی کو نہ بتانا۔ اس واقعے میں چونکہ رسول اللہ ﷺ نے شہد کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ (بخاری:4912، مسلم:1474)

(4) دوسرے واقعے کو امام البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی تھیں جسے آپ ﷺ نے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا۔ وہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں جبکہ وہ موجود نہیں تھیں۔ اتفاق سے ان کی موجودگی میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ ان کو سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے گھر میں خلوت میں وقت گزارنا ناگوار گزرا۔ نبی ﷺ نے بھی اسے محسوس کر لیا۔ اس پر آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کے لئے قسم کھا کر سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کی کہ یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔ مگر انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کر دیا۔ اس کی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:666/1)

(5) نبوت کے لفظ سے خطاب کرنا عزت و توقیر اور آپ ﷺ کے مقام بلند کے اعتبار سے ہے۔ آپ ﷺ کو آپ کے نام سے نہیں پکارا گیا جیسے دوسرے انبیاء کو پکارا گیا مثلاً یا ابراہیم، یا نوح، یا عیسیٰ ابن مریم۔ آپ ﷺ کے لیے نبوت اور رسالت کا لفظ خاص کیا ہے اور یہ نبی ﷺ کے ساتھ انبیاء اور مرسلین پر افضل ہونے کی عظیم دلیل ہے۔ (صفوۃ التفاسیر:383/3)

(6) ﴿تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ﴾ ''آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں'' یعنی اس تحریم کے ذریعے سے آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی دل جوئی کرنا چاہتے ہیں؟

(7) ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ہے۔ اس نے اپنے نبی ﷺ کو بخش دیا اور وہ بے حد رحم والا اُس نے اپنے رسول پر رحم فرمایا اور ان سے ملامت کو دور کر دیا اور آپ ﷺ سے ہونے والی غلطی کو ساری امت کے لیے ایک عام حکم کی تشریع کا سبب بنا دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام قسموں کے لیے عام حکم جاری فرما دیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اپنے اوپر حرام ٹھہرانے کے پیچھے کام کرنے والے جذبے کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ کیا آپ ﷺ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''غفور'' اور ''رحیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حلال چیز کو حرام ٹھہرانے پر اپنی بخشش کا شعور دلایا ہے کہ وہ غفور ہے، بخشنے والا ہے۔ اس کی مغفرت انسان کی غلطیوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے ایک حلال چیز کو حرام کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رحمت کا دروازہ کھولا ہے۔ ان کی اس غلطی کو معاف کر کے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے۔

سوال 4: اس آیت سے حلال وحرام کے بارے میں کیا چیز واضح ہوتی ہے؟

جواب: اس آیت سے حلال وحرام کے بارے میں یہ واضح ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنے کا اختیار کسی کے پاس نہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار اپنے رسول ﷺ کو بھی نہیں دیا۔

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کو کھولنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے''(2)

سوال 1: ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کو کھولنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کو کھولنا مقرر کر دیا ہے'' یعنی اللہ رب العزت نے وہ طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کے ذریعے قسم کو توڑنے سے پہلے اس سے نکلا جا سکے۔

(2) رب العزت نے قسم توڑنے کا کفارہ بتا دیا جس کو قسم توڑنے کے بعد ضرور ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 89 میں آیا ہے۔ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہو گا چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (المائدہ: 89) جو شخص کسی حلال کھانے یا مشروب وغیرہ کو حرام ٹھہرائے یا کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے پھر وہ قسم توڑنے کا ارادہ کرے یا توڑ ڈالے تو اس پر آیت میں ذکر کردہ کفارے کی ادائیگی

واجب ہے۔

(3)سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کفارہ ادا کیا اور سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا سے تعلق قائم رکھا۔(ابن کثیر بحوالہ نسائی)

(4)﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے''یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے امور کا سرپرست ہے تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرتا ہے۔تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی فلاح کے راستے آسان کرتا ہے اور تمہارے لیے ہدایت کے راستے کو روشن کرتا ہے جس میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی سعادت ہے۔(تفسیر مراغی:133/10)

(5)یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے امور کی سرپرستی کرنے والا ہے اور تمہارے دین و دنیا کے امور میں تمہاری بہترین طریقے سے تربیت کرنے والا ہے،جس کے سبب سے تم سے شر دور ہوتا ہے۔بنابریں اس نے تمہاری قسمیں حلال کرنے کے لئے تمہارے لئے ایک طریقہ مقرر فرمایا تاکہ تم پر جو ذمہ داری ہے وہ پوری ہو جائے۔(تفسیر سعدی:2799/3)

(6)﴿وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾ یعنی اے لوگو!تمہارے لیے اس نے بیان کر دیا ہے یا واضح کر دیا ہے﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ﴾ اے ایمان والو!وہ تمہاری نصرت کرتا ہے﴿وَهُوَ الْعَلِيْمُ﴾ یعنی تمہاری مصلحتوں اور ضروریات کو جانتا ہے۔﴿الْحَكِيْمُ﴾ تمہارے بارے اپنی تدبیر میں صاحب حکمت ہے اور جس کو وہ بہتر سمجھتا ہے تم سے دور کر دیتا ہے۔''(جامع البیان:169/28)

سوال 2:قسموں کے کھولنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد قسم کا کفارہ ادا کرنا ہے۔یعنی جس کام کو نہ کرنے کی قسم کھائی ہو قسم کا کفارہ ادا کر کے اس کو کرنا اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے۔

سوال 3:رسول اللہ ﷺ نے قسم کا کفارہ ادا کر کے کیا کیا؟

جواب:رسول اللہ ﷺ نے قسم کا کفارہ ادا کر کے شہد بھی استعمال کیا اور سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا حق بھی ادا کیا۔

سوال 4:اگر کوئی شخص اپنے اوپر کوئی چیز حرام کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:جمہور علماء کے مطابق کسی چیز کو حرام کرنے سے نہ وہ چیز حرام ہو گی نہ اس پر کفارہ ہو گا،سوائے بیوی کے۔

سوال 5:اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لے تو اس کا کیا حکم ہو گا؟

جواب:(1)اگر کسی شخص کا مقصد اس سے طلاق دینے کا ہے تو وہ واقع ہو جائے گی۔

(2)اگر طلاق کی نیت نہیں ہے تو یہ قسم ہے جس کا کفارہ دینا ضروری ہے۔

سوال 6:قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:(1)دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا۔(2)یا دس محتاجوں کو کپڑا دینا۔

(3) یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا۔(4) یا تین روزے رکھنا۔

سوال 7: ﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے اسی لئے وہ تمہاری کمزوریوں کی وجہ سے تمہاری مدد کرتا ہے حتیٰ کہ اس معاملے میں بھی جو تم پر گراں گزرے۔

(2) اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے۔اس نے تمہارے لئے قسموں کو حلال کیا ہے اور قسموں سے نکلنے کے لئے کفارے کا طریقہ بتایا ہے۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''علیم'' اور ''حکیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ جو قوانین دیتا ہے وہ اپنے علم کی وجہ سے دیتا ہے۔یقیناً وہ علیم ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت 'حکیم' کا شعور ایسے احکامات سے دیا ہے جن پر عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے۔یقیناً وہ حکیم ہے جس کے احکامات حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

''اور جب نبی نے ایک بات اپنی کسی بیوی سے چھپا کر کہی پھر جب اُس نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ تعالیٰ نے نبی کو اُس کی اطلاع دے دی تو نبی نے کچھ بات سے آگاہ کیا اور کچھ سے اِعراض کیا پھر جب نبی نے اُسے یہ بات بتائی تو اُس نے پوچھا: ''آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے؟'' نبی نے کہا: ''مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جاننے والا، خوب باخبر ہے'' (3)

سوال 1: ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''اور جب نبی نے ایک بات اپنی کسی بیوی سے چھپا کر کہی پھر جب اُس نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ تعالیٰ نے نبی کو اُس کی اطلاع دے دی تو نبی نے کچھ بات سے آگاہ کیا اور کچھ سے اِعراض کیا پھر جب نبی نے اُسے یہ بات بتائی تو اُس نے پوچھا: ''آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے؟'' نبی نے کہا: ''مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جاننے والا، خوب باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا﴾ ''اور جب نبی نے ایک بات اپنی کسی بیوی سے چھپا کر کہی'' وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ جب نبی ﷺ نے انہیں کہا کہ میں نے فلاں عورت کو حرام کر لیا ہے اور اللہ کی قسم اب میں اس سے تعلق نہیں رکھوں گا اور ان سے نبی ﷺ نے مطالبہ کیا کہ وہ اس راز کو چھپائیں گی۔انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتا دی۔(ایسر التفاسیر: 1650)

(2)﴿فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ﴾ ''پھر جب اُس نے اس بات کی خبر دے دی'' جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتادی۔

(3)﴿وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے نبی کو اُس کی اطلاع دے دی'' اللہ رب العزت نے اس خبر سے نبی ﷺ کو آگاہ کر دیا جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتادی تھی۔

(4)﴿عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ﴾ ''تو نبی نے کچھ بات سے آگاہ کیا اور کچھ سے اعراض کیا'' نبی ﷺ نے اپنے عفو و درگزر اور حلم و کرم کی بنا پر وہ بات جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے افشا کی تھی اس میں سے کچھ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتادی اور کچھ سے اعراض کر لیا۔

(5)﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا﴾ ''تو اُس نے پوچھا: ''آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے؟'' جب نبی ﷺ نے وہ خبر جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتادی تھی اس کے بارے میں انہیں آگاہ کیا تو انہوں نے کہا۔ آپ ﷺ کو اس خبر سے کس نے آگاہ کیا جب کہ وہ ہم سے باہر نہیں نکلی؟

(6)﴿قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''نبی نے کہا: مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جاننے والا، خوب باخبر ہے'' اس پر نبی ﷺ نے فرمایا مجھے اس نے بتایا جس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں جس کو سب کی خبر ہے اور جو سب رازوں اور چھپی ہوئی چیزوں کا علم رکھنے والا ہے۔

(7) سیدنا ابن زید رحمہ اللہ کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا﴾ کے بارے قول ہے کہ صاحب معاملہ کو اس بارے میں ذرا بھی شک نہ ہوا کہ اسے اس بارے میں خبر مل گئی ہے (جب آگاہ کیا گیا تو حیرانگی سے سوال کیا کہ کس نے خبر دی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ہر چیز کا علم رکھنے والے اور ہر چیز کی خبر رکھنے والے نے بتایا ہے۔ (جامع البیان: 170/28)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے کون سی پوشیدہ بات اپنی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے کسی کو بتائی تھی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے شہد کو یا سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے حرام کرنے والی بات اپنی ایک بیوی کو بتائی تھی کہ وہ اسے پوشیدہ رکھے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کو علیم و خبیر نے خبر دی جبکہ اس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں نہیں، اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآنِ مجید کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی۔

سوال 4: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ کیوں دریافت کیا تھا کہ آپ ﷺ کو اس بات کی خبر کس نے دی؟

جواب: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں یہی بات آئی ہوگی کہ میں نے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی سے بات نہیں کی اور ان سے وہ توقع نہیں رکھتی تھیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بتادیں گی کیونکہ دونوں نے اکٹھا منصوبہ بنایا تھا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''علیم و خبیر'' کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے راز کی بات سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ جو بات کسی دوسرے تک اُس وقت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ وہ اطلاع نہ دے جو جانتا ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ نے نفس کی گہرائیوں سے سینے کے راز کو لے کر اُسے فاش کر دیا اور اس طرح یہ شعور دیا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی خبر رکھنے والا نہیں ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے یہ احساس دلایا ہے کہ ایسی غلطیاں تبھی ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کے علم اور خبر سے انسان غافل ہو جائے۔

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾

''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو کہ یقیناً تمہارے دل راہِ راست سے ہٹ گئے ہیں اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار ہے اور جبرائیل اور نیک مؤمنین اور اس کے بعد تمام فرشتے اس کے مددگار ہیں'' (4)

سوال 1: ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ ''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو کہ یقیناً تمہارے دل راہِ راست سے ہٹ گئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ ''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو کہ یقیناً تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں'' اگر تم دونوں یعنی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو گی جن سے تمہارے دل منحرف ہوئے یعنی ورع اور نبی ﷺ کا ادب اور احترام اور یہ کہ وہ آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کریں گی۔

(2) ان دونوں نے ہی نبی ﷺ کو ابھارا تھا اور آپ ﷺ نے اپنے اوپر اس چیز کو حرام ٹھہرا لیا تھا جو آپ ﷺ کو پسند تھی۔

(3) ان دونوں کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن پر عتاب فرمایا اور ان دونوں کے سامنے توبہ پیش کی۔

سوال 2: ﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ ''اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار ہے اور جبرائیل اور نیک مومنین اور اس کے بعد تمام فرشتے اس کے مددگار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ﴾ ''اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی'' یعنی اگر تم دونوں ایسے کام پر ایک دوسرے سے تعاون کرو گی جو آپ ﷺ پر گراں گزرتا ہے اور یہ رویہ قائم رہا۔

(2) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار ہے اور جبرائیل'' نبی ﷺ کی یہ سب سے بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اور جبریل علیہ السلام کو نبی ﷺ کا مددگار قرار دیا۔

(3)﴿وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور نیک مومنین'' سیدنا قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صالح المومنین سے مراد انبیاء کرام ہیں۔(جامع البیان:173/28)

(4)سیدنا ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں صالح المومنین سے مراد مومنین سے بہترین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔(جامع البیان:173/28)

(5)سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں صالح المومنین سے مراد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔(جامع البیان:173/28)

(6)﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ﴾ ''اور اس کے بعد تمام فرشتے اس کے مددگار ہیں'' اس فرمان سے مراد فرشتے، جبریل اور صالح مومنین نبی کریم ﷺ کے مددگار ہیں۔اگر کوئی نبی کے بارے میں برا سوچے یا اذیت پہنچانے کی کوشش کرے تو یہ مدد و نصرت کے لیے تیار ہیں۔
(جامع البیان:173/28)

(7)یہ نبی ﷺ کی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور اپنی مخلوق میں سے خاص لوگوں کو نبی ﷺ کا مددگار بنا دیا۔اور جس کے مددگار ایسے لوگ ہوں تو وہ مدد یافتہ ہے۔

سوال3:﴿اِنْ تَتُوْبَآ﴾ کا جواب نہیں دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:اگر تم دونوں توبہ کرو تو مراد یہی ہے کہ توبہ قبول کر لی جائے گی۔

سوال4:تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں،اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ تمہارے دلوں کو ایسی چیز پسند آ گئی ہے جو نبی ﷺ کے لئے ناگوار ہے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو کیا خوفناک تنبیہ کی؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم جتھے بندی کرو گی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس (محمد رسول اللہ ﷺ) کا مولیٰ ہے اور جبریل اور صالح اہلِ ایمان اور فرشتے سب اُس کے مددگار ہیں۔

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو تنبیہ کیوں کی تھی؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ اس لئے کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا دل بہت پریشان تھا اور آپ ﷺ کی طبیعت پر اس واقعے کا گہرا اثر تھا۔(2)اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ اس لئے بھی کی تھی کہ اگر تم یعنی اَزواجِ رسول ﷺ جتھے بندی کرو گی تو نبی ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے مددگار تو اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور مومنین ہیں۔

﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾

''اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اُس کا رب تمہارے بدلے انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو اسلام

والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، بیوہ اور کنواریاں ہوں'' (5)

سوال 1: ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾ ''اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اُس کا رب تمہارے بدلے انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، بیوہ اور کنواریاں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ ''اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اُس کا رب تمہارے بدلے انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا'' یہ امہات المومنین کے لیے شدید تخویف ہے کہ اگر نبی ﷺ تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بہتر عورتوں سے انہیں بدل دے گا۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطے سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری تین باتوں میں جو میرے منہ سے نکلا میرے رب نے ویسا ہی حکم فرمایا۔ میں نے کہا تھا کہ یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا سکتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو'' دوسری آیت پردہ کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یارسول اللہ! کاش! آپ اپنی عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے کیونکہ ان سے اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ بات کرتے ہیں۔ اس پر پردہ کی آیت نازل ہوئی اور ایک مرتبہ نبی ﷺ کی بیویاں جوش و خروش میں آپ کی خدمت میں اتفاق کر کے کچھ مطالبات لے کر حاضر ہوئیں۔ میں نے ان سے کہا ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک تمہیں طلاق دلادیں اور تمہارے بدلے تم سے بہتر مسلمہ بیویاں اپنے رسول ﷺ کو عنایت کریں تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ (صحیح بخاری: 402)

(3) ﴿مُسْلِمٰتٍ﴾ ''جو اسلام والیاں'' یعنی اسلام لانے والی اور ان صفات سے متصف یا اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کرنے والی۔ (الاساس فی التفاسیر: 6001/10)

(4) ﴿مُّؤْمِنٰتٍ﴾ ''ایمان والیاں'' یعنی خالص ایمان لانے والی۔

(5) ﴿قٰنِتٰتٍ﴾ ''اطاعت کرنے والیاں'' یعنی مطیع اور فرماں بردار۔ (جامع البیان: 125/28)

(6) قنوت سے مراد دائمی اطاعت ہے یعنی مستقل مزاجی سے اطاعت کرنے والی۔

(7) ﴿تٰٓئِبٰتٍ﴾ ''توبہ کرنے والیاں'' یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرنے والی۔ یعنی توبہ ان کا تخلیقی وصف ہوگا۔ (الاساس فی التفاسیر: 6001/10)

(8) یعنی ان امور سے توبہ کرنے والی جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔ (9) ﴿عٰبِدٰتٍ﴾ ''عبادت کرنے والیاں'' یعنی عبادت کی قسموں یعنی

نماز اور ذکر کو اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دینے والی۔ (الاساس فی التفاسیر: 6001/10)

(10)﴿سٰٓئِحٰتٍ﴾ ''روزہ دار'' یعنی روزہ رکھنے والی یا ہجرت کرنے والی۔

(11)﴿ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾ ''بیوہ اور کنواریاں ہوں'' یعنی ان میں سے بعض شادی شدہ ہوں گی اور بعض کنواری۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو اتنی خوفناک دھمکی کیوں دی تھی کہ اگر رسول اللہ ﷺ تمہیں طلاق دے تو وہ تم سے بہتر بیویاں عطا کر سکتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو یہ سمجھایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے لئے کیسی خواتین درکار ہیں: (i)﴿مُسْلِمٰتٍ﴾ یعنی اطاعت گزار اور فرمانبردار۔ (ii)﴿مُّؤْمِنٰتٍ﴾ یعنی ایمان اور یقین سے بھرپور دل رکھنے والی۔ (iii)﴿قٰنِتٰتٍ﴾ یعنی دل کی رغبت سے فرمانبرداری کرنے والی۔ (iv)﴿تٰٓئِبٰتٍ﴾ یعنی توبہ گزار۔ (v)﴿عٰبِدٰتٍ﴾ یعنی عبادت گزار۔ (vi)﴿سٰٓئِحٰتٍ﴾ یعنی روزہ رکھنے والی۔

(2) یہ بات اتنے سخت انداز میں اس لئے کہی گئی کہ اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن نادم ہوں اور آئندہ کے لئے فرمانبردار بن جائیں۔

سوال 3: ثَيِّبٰتٍ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ثَيِّبَات ثَيِّبٌ سے ہے جس سے مراد بیوہ عورت ہے۔

سوال 4: بیوہ عورت کو ثَيِّب کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: بیوہ عورت کو ثَيِّب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ شوہر سے لوٹ آتی ہے۔ پھر دوبارہ شوہر کے بغیر ہو جاتی ہے جیسا کہ شادی سے پہلے تھی۔

سوال 5: اَبْكَارًا کسے کہتے ہیں؟

جواب: اَبْكَارًا بِكْرٌ سے ہے جس سے مراد کنواری لڑکی ہے۔

سوال 6: کنواری لڑکی کو بِکر کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کنواری کو بِکر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی پہلی حالت پر ہوتی ہے جس پر وہ پیدا ہوئی۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' (6)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں'' اللہ رب العزت نے اہل خاندان کو ادب اور دین کی تعلیم دینے کا حکم دیا ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔

(2) ﴿قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ﴾ ''اپنے آپ کو بچاؤ'' یعنی اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے نواہی سے بچاؤ اور ایسے کاموں سے توبہ کریں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور جن کی وجہ سے وہ عذاب دیتا ہے اور نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا عادی بنائیں۔

(3) ﴿وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو آگ سے'' اہل وعیال کو بچانا یہ ہے کہ ان کو ادب وعلم سکھایا جائے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل پر مجبور کیا جائے۔ پس بندہ صرف اسی وقت محفوظ ہوتا ہے جب وہ اپنے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں، جو اس کی سرپرستی میں اور اس کے تصرف میں ہوں، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2801/3)

(4) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا ؕ لَا نَسۡـئَلُكَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ ؕ وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوٰى﴾ ''اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر خوب پابند رہیں، ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے، رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے۔ اور آخری انجام تو تقویٰ (والوں) کے لیے ہے۔'' (طٰہٰ: 132)

(5) ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ﴾ ''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔'' (الشعراء: 214)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس امام (امیر المومنین) لوگوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔ کسی شخص کا غلام اپنے سردار کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی۔'' (بخاری: 7138؛ مسلم: 4724)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تھو تھو'' تاکہ وہ بچہ اس کھجور کو پھینک دے، پھر فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم نہیں کہ صدقے کی چیز نہیں کھاتے؟'' (بخاری: 1491)

(8) سیدنا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں تھا اور میرا ہاتھ پورے پیالے میں گھومتا تھا۔

آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: ﴿يَا غُلَامُ! سَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ﴾ ''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' چنانچہ اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔ (بخاری:5376)

(9) سیدنا سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بچہ جب سات سال ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے (اور نماز نہ پڑھے) تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارو۔'' (ابوداود:494)

(10) ﴿وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ''جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں'' اللہ تعالیٰ نے آگ کے یہ اوصاف اس لیے بیان کئے ہیں تا کہ بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کو حقیر سمجھنے سے ڈریں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو۔'' (الانبیاء:98) (تفسیر سعدی:2801/3)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے ایک دھماکے کی آواز آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ ایک پتھر ہے، جو جہنم میں ستر برس پہلے پھینکا گیا تھا۔ وہ جا رہا تھا، اب اس کی تہہ میں پہنچا ہے (معاذ اللہ جہنم اتنی گہری ہے کہ اس کی چوٹی سے تہہ تک ستر برس کی راہ ہے اور وہ بھی اس تیز حرکت سے جیسے پتھر اوپر سے نیچے کو گرتا ہے)۔ (مسلم:7167)

سوال 2: ﴿عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ﴾ ''جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں'' ان فرشتوں کے اخلاق بہت درشت اور ان کا انتقام بہت برا ہوگا، جہنمی ان کی آوازیں سن کر گھبرائیں گے اور ان کو دیکھ کر خوف کھائیں گے، یہ فرشتے اپنی طاقت وقوت سے جہنمیوں کو رسوا کریں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ کریں گے جس نے ان کے بارے میں عذاب کا حتمی فیصلہ کیا ہے اور سخت سزا ان پر واجب کی ہے۔ (تفسیر سعدی:2801/3)

(2) ﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے'' یعنی وہ فرشتے کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

(3) ﴿وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' یعنی وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

(4) اس آیت میں فرشتوں کی مدح ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا

جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۗ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۗ
وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ ''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں۔ اور نہیں بنائے ہم نے جہنم کے نگران مگر فرشتے اور ہم نے اُن کی تعداد کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے جنہوں نے کفر کیا، تا کہ وہ یقین کر لیں جن کو کتاب دی گئی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں اور ایمان والے اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی شک نہ کریں اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کفر کرنے والے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ انسانیت کے لیے سراسر نصیحت ہے۔'' (المدثر:27-31)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ کا حکم دے کر کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ گھر والوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سوال 4: گھر والوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب: گھر والوں کی اسلامی تربیت کرنا اس لئے ضروری ہے تا کہ وہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

سوال 5: رسول اللہ ﷺ نے اولاد کی اصلاح کے لئے کیا احکامات دیئے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے بچے کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام سے زبان کھلوانے کی تلقین کی۔

(2) بچوں کو نماز کی تلقین کرنے کا حکم دیا جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب دس برس کے ہو جائیں تو سستی برتنے پر ان کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیا۔

سوال 6: اولاد کی تربیت کے لئے فقہاء کیا کہتے ہیں؟

جواب: (1) فقہاء کہتے ہیں کہ ان سے بچپن میں ہی روزے رکھوائے جائیں۔

(2) بچپن سے ہی اولاد کو احکامات سکھائے جائیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی جائے تا کہ جب وہ بالغ ہوں تو اسلام کا سچا شعور انہیں حاصل ہو چکا ہو۔

سوال 5: جہنم کی آگ کا ایندھن کون ہوں گے؟

جواب: انسان اور پتھر۔

سوال6: جہنم کے نگران فرشتے کیسے ہوں گے؟

جواب: (1) جہنم کے نگران فرشتے تندخواور سخت گیرہوں گے۔ان کا مزاج عذاب کی طرح سخت ہوگا۔یعنی ان سے کوئی نرمی کی توقع نہیں رکھ سکتا۔(2) وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔(3) جہنم کے نگران فرشتے وہی کام کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اے لوگو جنہوں نے کفرکیا! آج معذرت نہ کرو یقیناتم اُسی کا بدلہ دیئے جاؤ گے جوتم عمل کرتے تھے'' (7)

سوال1: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جنہوں نے کفرکیا! آج معذرت نہ کرو یقیناتم اُسی کا بدلہ دیئے جاؤ گے جوتم عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ﴾ ''اے لوگو جنہوں نے کفرکیا! آج معذرت نہ کرو'' اہل دوزخ سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اے کافرو! آج کے دن عذر پیش نہ کرو۔وہ وقت تم نے کھودیا اب تو اعمال کی جزاوسزا ہے۔

(2) ﴿اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یقیناتم اُسی کا بدلہ دیئے جاؤ گے جوتم عمل کرتے تھے'' تم نے جو اعمال کیے اس کی جزا تمہیں دی جائے گی۔تم نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا،تم نے اس کے رسولوں کو جھٹلایا،تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا،تم نے رسولوں کے خلاف اوراہل حق کے خلاف جنگ کی۔تم نے من چاہی زندگی بسر کی،تم نے دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھا۔تم نے دنیا کے لیے کمایا،دنیا کے لیے ہی اڑادیا۔تم نے اپنی اولادوں کو دنیا کے لیے تیار کیا۔مٹی کے بیٹو! سارے اعمال مٹی کے لیے ہی کیے۔کچھ بھی آگے نہ بھیجا تو آج تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۱۶) اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (۱۷) وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِیْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ (۱۸) یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ (۱۹)﴾

''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے،اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے،جو اکیلا ہے،بہت دبدبے والا ہے۔آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا،آج کوئی ظلم نہیں،یقینا اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی،جس کی بات مانی جائے۔اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں۔'' (المومن:16-19)

(4)اب عذر ختم ہو گئے صرف اعمال کا بدلہ ملے گا۔

سوال2: کافروں سے اس دن کیا کہا جائے گا؟

جواب: کافروں سے کہا جائے گا:

(1)عذر پیش نہ کرو۔ یہ معذرتوں کا دن نہیں۔(2) ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جا رہا۔

## رکوع نمبر 20

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں داخل کر دے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''(8)

سوال1:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں داخل کر دے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں'' توبۃ النصوح کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔

(2)﴿تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ'' توبۃ النصوح سے مراد سچی توبہ جو پر خلوص ہو، یہ توبہ تمام برائیوں کو مٹا دیتی ہے۔ توبہ کرنے والے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور برائیوں کی عادت چھڑا دیتی ہے۔(مختصر ابن کثیر:2093/2)

(3) خالص توبہ سے مراد وہ توبہ ہے جو ان تمام گناہوں کو شامل ہو جو بندے نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کئے ہیں، اس توبہ سے اللہ تعالیٰ کی

رضااوراس کے قرب کے سوا کچھ مقصود نہ ہو، پھر بندہ تمام احوال میں اس توبہ پر قائم رہے۔(تفسیر سعدی:2802/3)

(4) خالص توبہ سے مراد (i) اپنے گناہ پر دل میں شدید ندامت محسوس کرنا۔(ii) اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرنا۔ (iii) آئندہ کبھی وہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا۔(iv) ہمیشہ کے لئے گناہ کو چھوڑ دینا۔(v) اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے اس کا اُزالہ کرنا، جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے معافی مانگنا۔

(5) اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو خالص توبہ کے لیے پکارا ہے جو کوئی گناہ باقی نہیں رہنے دیتی۔

(6) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: کہ یہ سچی اور خالص توبہ ہے۔(الفتح القدیر:310/5)

(7) ابن مردویہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ بندے نے جو گناہ کیا ہے اس پر ندامت ہو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے معذرت پیش کر کے کہے کہ وہ آئندہ کبھی نہیں کرے گا۔ جیسے دودھ تھنوں میں واپس نہیں جاتا۔

(8) ایک دفعہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبے میں فرمایا کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے کہ سچی توبہ یہ ہے کہ انسان توبہ کر کے پھر گناہ نہ کرے بلکہ اس گناہ کا تصور بھی نہ کرے۔(ابن جریر)

(9) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں گناہ سے توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ نہ کیا جائے۔(مسند احمد)

(10) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سچی توبہ کیا ہے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا فرمایا: گناہ پر نادم ہونا، موجودہ زمانے میں اس سے رک جانا اور استغفار کرنا۔(مختصر ابن کثیر:2093/2)

(11) سیدنا عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ والد صاحب بولے کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ ندامت توبہ ہے بولے ہاں۔(ابن ماجہ)

(12) صحیح حدیث میں ہیں اسلام اور توبہ پہلے گناہ مٹا دیتے ہیں۔ کیا توبۃ النصوح کی یہ شرط بھی ہے کہ مرتے دم تک پھر وہ گناہ سرزد نہ ہو یا صرف آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم ہی کافی ہے اور اسی عزم سے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟ ہاں مرتے دم تک گناہ نہ کرنے کی شرط ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے جو اسلام لا کر نیک عمل کرتا رہے گا وہ جاہلیت کے گناہوں پر نہیں پکڑا جائے گا اور جو برائیوں میں مبتلا رہے گا وہ جاہلیت کے گناہوں پر بھی پکڑا جائے گا اور اسلام والے گناہوں پر بھی۔ جب اسلام میں جو گناہ مٹانے میں توبہ سے بڑھ کر ہے، یہ بات ہے تو توبہ میں بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے۔(السراج المنیر:2093/2)

(13) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: خالص توبہ میں تین امور جمع ہو جاتے ہیں (i) معصیت سے نکل آنا۔(ii) اپنے فعل پر ندامت ہونا (iii) پختہ عزم کہ آئندہ کبھی نہیں کرنا۔ اگر انسان معصیت کے کام کے ساتھ متعلق رہے گا تو وہ اس پر اسی گناہ کو لوٹا دے گی۔

(14) ﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ ''تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے'' حاکم رحمہ اللہ نے

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خالص توبہ ہر برائی کا کفارہ ہو جاتی ہے اور وہ قرآن میں ہے پھر انہوں نے اسی آیت کی تلاوت کی۔(فتح القدیر:311/5)

(15)﴿وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور تمہیں داخل کردے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں'' اللہ رب العزت نے خالص توبہ کرنے والوں سے جنتوں میں داخل کرنے اور فوز و فلاح کا وعدہ کیا ہے۔

سوال 2: خالص توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا کیا وعدہ ہے؟

جواب: خالص توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

(1) تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے گا۔

(2) تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

سوال 3:﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ ''اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا''، یعنی جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور جو لوگ ان پر ایمان لائے، انہیں جنت میں داخل کرے گا۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ہر مومن کو قیامت کے دن نور دیا جائے گا۔ جہاں تک منافق کا تعلق ہے تو اس کا نور بجھ جائے گا۔ (فتح القدیر:367/5)

(3)﴿نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا﴾ ''ان کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے'' جب قیامت کے دن اہل ایمان اپنے نور ایمان کے ساتھ اور اس کی روشنی میں چل رہے ہوں گے۔ اس کی خوشبو اور راحت سے متمتع ہو رہے ہوں گے اور اس روشنی کے بجھ جانے پر ڈریں گے جو منافقین کو دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ وہ ان کے نور کو پورا کر دے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے گا، ان کے پاس جو نور اور یقین ہوگا اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انہیں نعمتوں بھری جنتوں اور رب کریم کے جوار میں پہنچا دے گا۔

یہ سب خالص توبہ کے آثار ہیں۔ خالص توبہ سے مراد وہ توبہ ہے جو ان تمام گناہوں کو شامل ہو جو بندے نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کیے ہیں۔ اس توبہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے سوا کچھ مقصود نہ ہو۔ پھر بندہ تمام احوال میں اس توبہ پر قائم رہے۔ (تفسیر سعدی:2802/3)

(4) ہر ایک کا نور اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ (5) اس وقت منافق کہیں گے۔ ﴿اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ﴾ ''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' (الحدید:13)

(6) اس وقت مومن دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے نور کو مکمل فرمادے۔

(7) ﴿وَاغْفِرْ لَنَا﴾ اور ہمیں بخش دے ہمارے گناہ مٹادے۔

(8) ﴿اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یہ توسل ہے تاکہ دعا قبول ہوجائے۔ یہ توسل اللہ تعالیٰ کی صفت قوت اور قدرت سے کہ یقیناً آپ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ ﴿فَاَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا﴾ ہمارا نور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے۔ (ایسر التفاسیر:1652,1651)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دلا سکے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اور آپ ﷺ کو بھی یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا ''مجھے بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں لے لے۔ پس تم کو چاہئے کہ درستی کے ساتھ عمل کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔ صبح اور شام اسی طرح رات کو ذرا چل لیا کرو اور اعتدال کے ساتھ چلا کرو منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔'' (بخاری:6463)

سوال 4: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی ﷺ اور اہلِ ایمان کو رسوا نہ کرے گا، اس سے کیا شعور دلایا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو رسوائی سے بچا لینے کی وجہ سے یہ شعور دلایا ہے کہ کافر اس دن سخت شرمندہ ہوں گے۔

سوال 5: ایمان والوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو رسوائی سے بچا لینے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: یہ ذکر ایمان والوں کو توبہ پر آمادہ کرنے کے لئے کیا گیا ہے کہ دیکھو توبہ کرکے تم رسول اللہ ﷺ کی صف میں کھڑے ہوجاؤ گے۔ تمہیں کوئی شرمندگی نہ ہوگی۔

سوال 6: نور کے آگے اور دائیں دوڑنے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مومن اپنے نور کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

سوال 7: یہ نور کب اُن کے آگے اور دائیں طرف ہوگا؟

جواب: یہ نور جنت میں داخلے کے وقت ان کے دائیں اور آگے جا رہا ہوگا۔ اس نور کے ساتھ وہ جنت میں جائیں گے جہاں نور ہی نور ہوگا۔

سوال 8: یہ دُعا اہلِ ایمان کس وقت کریں گے: ﴿رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا﴾؟

جواب: یہ دُعا اہلِ ایمان اُس وقت کریں گے جب منافقین کا نور بجھا دیا جائے گا۔

سوال9: نور کو مکمل کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جنت میں داخل ہونے تک اس نور کو باقی رکھیں اور اس کو پورا فرمائیں۔

سوال10: اہلِ ایمان نور اور مغفرت کی دُعا کے لیے کہیں گے کہ یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس سے اہلِ ایمان کے بارے میں کیا حقیقت واضح ہوتی ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔

سوال11: اللہ تعالیٰ کی قدرت کا گہرا شعور انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی قدرت کے گہرے شعور سے انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی ضرورت کا شدّت سے احساس ہوتا ہے۔

(2) انسان اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔

(3) انسان کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اُسی کے معاف کرنے سے معافی ملے گی جیسے اُس کے پیدا کرنے سے وجود ملا، زندگی عطا کرنے سے زندگی ملی، رزق عطا کرنے سے رزق ملا، ایسے ہی اُسی کے عطا کرنے سے نور عطا کیا جائے گا اور مغفرت ملے گی۔

سوال12: قیامت کے دن کن لوگوں کا نور مکمل کیا جائے گا؟

جواب: جن کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا گہرا شعور نصیب ہوگا۔

سوال13: قیامت کے دن کن لوگوں کو مغفرت نصیب ہوگی؟

جواب: جن کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا گہرا شعور ہوگا اور وہ ایمان اور عملِ صالح والی زندگی بسر کر کے آئے ہوں گے۔

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

”اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے“ (9)

سوال1: ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ”اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ”اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو“ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

(2) یعنی کافروں کے ساتھ تلوار سے جہاد کریں اور منافقوں کے ساتھ وعید اور زبان سے جہاد کریں۔ (جامع البیان: 180/28)

(3) ﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ ”اور اُن پر سختی کرو“ یعنی ان کے ساتھ خطاب میں نرمی کا معاملہ نہ کریں۔

(4) رب العزت نے ان کے ساتھ دلیل کے ذریعے جہاد کا حکم دیا ہے۔ ان کے موقف کا ابطال کرنا اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرے اس کے خلاف جنگ کرنا۔

(5) ﴿وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے'' یعنی دنیا میں تو ان پر سختی کرنی ہے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے اور ہر خسارہ اٹھانے والا اسی کی طرف لوٹے گا۔

سوال 2: کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے اور سختی کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: کافر اور منافق محض باتوں سے دعوت وتبلیغ سے ماننے والے نہیں اس لیے احکامات میں سختی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

سوال 3: کافروں اور منافقوں پر سختی کرنے کے حکم سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر جگہ نرمی مفید نہیں رہتی۔ حکمتِ تبلیغ کا تقاضا ہے کہ حالات اور افراد کی نفسیات کے لحاظ سے ان پر سختی یا نرمی کرنی چاہیے۔

سوال 4: کفار کے ساتھ جہاد اور منافقین سے جہاد میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: کفار کے ساتھ جہاد سے مراد قتال ہے اور منافقین کے ساتھ جہاد حدود قائم کر کے ہوتا ہے جب وہ ایسے کام کریں جن پر حد واجب ہوتی ہے۔

سوال 5: جہنم کس کا ٹھکانہ ہے؟

جواب: کافروں اور منافقوں دونوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے اور اُن سے کہہ دیا گیا: ''داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ'' (10)

سوال 1: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے اور اُن سے کہہ دیا گیا: داخل ہونے والوں

کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کا حال تمثیل کے طور پر سامنے رکھا ہے کہ ان سے ان کے کفر اور مومنوں سے عداوت کا بدلہ لیا جائے گا، انہیں ان کی سزا دی جائے گی اور اس معاملے میں دنیا کا میل جول کام نہیں آئے گا نہ نسب، نہ قربت، نہ زوجیت، نہ محبت کے تعلقات اس سلسلے میں نبوت کے دو گھرانوں کی مثال دی گئی سیدنا نوح علیہ السلام کی بیوی اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی کی۔

(2)﴿كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا﴾ ''وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویاں ان کے ساتھ رہتی تھیں، کھاتی پیتی تھیں لیکن انہوں نے ان سے ایمان میں خیانت کی، وہ ان پر ایمان نہیں لائیں تو ہر وقت کا میل جول اور معاشرت ان کے کام نہ آئی جب دل ایمان سے خالی ہوں تو میل جول کیسے کام آسکتا ہے؟ دیکھ لو دو پیغمبروں کی بیویوں کی معاشرت ان کے کام نہیں آئی۔

(3) اس میں ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچنے کے لیے تنبیہ ہے کہ اگر نافرمانی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا فائدہ نہیں دے گا۔

(4)﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ ''پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی'' یعنی دین میں (ان دونوں نے نبیوں کی خیانت کی) دونوں اپنے شوہروں کے دین کے سوا کسی اور دین پر تھیں۔ خیانت سے یہی معنی مراد ہیں اور اس سے نسب اور بستر کی خیانت مراد نہیں، کیونکہ کسی نبی کی بیوی بدکاری کی مرتکب نہیں ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ نے کسی بدکار عورت کو انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کی بیوی ہی بنایا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2805/3)

(5) سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ اور سیدنا ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں خیانت سے یہاں مراد بدکاری نہیں ہے۔ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں تھی۔ اپنے شوہروں کے بارے میں غلط پروپیگنڈا کرتی تھیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی بیوی ان کے بارے میں کہتی تھی کہ یہ دیوانہ ہے۔ سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے گھر میں آنے والے مہمانوں کے بارے میں قوم کو اطلاع دیتی تھی۔ دونوں عورتوں کی ہمدردیاں کافر قوم کے ساتھ تھیں۔ دونوں نفاق میں مبتلا تھیں۔ اس سے امہات المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا و سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ کرنا ہے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی: 670/1)

(6)﴿فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا﴾ ''تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام دونوں اپنی بیویوں کے کچھ بھی کام نہ آسکے یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تھوڑا سا بھی نہیں بچا سکے۔

(7)﴿وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ ''اور اُن سے کہہ دیا گیا: ''داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویوں سے کہا گیا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ اور

اس کی آگ میں جلو بھنو اور برباد ہو جاؤ۔ (استغفراللہ)

سوال 2: مَثَلٌ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مَثَلٌ ایسی حالت کو کہتے ہیں جس سے دوسری حالت کا تعارف ہو جائے جو اِس حالت سے ملتی جلتی ہو۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثال کیوں دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثال اس لئے دی ہے کہ کافروں کے حالات سے ان دو عورتوں کے حالات ملتے جلتے ہیں۔

سوال 4: دو نیک بندے اپنی بیویوں سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کیوں نہ روک سکے؟

جواب: دو نیک بندے اپنی بیویوں سے اس لئے عذاب کو نہیں روک سکے تھے کہ اُن دونوں عورتوں نے خیانت کی تھی۔ اگرچہ وہ دونوں بندے اللہ تعالیٰ کے قریب تھے لیکن اپنی بیویوں کو عذاب سے نہ بچا سکے۔

سوال 5: یہ حکم کب دیا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ؟

جواب: (1) یہ حکم یا تو موت کے وقت دیا گیا۔ (2) یا یہ حکم قیامت کے دن دیا جائے گا۔

سوال 6: کافروں کی مثال یہاں کیوں لائی گئی؟

جواب: (1) کافروں کی مثال کو لانے کا مقصد ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو تنبیہ کرنا ہے کہ اگرچہ اُن کا محمد رسول اللہ ﷺ سے تعلق ہے لیکن اگر انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچائی یا اُن کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

(2) کافروں کی مثال میں ان تمام لوگوں کے لئے عبرت ہے جو رسول اللہ ﷺ سے محبت کے زبانی دعوؤں کو اور محبت کے کھوکھلے اظہار کو کافی سمجھتے ہیں۔ جو لوگ اسلام کے عائد کردہ فرائض کی پابندی نہیں کرتے اور نہ ان کے لئے کوئی اہتمام کرتے ہیں۔ محبت کا وہ اظہار جو آج کل کے دور میں لوگ کرتے ہیں اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود نبی ﷺ کے دور میں جہاں آپ ﷺ پر قربان ہونے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر وقت تیار رہتے تھے وہاں رسول اللہ ﷺ سے محبت کا مطلب فقط آپ ﷺ کی اِتباع تھا۔ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے احکامات اور فرائض کی پابندی تھا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو اپنانے کا جذبہ تھا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حبِّ رسول ﷺ کا مطلب شریعت پر عمل ہے۔ خود ساختہ شریعت کے لئے شریعت سے فرار رسول اللہ ﷺ سے محبت نہیں ہے۔

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ جب اُس نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا اور ظالم لوگوں سے مجھے نجات دے'' (11)

سوال 1: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ جب اُس نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا اور ظالم لوگوں سے مجھے نجات دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے مثال بیان کی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کیا۔ (2) یہ مثال فرعون کی بیوی کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور انہیں ایک مانا اور اس کے رسول سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی۔ (3) سیدہ آسیہ علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن کی بیوی تھیں جو کافر تھا۔ انہیں ان کے شوہر کے کفر نے نقصان نہیں دیا کیونکہ وہ ایک اللہ پر ایمان رکھتی تھیں۔ (جامع البیان: 182/28)

(4) اس آیت سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مومن اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے کافروں سے میل جول رکھتے ہیں تو نقصان دہ نہیں ہے اگر یہ دوستی بچاؤ اور وقتی دفاع کے طور پر ہو۔

(5) ﴿اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ ''جب اُس نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ آسیہ علیہا السلام کا وصف بیان فرمایا ہے کہ وہ ایمان رکھتی تھیں۔ اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے مطالب جلیلہ کا سوال کرتی تھیں اور وہ ہے جنت میں دخول اور رب کریم کی مجاورت کا سوال۔ (تفسیر سعدی: 2804/3)

(6) ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ خازن فرعون کی بیوی کے ایمان کی وجہ سے سیدہ آسیہ علیہا السلام ایمان لائیں۔ (مختصر ابن کثیر: 2095/2)

(7) ﴿وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ﴾ ''اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا'' سیدہ آسیہ علیہا السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی تھیں کہ فرعون کے فتنے، اس کے برے اعمال اور ظالم کے فتنے سے نجات دے دے۔

(8) سیدہ آسیہ علیہا السلام کی دعا سے پتہ چلتا ہے کہ (i) انہیں فرعون کے محل سے نہیں رب کی جنت سے دلچسپی تھی۔ اس سے سیدہ آسیہ علیہا السلام کے شعور کی پختگی کا پتہ چلتا ہے کیونکہ جب تک دنیا کی حقیقت واضح نہیں ہوتی انسان دنیا کی محبت میں گم ہو جاتا ہے۔ سیدہ آسیہ علیہا السلام ایمان کی وجہ سے محلات کی عیش و عشرت کی زندگی کو گندگی سمجھتی تھیں اسی لئے اس زندگی سے پناہ مانگتی تھیں۔ (ii) سیدہ آسیہ علیہا السلام کے فرعون کے عمل سے پناہ مانگنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فرعون کی بادشاہت سے مرعوب نہیں تھیں کیونکہ وہ بادشاہِ کائنات کی حقیقت کو پا چکی تھیں اور ان

کے نزدیک دنیا کے ساز وسامان کی وہ value نہیں تھی۔

(9)﴿وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾"اور ظالم لوگوں سے مجھے نجات دے" یعنی فرعون کی ساری قوم سے نجات دے دے۔

(10)سیدہ آسیہ علیہا السلام ظالم قوم سے نجات مانگتی تھیں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اپنی قوم کے درمیان رہنا ان کے لئے کس قدر مشکل ہو گیا تھا جبکہ مال اور اقتدار اُنہی کے پاس تھا۔حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور ایمان والوں کے ماحول میں رہنا دنیا کی بہت بڑی دولت ہے کیونکہ اسی ماحول کی وجہ سے انسان اپنے رب سے جڑا رہتا ہے۔

(11)اللہ تعالیٰ نے سیدہ آسیہ علیہا السلام کی دعا قبول فرمائی: چنانچہ وہ ایمان کامل اور اس پر ثابت قدمی کے ساتھ زندہ رہیں اور تمام فتنوں سے بچی رہیں۔اسی بنا پر نبی ﷺ نے فرمایا:"مردوں میں سے مرتبہ کمال کو پہنچنے والے لوگ تو بہت ہیں مگر عورتوں میں مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت مرتبہ کمال کو نہیں پہنچی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔" (بخاری:3411)(تفسیر سعدی:2804/3)

(12)نسفی رحمہ اللہ نے کہا:اس میں دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اور اس سے التجاء کرنا اور مصیبتوں سے نجات پانے کے لیے سوال کرنا صالحین کی سیرت میں سے ہے۔(الاساس فی التفاسیر:6009/10)

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال کیوں دی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال اس لئے دی ہے کہ ایمان والوں کو ترغیب ملے کہ مشکل ترین حالات میں کسی ظالم کی قربت میں حالات کی سختیوں کے باوجود دین پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور صبر کرنا چاہیے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے اُن لوگوں کو بھی ترغیب دلائی ہے جو ہمیشہ آسانیوں کی تلاش میں ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آسانیاں ہو جائیں تو دین کے احکامات پر عمل کریں۔سیدہ آسیہ علیہا السلام کی زندگی سے یہ پتہ چلتا ہے اور اس مثال سے یہی سبق دیا ہے کہ مشکلات میں ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل ہوتا ہے اور تنگیوں میں،مصائب میں صبر کر کے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل ہوتا ہے۔

(3)اس مثال سے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہ بھی سبق دیا ہے کہ کفر کی شان وشوکت اور کافروں کی دولت ایمان والوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔جو سچا مومن ہے وہ دولت سے یا کسی کی قوت سے ایمان کو نہیں ہار دیتا۔

(4)اللہ تعالیٰ نے سیدہ آسیہ علیہا السلام کو مثال بنا دیا کہ وقت کے سب سے بڑے ظالم اور کافر کی بیوی تھیں لیکن وہ یعنی فرعون انہیں ایمان سے نہیں روک سکا۔

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا

﴿وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾

''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی'' (12)

سوال 1: ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی'' ایمان والوں کے لیے دوسری مثال سیدہ مریم علیہا السلام بنت عمران کی ہے جنہوں نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔ ہر فحش کام سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی مثال اس لیے بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ جہان والوں کی عورتوں کے لئے مثال بن گئیں۔ ہر بیٹی کے لئے سیدہ مریم علیہا السلام کی زندگی مثال ہے کہ انسان بگڑے ہوئے ماحول میں، بگڑی ہوئی قوم کے درمیان رہ کر بھی پاک صاف رہ سکتا ہے۔

(3) ﴿فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ ''تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی'' سیدنا جبریل علیہ السلام نے اس کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماری اور ان کی یہ پھونک سیدہ مریم علیہا السلام تک پہنچی، چنانچہ اس طرح سیدہ مریم علیہا السلام سے رسول کریم اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام متولد ہوئے۔ (تفسیر سعدی: 2805/3)

(4) ﴿وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ﴾ ''اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی'' یہ سیدہ مریم علیہا السلام کو علم اور معرفت سے موصوف کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق اس کے کلمات دینی اور قدری کی تصدیق کو شامل ہے، اس کی کتابوں کی تصدیق ان امور کا تقاضا کرتی ہے جن کے ذریعے سے تصدیق حاصل ہوتی ہے اور یہ علم و عمل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ (تفسیر سعدی: 2805/3)

(5) اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی مثال اس لئے بیان کی ہے کہ انہوں نے رب کے کلمات یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ جہان بھر کی بچیوں اور عورتوں کے لئے اُن کی زندگی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا، اُس کی کتابوں کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا یہ صرف مردوں کی ذمہ داری ہی نہیں ہے۔ ہر ایک اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔

(6)﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾ ''اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی'' یعنی وہ اپنی عبادت اور دینی حالت میں خشوع اور خشیت سے اطاعت کرنے والوں میں سے تھیں۔

(7) یعنی وہ خشیت اور خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مداومت کرنے والوں میں سے تھیں، یہ ان کے کمال عمل کا وصف ہے کیونکہ وہ صدیقہ تھیں اور صدیقیت کمال علم و عمل کا نام ہے۔(تفسیر سعدی:2805/3)

(8) مسند احمد میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جنت کی تمام عورتوں میں سب سے افضل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ مریم علیہا السلام اور فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ علیہا السلام ہیں۔(مسند احمد:293/1)

سوال 2: فرمانبرداروں میں سے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جو عبادت گزار اور فرماں بردار تھا۔

# قرآن بہترکلام ہے

## ربّ العزت کا ارشاد ہے

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں

(الزمر:23)